

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224279

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۱-۳/۸۲۳ Accession No. ۸۳۴

Author

Title

افسانہ ہمارے شہر کے ہونے

This book should be returned on or before the date last marked below.

۵۲ ف. بسم الرحمن الرحيم

۱۳۵۵

۱۳۵۵

افسانہ ہائے شرک و کفر

Checked 1969.

قادی چوف

حصہ اول

حادثہ برسٹون

پسلا باب

اطلاع

کہا: "میرا خیال یہ ہے کہ..."

شراک ہر بڑے صبری سے بول اُٹھے... ” مجھکو ایسا کرنا چاہیے

میرا اعتقاد ہے کہ میں انسانوں میں سب سے زیادہ ہدف مصائب رہا ہوں لیکن میرے اقرار ہے کہ میں اُن کے اس دخل در معقولات پر کچھ برا فروختہ سا ہوا۔ چنانچہ کسی قدر ترس رہا ہو کر میں نے کہا ” ہومز! بعض اوقات تو واقعی تم صبر آزما ہو جاتے ہو۔“

وہ اپنے خیالات میں اس قدر محو تھے کہ میری اس احتجاج کا انہوں نے کوئی فوری جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے ہاتھ پر جھکے۔ حالانکہ ناشتہ ویسے کا ویسا ہی رکھا تھا۔ انہوں نے ایک لفافہ سے کاغذ کا ایک پیرزہ نکالا جس پر وہ بہت ہی غور سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے پھر لفافہ ہاتھ میں لیا اور چراغ کے سامنے رکھا۔ اور اس طرح باہر کی جانب سے خوب روشنی اچھی طرح لفافہ کا معائنہ کیا۔

کچھ سوچنے کے بعد انہوں نے کہا ” یہ تحریر پارلک کی ہے۔ مجھکو ذرا بھی شبہ نہیں کہ یہ پارلک کی تحریر ہے اگرچہ میں نے اس کو صرف دو ہی مرتبہ دیکھا ہے۔ حرف ’نہی‘ کا اس طرح لکھنا اسی کا حصہ ہے۔ لیکن اگر یہ پارلک کے پاس سے آیا ہے تو یہ بہت ہی اہم ہے۔“

وہ مجھ سے زیادہ خوب سے باتیں کر رہے تھے لیکن اُن کے ان الفاظ نے ایک ایسی دل چسپی پیدا کر دی کہ میں اپنے غصہ کو بھورا گیا۔ میں نے پوچھا ” تو پارلک کون ہے؟“

” وائسن با پارلک۔ صرف ایک فزسی نام ہے۔ محض شاخسہ کے نام ہے۔ مسیٰ ایک نہایت چالاک اور محتال شخص ہے۔ اس سے پہلے ایک خط میرا تھا۔ اطلاع دے چکا ہے کہ یہ نام اس کا نہیں ہے بلکہ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ شہر کے لاکھوں نفوس میں اس کا سیراغ لگانا غیر ممکن ہے۔ پارلک کی اس بات کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس شخصیت کی وجہ سے جس سے اس کا

اہل کو یوں سمجھو کہ شارک مچھلی کے ساتھ ایک ہراول مچھلی ہے یا شیر کے ساتھ گیدڑ ہے۔
الغرض ہر اس چیز کا خیال کرو جو کسی زبردست سے تعلق رکھتی ہو۔ زبردست ہی نہیں
وائسن بلکہ خطرناک اور حد درجہ خطرناک۔ اسی وجہ سے تو وہ میرے حلقہ نظر میں آجاتا ہے
نے اکثر مجھے پروفیسر مورتی کا ذکر کرتے سنا ہوگا ؟

وہ مشہور سائنس دان عیار۔ جو عیاروں میں ایسا ہی ہوشیار جیسے ...
” تسلیم۔ وائسن۔“ ہومز نے ذرا پست آواز سے کہا۔

”میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جیسے پہلک کی نظروں سے پوشیدہ ہے“

”درست ہے۔ بجا ہے۔ یہ آپ نے طنز آمیز مذاق میں کب سے قدم رکھا۔ مجھے
اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ لیکن اگر آپ مورتی کو بد معاش کہتے ہیں تو قانوناً آپ
ازالہ حیثیت فی کار تکاب کر رہے ہیں۔ اسی میں تو اس کی شان ہے اور یہی حیرت کا مقام ہے
اپنے وقت کا سب سے بڑا منصوبہ باز۔ ہر شیطنت کا منتظم، اس عالم زیریں کا روح رواں
اور پھر دماغ ایسا کہ قوموں کے نمانے بگاڑنے کی قابلیت موجود۔ یہ ہیں وہ ذات شریف
لیکن لوگوں کے شبہ سے وہ بالکل ایمن ہے۔ نکتہ چینی سے بے خطر۔ کچھ ایسا انتظام
کیا ہے اور اپنی ذات کو ایسا چھپایا ہے کہ آپ کے انھیں الفاظ پر وہ آپ پر دعویٰ
دائر کر دیتا۔ اور فیصلہ میں آپ کی قلیل نشن اس کو بطور تاوان کے دلوائی جاتی۔ کیا وہ
حکرتِ نجمہ“ کا مشہور مصیبت نہیں ہے اور وہ کتاب اس پایہ کی ہے کہ یہ کہا جاتا ہے
کہ ریاضیات میں فی زمانہ کوئی شخص اس کتاب پر تنقید کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ کیا ایسے
بزرگوار پر کوئی داؤ چل سکتا ہے۔ بد زبان ڈاکٹر اور مجروح پروفیسر، یہ تم دونوں کے
تعلق کا فیصلہ ہوتا۔ اسے ہی توجہ دتے کہتے ہیں۔ لیکن اگر اس سے کم تر درجہ کی
مجھے فرصت ملے تو یہ بھی کسی نہ کسی دن قابو میں آہی جائیں گے۔

راکے اس وقت میں بھی ہوں۔ لیکن تم تو پارک نامی شخص

”ہاں ٹھیک۔ یہ پارک بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جو اصل سند سے زرا
فاصلہ پر ہے لیکن ہمارے درمیان پارک کوئی مضبوط کڑی نہیں ہے اور اس زنجیر کی
یہی ایک کڑی ہے جس کو میں نے اب تک کمزور پایا ہے۔“

”لیکن کوئی زنجیر اتنی کمزور ترین کڑی سے زیادہ مضبوط نہیں ہوتی۔“

”درست ہے والس! اسی وجہ سے تو ”پارک“ پر نظر زیادہ ہے۔ اس کے
دل میں نیکی کی طرف کچھ رغبت سی پیدا ہوئی جس کو میں نے کبھی کبھی توستو کے نوٹ بھجوا
اور تیز کر دیا۔ چنانچہ اس نے دو ایک موقعوں پر مجھے پیشتر سے کچھ ایسی اطلاعاتیں دیں جو میرے
بہت کام آئیں۔ یعنی یہ کہ ان کے ذریعے سے مجھے جرم کے وقوع کا علم ہو سکا۔ اور میں
اس کو روک سکا اگرچہ عوض نہ لے سکا۔ مجھے زرا بھی شبہ نہیں کہ اگر میرے پاس اس وقت
’فرنگ‘ ہوتی تو میں تباہ سکتا کہ اس نکتہ کی وہی نوعیت ہے جیسا کہ میرا خیال ہے۔“

اس پر ہوفرنے پیٹ پر ایک پرچہ کاغذ پھیلایا۔ میں اٹھا اور ان کے اوپر جھک
اس انوکھی تحریر کو غور سے دیکھنے لگا جو حسب ذیل ہے :-

| | | | | | | | | | |
|------|--------|-----|-----|-----|----|---|--------|----|----|
| ۵۳۴ | ۱۱۲ | ۱۳ | ۱۲۷ | ۳۶ | ۳۱ | ۴ | ۱۷ | ۲۱ | ۲۱ |
| ڈگلس | ۱۰۹ | ۲۹۳ | ۵ | ۳۷ | | | برسٹون | | |
| ۲۶ | برسٹون | | ۹ | ۱۲۷ | | | ۱۱۷۱ | | |

”ہوفرن۔ تم اس سے کیا سمجھے؟“

”فائبرے کہ کوئی خفیہ اطلاع ہے۔“

”لیکن بغیر فرنگ کے ایسی اطلاع سے کیا فائدہ؟“

”موجودہ صورت میں تو کچھ بھی نہیں۔“

”موجودہ صورت میں، کیوں کہا؟“

”کیونکہ ایسی بہت سی خفیہ تحریریں ہیں جن کو میں نہایت آسانی سے پڑھ سکتا ہوں۔
 اس طرح کی معمولی ترکیبیں محض تفریح کی حیثیت رکھتی ہیں، کسی قسم کا کوئی بار نہیں پڑتا۔ لیکن
 اس سے مختلف ہے۔ اس میں ظاہراً کسی کتاب کے ایک صفحہ کے الفاظ کا حوالہ ہے۔
 بے شک مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ کون سا صفحہ ہے اور کون سی کتاب۔ اس وقت تک میں ہنکل
 بے بس ہوں“

”لیکن ڈگلس“ اور ”برسٹون“ کیا معنی؟“
 ”یہ معنی کہ یہ الفاظ کتاب کے اس خاص صفحہ میں نہیں مل سکے“
 ”تو پھر کتاب کا نام کیوں نہیں لیا“

”وائسن! تمہارے اندر جو قدرتی طور پر ایک ہوشیاری اور حلاکتی ہے جو تمہارے
 دوستوں کے لئے موجب مسرت ہے، وہ یقیناً تم کو خفیہ تحریر اور اس کی فرنگ دونوں ایک
 ہی لفافہ میں رکھنے سے باز رکھے گی۔ اگر کہیں کسی دوسرے کے ہاتھ میں پڑ جائے تو میں تمہارا
 ٹھکانا نہیں۔ لیکن صورت میں جب تک دونوں غیروں کے ہاتھ نہ لگیں اس وقت تک کسی قسم کا
 نڈیشہ نہیں۔ دوسری ڈاک کا وقت تو اب ہو چکا۔ اور مجھے تعجب ہو گا اگر اس ڈاک سے
 اس کی تشریح یا جیسا کہ اغلب ہے وہی کتاب موصول نہ ہو جس کا اس میں حوالہ ہے“
 ہومز کا یہ گمان تھوڑے ہی عرصہ بعد ملازم ملی کے آنے سے پورا گیا۔ جو وہی خط
 لے کر آیا جس کے ہم منتظر تھے۔

ہومز، ”لفافہ کھول کر“ تحریر تو پہلے جیسی ہے (خط کھول کر خوشی کے لہجہ میں) او
 پچھے دستخط بھی ہیں۔ یہ لو وائسن، ہمارے قدم بڑھ رہے ہیں؟“
 لیکن جب انہوں نے خط پڑھا تو ان کے ابرو پر بل آ گیا
 ”خدا۔ یہ تو بہت ہی مایوس کن ہے۔ وائسن، مجھے اندیشہ ہے کہ میری ساری
 بات غلط نہ ثابت ہوں۔ خدا کرے پارلک کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس نے لکھا“

” ڈیر مسٹر ہومز - میں اس معاملہ زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ یہ اب بہت ہی خطرناک ہو گیا ہے۔ وہ، میرے اوپر اب شبہ کرنے لگا ہے۔ مجھے صاف نظر آتا ہے کہ اسے شک ہو گیا ہے جب میں اس لفافہ کو بند کر کے آپ کے پاس بھیجنے کی نیت سے تیار ہوا تھا تو وہ خلاف توقع آ موجود ہوا میں نے اس کو فوراً چھپا دیا۔ اگر کہیں غور سے دیکھ لیتا تو میری خیر نہ تھی۔ لیکن اس کی نگاہوں سے شبہ ظاہر ہوتا ہے۔ براہ مہربانی اس نغمہ تحریر کو جلا دیجئے جو اب آپ کے کسی کام کی نہیں، فقط

فریڈ پارلک

ہومز نے بلاخر کہا :- ” ممکن ہے کہ اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ ممکن ہے کہ اس کے دل نے لامت کی ہو۔ اپنے آپ کو مخبر خیال کر کے اس نے دوسرے کی نگاہوں میں شبہ کی کیفیت پائی ہو۔“

” میرے خیال میں اس دوسرے سے مراد پروفیسر مورٹی ہے۔“
 ” اور کون۔ اس جتنے کا کوئی شخص جب وہ، وہ، کہتا ہے تو تم کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ان سب کے لئے وہ، سے مراد صرف ایک ہی زبردست ذات ہے۔“

” لیکن وہ کر کیا سکتا ہے؟“

” ہوں۔ یہ ایک ٹیرٹا سوال ہے۔ جب تمہارے خلاف یورپ بھر کا اولین دماغ ہو اور اس کی پشت پناہی کے لئے سارے ابوالاشرا جمع ہو جائیں تو سہ بہت ممکن ہو۔ بہر حال ہمارے مہربان پارلک بہ ظاہر جو اس بات سے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دیکھو خط کی تحریر اور لفافے کی تحریر کا مقابلہ کرو۔ یہ اس نے اس منحوس ملاقات سے پیشتر تحریر کیا تھا

یہ کس قدر صاف اور نچتہ ہے اور یہ دوسری تو پڑھی ہی نہیں جاتی“

” تو اس نے لکھا ہی کیوں۔ خاموش ہو جاتا“

” اُسے اندیشہ تھا کہ میں اس کے متعلق تحقیقات کروں گا اور اس طرح اس پر مصیبت آجائے گی“

” بے شک۔ بے شک (میں اس خفیہ تحریر کو اٹھا کر اب غور سے دیکھ رہا تھا)

یہ امر کس قدر حواسِ بائنتہ کرتے والا ہے کہ ایسا اہم راز اس کاغذ پر تحریر ہے اور ہم اس کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں“

شریک ہو مرنے بغیر کھائے ہوئے ناشتہ ہٹا دیا اور اپنا پائپ جلایا جو اس کے طویل مراقبوں کا انیس تھا۔ کرسی پر لیٹ کر اور چھت کی طرف دیکھ کے کہنے لگے۔

” مجھے حیرت ہے۔ شاید اس میں کچھ پہلو ایسے ہیں جہاں تک ہمارا ذہن نہیں پہنچتا اچھا اب اس کو صرف استدلال کی روشنی میں دیکھو۔ اس شخص نے ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ ہمیں سے ہماری تحقیق کی ابتدا ہے“

” لیکن بہت مبہم ہے۔“

” مگر دیکھنا چاہئے کہ ہم اس کے حدود متعین کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جب میں اس پر غور کرتا ہوں تو نسبتاً زیادہ دشوار نہیں رہتا۔ اس کتاب کے متعلق ہمارے پاس کیا کیا اشارات ہیں“

” ایک بھی نہیں“

” خیر اتنا بھی نہیں ہے کہ ایک بھی نہ ہو۔ اس خفیہ پیام کی ابتدا ایک بڑے

’۴۳۵‘ سے ہے۔ ہنما۔ ہم اس کو اپنا اصول کار مانے لیتے ہیں کہ ’۴۳۵‘ ایک

خاص صفحہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی کتاب ہے بھی تو ضخیم ہے۔ اتنا تو یقینی صحیح دریافت ہوا اب اس کتاب کی نسبت دیکھو اور کیا اشارے ہیں“

علامت تحریر میں لکھی ہے۔ واٹسن! تم نے اس کے کیا معنی لئے؟“

”بلاشبہ یہ اشارہ دوسری فصل کی طرف ہوگا“

”کیسے؟ واٹسن۔ مجھے یقین ہے تم بھی میری تائید کرو گے کہ اگر صفحہ کا نمبر دیا جائے تو فصل کا نمبر بے کار ہے۔ اور اگر صفحہ ۵۳۴ پر دوسری ہی فصل ہو تو خیال کرو کہ پہلی فصل کس قدر طویل ہوگی۔“

”کالم“ میں جلا اٹھا۔

”کمال کیا واٹسن۔ خوب۔ آج تو تم بلڈ پریو ازیں کر رہے ہو۔ اور اگر یہ کالم نہیں ہے تو میں سخت دھوکے میں ہوں۔ تو اب دیکھا تم نے۔ اب ہمارے سامنے ایک ایسی کتاب پیدا ہوتی ہے جو دو کالموں میں چھپی ہے اور جن میں سے ہر ایک بہت طویل ہے کیوں کہ اس تحریر میں ایک لفظ کا نمبر ۲۹۳ ہے۔ تو کیا ہم دلائل کی رہنمائی کی انتہا تک پہنچ گئے؟“

”مجھے اندیشہ ہے کہ حد آگئی“

”یقیناً تم اپنے اوپر ظلم کر رہے ہو۔ عزیز من۔ ایک اور نکتہ ہاتھ آیا۔ اگر وہ جلد غیر معمولی اور نایاب ہوتی تو وہ مجھے ضرور بھیجتا۔ بجائے اس کے اس نے اپنی تدابیر باطل ہونے سے قبل ارادہ کیا تھا کہ اس کا حل لفافے میں میرے پاس بھیجے۔ یہی اس نے مقدمہ میں بھی لکھا ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ وہ کتاب ایسی ہے جو اس کے خیال میں مجھے بھی آسانی سے مل جاتی۔ یہ کتاب اس کے پاس تھی اور اس نے سوچا کہ میرے پاس بھی ہوگی۔ مختصر یہ کہ کتاب واٹسن! بہت ہی معمولی اور متداول ہے۔“

”جو کچھ تم کہتے ہو سچ تو معلوم ہوتا ہے۔“

”تو اس طرح ہم نے اپنا دائرہ تحقیقات ایک ایسی کتاب پر محدود کر دیا جو درجہ

کالم میں چھپی ہے اور کثیر الاستعمال ہے۔“

”انجیل“ میں نے جوش میں حلا کر کہا۔

ہومز کے کہنے کے بموجب لکھا تھا۔

”دیکھو کیا ہی نرالا اور بے جوڑ طریقہ مطلب ادا کرنے کا ہے“ میں نے کہا۔
ہومز نے کہا۔ ”برخلاف اس کے اس نے نہایت عمدہ طریقہ نکالا ہے۔ جب تم
ایک ہی کالم کو اپنے الفاظ مطلوبہ تلاش کرنے کے لئے دیکھو تو سارے کے سارے
اس میں ملیں گے۔ تم کو کچھ نہ کچھ اپنے مکتوب الیہ کی ذکاوت پر چھوڑنا پڑے گا۔ مطلب
صاف ظاہر ہے۔ کسی بے چارے ڈگلس کے خلاف خواہ وہ کوئی ہو۔ کچھ نہ کچھ شیطنت
عمل میں لانی جانے والی ہے۔ یہ شخص جیسا کہ بیان ہے ایک دیہاتی رئیس ہے۔ اس کو
”یقین“ ہے کہ معاملہ نہایت سنگین ہے۔ یہ ہے ہمارا نتیجہ اور دیکھو تھیں عقلی خاک کیا عمدہ
نمونہ ہے۔“

ہومز کی یہ خصوصیت تھی کہ کام کی عمدگی سے ان کو بلا لحاظ ذاتیات کے مثل ایک
سچے ماہر فن کے نہایت درجہ لذت حاصل ہوتی تھی۔ اگرچہ جس بلندی تک وہ پہنچنا
چاہتے تھے اس تک کام کا معیار بلینڈ نہ ہونے سے ان کو رنج ہی کیوں نہ پہنچتا ہو
وہ اپنی کامیابی پر خوش ہی ہو رہے تھے کہ اتنے میں جلی نے دروازہ کھولا اور
اسکاٹ لینڈ یارڈ کے انسپکٹر میک ڈائل داخل ہوئے۔

وہ زمانہ عشرہ ہشتم کے اختتام کے شروع کا تھا۔ جب کہ الگ میکڈائل اس
شہرت کو نہ پہنچے تھے جو ان کو اب حاصل ہے۔ وہ اگرچہ نوجوان تھے لیکن محکمہ تفتیش
کے معتبر افسر تھے۔ جنہوں نے اکثر مقدمات زیر تفتیش میں نمایاں کامیابی حاصل کی تھی
ان کے لمبے قد اور گھٹے بدن سے غیر معمولی جسمانی طاقت کا پتا چلتا تھا۔ اور ان کے
بڑے سر گرم اور گہری چمکدار آنکھوں سے اس ذہانت کا پتا چلتا تھا جو ان کی گھنی

ابروؤں سے نکلتی معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایک خاموش اور باریک میں شخص تھے، مزاج میں کسی قدر درشتی تھی اور لہجہ زرا سخت تھا۔ دو مرتبہ ہومز نے ان کو کامیابی حاصل کرنے میں مدد دی تھی اور اس کا معاوضہ ان کے لئے صرف قلبی مسرت تھا۔ اسی وجہ سے وہ بزرگ، ہومز جیسے شوقین ہم پیشہ کی، بہت ہی قدر و منزلت کرتے تھے۔ اس کا اظہار ان کی اس صاف دلی سے ہوتا تھا جس سے وہ ہر شکل میں ہومز سے مشورہ کرتے تھے۔ جو کم طرف ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ، ہومز من دیکرے نیست، لیکن جو طرف عالی رکھتے ہیں وہ دوسرے کی جدت اور ذہانت کو پہچانتے اور مانتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے میک ڈائل کا بھی طرف اتنا عالی تو ضرور تھا کہ وہ ایک ایسے شخص سے مشورہ کرنے میں کبھی شرم نہیں کرتے تھے جو یورپ بھر میں اپنی خداداد قابلیت اور تجربہ کی بنا پر مکتا تھا۔ ہومز دوستی کی طرف زیادہ مائل نہ ہوتے تھے۔ لیکن طول القامت اسکاچ پر ان کی نظر غایت تھی چنانچہ ان کے آنے پر وہ خوشی سے مسکرا دیتے تھے۔

کہنے لگے۔

”مسٹر میک! آپ تو بہت سویرے اٹھنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ خدا کرے آپ کو شکرا اچھا ملے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس صبح خیزی کے معنی کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔“

”اگر آپ ”اندیشہ“ کی بجائے ”امید“ کہتے تو میرے نزدیک زیادہ صحیح ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ تک و دو اس وقت کی شدید سردی کو زرا کم محسوس ہونے دے۔ شکر ہے! میں سگڑ نہیں پیتا۔ مچھکو ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ کیونکہ کسی واردات کے لئے اول اول جو وقت ملتا ہے وہ بہت قیمتی ہوتا ہے۔ اس کو تو آپ سے بڑھ کر اور کون جانے گا۔ ان پیکر دفعہ خاموش ہو گئے اور ایک محویت کے عالم میں میز پر رکھے ہوئے پرزے کو بغور دیکھنے لگے۔ یہ کاغذ وہ تھا جس پر میں نے وہ انوکھا پیام لکھا تھا۔

کہنے لگے (زرا لکنت کے ساتھ) ”وڈ گلس! برسٹون! مسٹر ہومز، یہ کیا ہے

اجی حضرت یہ تو جادو معلوم ہوتا ہے۔ خدارا بتائیے یہ نام آپ کو کہاں سے ملے؟
 ”یہ ایک خفیہ تحریر ہے جس کو میں نے اور ڈاکٹر والسن نے مل کر حل کیا ہے۔ لیکن
 خیر تو ہے۔ یہ تو بتائیے اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟“
 انسپکٹر کبھی مچھکو اور کبھی ہومز کو تخریر کے عالم میں دیکھ رہے تھے۔
 ”حیرت کی بس یہی بات ہے کہ آج ہی صبح برسٹون ٹینر ہاؤس کے مسٹر ڈگلس نہایت
 بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔“

باب دوم

مسٹر شرک ہومز کی گفتگو

یہ وقت ان سنسنی خیز اوقات میں سے تھا جن کے لئے میرے دوست کی زندگی وقف
 تھی۔ یہ کہنا زرا حقیقت سے دور ہو گا کہ اس تخریر خیر خبر نے ان کو صدمہ پھینچا یا یا ان میں
 کسی طرح کا ہیجان پیدا کیا۔ باوجودیکہ ان کے اس انداز میں کسی طرح کی بے رحمی کا شائبہ
 بھی نہ تھا۔ تاہم عرصہ دراز کی فوق العادت مصروفیت نے ان میں بلاشبہ ایک طرح کی
 شقاوت پیدا کر دی تھی۔ یعنی کہ ان کے جذبات پر مردہ ہو گئے تھے۔ مگر ساتھ ہی اس کے
 ان کی ذکاوت اور ذہانت میں بلا کی تیزی آگئی تھی۔ چنانچہ اس مختصر سی خبر نے میرے
 دل میں جو دہشت پیدا کر دی ان کے چہرے میں اس کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ بلکہ ان کا لبثتی
 سکون اور دل چسپی کو ظاہر کرتا تھا گویا وہ ایک کیمیا داں ہیں جو سیر شدہ محلولوں سے قلموں
 کو گرہتا ہوا دیکھ رہا ہو۔ کہنے لگے۔

”خوب! خوب!“

”آپ کو تعجب نہیں ہے“

”دل چسپی ہے مسٹر میک۔ لیکن تعجب بالکل نہیں اور میرے تعجب ہونے کی وجہ؟ میرے پاس ایک گنام اطلاع پہنچی ہے جس کو میں اہم سمجھتا ہوں۔ مجھے خبر دی جاتی ہے کہ ایک شخص کی جان خطرہ میں ہے۔ ایک گھنٹہ کے اندر میں سننا ہوں کہ اس خطرہ نے ایک خارجی شکل اختیار کر لی ہے اور اس شخص کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ بدیں وجہ مجھے دل چسپی ہے۔ لیکن بقول آپ کے تعجب نہیں۔“

چند مختصر سے جملوں میں اس نے انسپکٹ سے کل کیفیت خط اور اس مخفی تحریر کی بیان کر دی۔ میک ڈائل ٹھڈی ہاتھوں پر رکھے بیٹھے تھے۔ ان کی بڑی بھوری بھوئیں مل کر ایک زرد خوشہ بن گئی تھیں۔ کہنے لگے۔

”میں آج برلنٹون جا رہا تھا۔ میں آپ سے یہ دریافت کرنے آیا تھا کہ آیا آپ میرے ساتھ چلنے کی زحمت گوارا کریں گے۔ آپ اور آپ کے دوست دونوں۔ لیکن جو کچھ آپ سے سنا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہمیں لندن میں بیٹھے بہت کچھ کام انجام دے سکتے ہیں۔“

”میرے خیال میں تو نہیں دے سکتے۔“ ہومز نے کہا۔

”مسٹر ہومز۔ گولی ماریٹے اس کو“ انسپکٹر چلانے۔

”ایک ہی دودن کے اندر تمام اخباروں میں اس واقعہ کی دھوم مچ جائے گی۔ لیکن تو اس میں پھر راز کی بات ہی کیا رہی، اگر لندن میں ایک ایسا شخص موجود ہے جس نے وقوع واردات سے قبل ہی اس کی پیشین گوئی کر دی تھی۔ اگر وہ شخص ہمارے ہاتھ آجائے تو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

”بے شک مسٹر میک۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ اس پارک نامی شخص تک رسائی

کی آپ نے کیا تدبیر سوچی؟“

میک ڈائل نے اب اس خط کو پلٹا جو ہومز نے دیا تھا۔
 ”کیم برول میں ڈالا گیا۔ اس سے ہم کو کچھ مدد نہیں ملتی۔ نام جیسا آپ نے فرمایا فر
 ہے۔ بلاشبہ اس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ لیکن آپ نے تو فرمایا تھا کہ آپ نے اس کو
 روپیہ بھیجا۔“

”دو مرتبہ“

”آخر کیسے؟“

”کیم برول ڈاک خانہ میں بذریعہ نوٹ“
 ”تو آپ نے یہ معلوم کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ اس کو لینے کون آتا ہے؟“
 ”نہیں“

اب انسپکٹر نے تعجب سے دیکھا اور زرا ان کو شاق گزرا۔
 ”وجہ؟“

”کیوں کہ میں ہمیشہ اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔ جب اس نے مجھے پہلی مرتبہ لکھا تھا تو
 میں نے یہ عہد کیا تھا کہ اس کی سراغ جوئی نہ کروں گا۔“
 ”تو آپ کا خیال ہے کہ اس کی تہ میں کوئی اور ہے؟“

”خیال کیا معنی یقین ہے۔“

”وہی پروفیسر جن کی بابت آپ نے تذکرہ کیا تھا؟“
 ”ہاں وہی۔“

انسپکٹر میک ڈائل مسکرائے اور ان کی پلکیں پھریں جب وہ ہماری طرف

دیکھ کر بولے۔

”مسٹر ہومز، میں آپ سے چھپانا نہیں چاہتا کہ ہم سی آئی ڈی والے سمجھتے ہیں کہ
 آپ کو اس پروفیسر سے خواہ مخواہ سوء ظنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس معاملہ میں میں نے خود

چند امور دریافت کئے۔ مجھ کو تو وہ ایک شریف لائق اور صاحب فراست شخص معلوم ہوتے ہیں۔

”مجھے خوشی ہے کہ آپ ان کی فراست کے قائل تو ہوئے۔“

”اجی حضرت جو دیکھے گا پہچان جائے گا۔ جب سے میں نے آپ کی رائے سنی تھی میں نے تمہیہ کر لیا تھا کہ ان سے ضرور ملوں گا۔ چنانچہ میں نے گریہ کی نسبت ان سے گفتگو کی۔ گفتگو نے یہ پہلو کیوں ختم کیا میں خود نہیں جانتا۔ لیکن انہوں نے ایک قذیل اور ایک کرہ لے کر ایک منٹ میں مجھے سمجھا دیا۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب مطالعہ کے لئے دی۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ وہ میری فہم سے بالاتر تھی اگرچہ ابرو ڈین میں میں کافی تعلیم پا چکا تھا۔ ان کے ریاضت زدہ بشرے سے ان کے بالوں کی سفیدی سے، ان کے سنجیدہ انداز گفتگو سے تو معلوم ہوتا تھا کہ اگر وہ وزارت کے عہدے پر ہوتے تو بہت کامیاب ہوتے۔ رخصت ہونے کے وقت جب انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک باپ اپنے لڑکے کو اس سرد مہر اور بے رحم دنیا میں داخل ہونے سے پہلے ہدایتیں اور دعائیں دے رہا ہے۔“

ہومز زیر لب مسکرائے اور ہاتھ ملنے اور کہنے لگے۔

”خوب۔ بہت خوب۔ اچھا جناب میک ڈائل صاحب یہ تو فرمائیے کہ یہ دل خوش کن اور پُر اثر ملاقات کہاں ہوئی؟ غالباً پروفیسر کے مطالعہ خانہ میں ہوئی ہوگی؟“

”جی ہاں“

”وہ ایک بہت اچھا کرہ ہے نا؟“

”واقعی مسٹر ہومز۔ بہت عمدہ بہت خوب صورت“

”آپ ان کے لکھنے کی میز کے سامنے بیٹھے ہونگے؟“

”جی ہاں“

”آپ کے چہرے پر روشنی ہوگی اور ان کا چہرہ زرا تاریکی میں ہوگا؟“
 ”جواب شام کا وقت تھا لیکن مجھے یاد ہے کہ لمپ کی روشنی میرے چہرے پر تھی“
 ”ضرور ہوگی۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ پروفیسر کے سر کے اوپر کوئی تصویر تھی؟“
 ”مسٹر ہومز۔ میری نگاہ سے چیزیں کم بختی ہیں۔ غالباً یہ آپ ہی کی صحبت کا نتیجہ ہے
 ہاں میں نے ایک تصویر دیکھی تھی جس میں ایک جوان عورت ہاتھ پر سر رکھے اس طرح کھڑی
 تھی گویا کہ دیکھنے والے کی طرف لات مار رہی ہے“
 ”اس تصویر کو جین بیٹے گروز نے بنایا تھا“

انہی کٹنے والی حسی کا اظہار کرنا چاہا۔ اب ہومز نے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر اور
 کرسی پر دراز ہو کر کہنا شروع کیا۔

”جین بیٹے گروز ایک فرانسیسی نقاش تھا جس کا زمانہ مابین ۱۷۵۰ء اور
 ۱۸۰۰ء کے تھا۔ میں اس کے عروج کے زمانہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ حال کے نقاد ان فن نے
 اس رائے کی تصدیق کی ہے جو اس کے ہم عصروں نے اس کے کمال کی نسبت قائم
 کی تھی“

انہی کٹنے والی آنکھوں سے بے چینی ظاہر ہونے لگی کہنے لگے ”اس سے بہتر ہوتا“
 ہومز نے قطع کلام کر کے کہا ”ہم بہتر ہی کر رہے ہیں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا
 تعلق آپ کے اربسٹون سے براہ راست اور اہم ہے۔ بلکہ میرے خیال میں تو اس کو
 اس راز کا مرکز کہئے تو بجا ہے“

میک ڈائل کسی قدر مسکرائے اور استصواباً میری طرف دیکھ کر کہنے لگے
 ”مسٹر ہومز۔ آپ کے خیالات کی رفتار زرا میرے لئے تیز ہے۔ آپ دو ایک پیچ
 کی کڑیاں چھوڑ دیتے ہیں اور میں وہیں رُک جاتا ہوں۔ خدا را تبارکے کہ اس فوت شدہ
 نقاش میں اور حادثہ برسٹون میں تعلق ہی کیا ہے“

ہومز نے جواب دیا ” ہر قسم کی معلومات ایک مفقوش کے لئے سود مند ہونی چاہئے
صرف اتنی ہی سی بات کہ ۱۸۶۵ء میں گروز کی ایک تصویر پورٹلیس تین چار ہزار پونڈ
سے کم میں نہ فروخت ہوئی، دماغ میں ایک سلسلہ خیالات پیدا کر دینے کے لئے کافی تھی“
یہ ظاہر یہ سلسلہ خیالات اس نے پیدا کر دیا۔ اب انسپکٹر کو حقیقتاً دل چسپی پیدا
ہو گئی تھی۔ ہومز نے پھر شروع کیا :

” میں آپ کو یاد دلاتا چاہتا ہوں کہ پروفیسر کی تنخواہ کئی مستند کتابوں سے
معلوم ہو سکتی ہے۔ ان کی یافت ساتھ ساتھ پونڈ سالانہ ہے“
” تو وہ خرید کیسے کئے تھے“

” بالکل صحیح۔ ہاں دیکھئے تو ؟“

” واقعی یہ تو آپ نے خوب بات نکالی۔ اچھا اب کہے جائیے۔ اب تو میں بھی
دل دادہ ہوتا جاتا ہوں۔ نہایت خوب ہے“

ہومز مسکرائے۔ سچی اور صحیح تعریف سے وہ ہمیشہ خوش ہوا کرتے تھے۔ ایک
استاد فن کی یہی خصوصیت ہوتی ہے۔ پوچھا :
” کہئے اب برلٹون کی کیا رہی ؟“

انسپکٹر نے گھڑی دیکھ کر کہا ” دروازہ پر ایک گھنٹی موجود ہے اور وکٹوریہ اسٹیشن
تک پھینچنے کے لئے بہت سے بہت بیس منٹ و کار ہونگے۔ لیکن ہاں اس تصویر کی
نسبت۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے پروفیسر مورٹی سے کبھی
ملاقات نہیں کی۔“

” نہیں کبھی نہیں کی“

” تو ان کے کمروں کی بابت آپ کو کیسے علم ہوا ؟“

” اونٹھ، یہ بات دوسری ہے۔ میں تین مرتبہ ان کے کمروں میں گیا ہوں۔ دو مرتبہ

گڑھی جزیرہ بن جاتی تھی۔ اس واقعہ کا تعلق برادہ است ہمارے۔ از سر بستہ سے تھا۔ جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔

جب ڈگلس خاندان کے قبضہ میں یہ مکان آیا تو اس کی حالت بہت خستہ تھی اور قریب تھا کہ گر جائے۔ اس خاندان میں صرف دو فرد تھے یعنی جان ڈگلس اور اس کی بیوی۔ ڈگلس، سیرت اور صورت کے لحاظ سے ممتاز شخص تھا۔ عمر اس کی قریب پچاس کے تھی۔ چہرے سے نچنگی عیاں تھی۔ موچھیں چھوٹی تھیں۔ جسم میں اب تک جوانی کی ہستی و طاقت باقی تھی۔ وہ بہت ہی ملتسار اور خوش مزاج تھا، لیکن ذرا اخلاقی میں کچھ کسر تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندگی کے ایسے رتوں سے بھی واقف ہے جو سکس کی زندگی سے بھی کمتر درجہ رکھتے تھے۔ تاہم اگرچہ اس کے تعلیم یافتہ پڑوسی اس پر خاموشی اور جس کی نگاہیں ڈالتے تھے، گاؤں والوں میں بہت ہی ہر دل عزیز ہو گیا تھا، ان کے تمام مقامی کاموں میں دل کھول کر چتہ دیتا اور ان کے تفریحی جلسوں اور دیگر محفلوں میں برابر شریک رہتا تھا اور چوں کہ اس کی آواز کسی قدر بلند تھی، وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ گانے کے لئے تیار رہتا تھا۔ روسیہ کی اس کے پاس کثرت معلوم ہوتی تھی۔ جس کی نسبت خیال تھا کہ اس نے کیلیفورنیا کے سونے کی کانوں میں یہ دولت حاصل کی تھی۔ اس کی اور اس کی بیوی کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ امریکہ میں گزارا ہے۔ اپنے پڑوسیوں میں جو شہرت اس نے اپنی دریا دلی اور خوش اخلاقی سے پیدا کر لی تھی، اس میں اس کے نڈر ہونے نے اور بھی اضافہ کر دیا۔ اگرچہ وہ شہ سوار نہ تھا، تاہم ہر موقع پر پھینچتا اور بڑے بڑے سواروں کے مقابلہ سے بھی گریز نہ کرتا۔ ایک مرتبہ جب گر جا میں آگ لگی اور مقامی آگ رسالہ اس کے بچھانے سے عاجز رہا تو اس نے نہایتی نے حکوی سے مکان میں داخل ہو کر مال و اسباب بچایا۔ یہی وجہ تھی کہ پانچ برس

کے اندر ہی جان ڈگلس نے کافی شہرت پیدا کر لی تھی۔

اس کی بیوی بھی، ان کے ملاقاتیوں میں مشہور ہو گئی تھی۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ غیر علاقے کے ایسے شخصوں کے پاس ملاقات کے لئے لوگ کم آتے تھے، لیکن وہ خاتون اس کا کچھ زیادہ خیال نہ کرتی تھی، کیوں کہ وہ طبعاً گوشہ نشین تھی اور بہ ظاہر اپنے شوہر اور اپنے خانگی امور میں ہی مصروف رہتی تھی۔ لوگ اس سے اتنا واقف تھے کہ وہ انگریز تھی، مسٹر ڈگلس سے جو اس وقت رنڈوے تھے۔ اس کی ملاقات لندن میں ہوئی تھی۔ اس وقت وہ خوش اندام، دراز قد، گندم گوں اور نازک بدن تھی، اپنے شوہر سے وہ بیس برس چھوٹی تھی، لیکن اس فرق نے ان کی خانگی زندگی میں کوئی فرق پیدا نہیں کیا۔ بسا اوقات وہ لوگ جو ان کی ملاقات سے زیادہ واقف تھے یہ کہتے تھے کہ ان دونوں میں کامل اتحاد نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں کہ وہ خاتون اپنے شوہر کے ماضی کی نسبت ہمیشہ خاموش سی رہتی تھی یا جیسا کہ گمان غالب ہے اس کو واقفیت ہی نہ تھی۔ بعض باریک بین یہ بھی کہتے تھے کہ اکثر اوقات مسٹر ڈگلس بہت بے چینی اور ناشائستگی کا اظہار کرتی تھیں۔ خصوصاً اس وقت جب کہ ان کے شوہر باہر جا کر واپسی میں دیر کرتے تھے۔ دیہات میں جہاں ہر طرح کی خبریں جلد پھیلتی ہیں، قلعہ والی سلیم کی یہ کمزوری بھی زباں زد تھی اور مابعد کے واقعات نے تو اس کی یاد لوگوں کے دلوں میں اودھ بھی تازہ کر دی۔

اس مکان میں ایک شخص اور بھی تھا، جو اگرچہ اس مکان میں مستقلاً نہیں رہتا تھا تاہم وقوع واردات کے وقت اس کی موجودگی نے لوگوں کی نظروں میں اس کو پیش پیش کر دیا۔ اس شخص کا نام سے سل جمیس بارکر تھا۔ یہ ہمس ٹیڈ بین ہیلنس لاج میں رہتا تھا۔ دراز قد اور نرم اعضا والے سے سل بارکر کو برسٹون کی گلیوں میں ہر جانا تھا۔ کیوں کہ وہ میزباؤس میں اکثر و بیشتر آتا رہتا تھا، اس وجہ سے اس پر

اور بھی نکاہیں اٹھتی تھیں کہ ڈگلس کی گزشتہ زندگی کا دوست موجودہ حوالی میں اگر کوئی تھا تو وہ بارگر ہی تھا۔ بارگر کے انگریز ہونے میں کسی کو شبہ نہ تھا۔ لیکن اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ ڈگلس سے اس کی ملاقات پہلے امریکہ ہی میں ہوئی تھی اور نیز یہ کہ وہاں ان دونوں میں بہت گہری دوستی تھی۔ اس کے پاس بھی دولت کافی تھی اور وہ ناکتہ تھا۔ عمر میں تو ڈگلس سے چھوٹا تھا، کوئی پینتالیس برس کا ہوگا۔ وہ دراز قد، کشادہ سینہ، پہلوان صورت شخص تھا، بھوس گھنی، سخت اور سیاہ تھیں اور آنکھیں ایسی سیاہ اور تیز کہ دشمنوں کا پتلا پانی ہو۔ نہ اس کو سواری آتی تھی نہ وہ شکار میں حصہ لیتا تھا، بلکہ چرٹ مٹھ میں دبائے چاروں طرف دیہات کے، اپنے میزبان یا اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کے ساتھ گھوما کرتا تھا، خالسا مان آمس کہتا تھا کہ ”وہ خوش باش اور کشادہ دست تھے لیکن ان کو ناراض کرتے ہوئے مجھے خوف معلوم ہوتا تھا“ ڈگلس سے ان کے بہت بے تکلفی کے مراسم تھے اور یہی حال ان کی اہلیہ سے بھی تھا جس پر ایک سے زیادہ مرتبہ صاحب خانہ نے اشاروں میں اظہار ناراضی کیا، جس کو ملازمین بھی محسوس کرتے تھے۔ وقوع واردات کا وقت اس گھرنے میں تیسرے بزرگوار ہی حضرت تھے۔ اس کے علاوہ اس قدیم عمارت کے بہت سے ملازمین میں سے چند کا ذکر کافی ہوگا۔ بالخصوص آمس اور مسز ایلین کا۔ آمس ایک چست و چالاک، شریف صورت اور ہوشیار شخص تھا۔ مسز ایلین ایک خوش مزاج اور مطیع عورت تھی جو اپنی مالکہ کو امور خانہ داری میں بہت مدد دیتی تھی۔ اس کے علاوہ جو چھ عدد ملازم تھے ان کا تعلق ہر جنوری کی شب کے واقعات سے نہیں ہے۔

پونے بارہ بجے تھے جبکہ واردات کی اطلاع مقامی ٹھانہ میں کی گئی جس کے جائزہ دار سارجنٹ ولسن تھے۔ سبیل بارگر بہت گھبرائے ہوئے دروازہ کی طرف نپکے اور بہت زور سے گھنٹی بجائی۔ منیر ہاؤس میں ایک واقعہ ہالہ ہو گیا۔ مسٹر

جان ڈگلس مارے گئے۔" یہ تھا ان کی اطلاع کا خلاصہ۔ وہ فوراً مکان واپس آئے اور چیمبر منٹ بعد سار جینٹ صاحب بھی آگئے جو موقع پر بارہ بجے کے کچھ ہی بعد آئے آئے افسران بالا کو اطلاع کرتے آئے تھے کہ کوئی سنگین معاملہ ہے۔

مینر ہاؤس پھینچنے پر سار جینٹ نے پل گرداں کو نیچا پایا، کھڑکیاں روشن دیکھیں اور سارے گھر کو سرسہنگلی اور پریشانی میں مبتلا پایا۔ سفید رو ملازم ہال میں ڈرکے ہار جمع ہو رہے تھے اور خوف زدہ خان ماں دروازہ پر کھڑا کف افسوس تل رہا تھا۔ صرف سے سل بار کو ہی جذبات کو قابو میں کئے اپنے کو سنبھالے ہوئے نظر آتے تھے انہوں نے ہی دروازہ کھولا اور اشارہ سے سار جینٹ کو بلایا۔ اس وقت مقامی ڈاکٹر وڈ بھی پہنچ گئے، جو ایک نوجوان اور قابل آدمی تھے۔ اس منجوس کمرے میں یہ تینوں شخص ایک ساتھ داخل ہوئے، ان کے پیچھے ڈرکے مارا خانساں بھی داخل ہوا جس نے پھر دروازہ بند کر لیا تاکہ ماٹوں کی نظر سے وہ خونی منظر پوشیدہ رہے۔

متوفی کی لاش کمرے کے وسط میں ہاتھ پھیلائے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر شب خوالی کے کپڑوں کے اور ایک کوٹ تھا۔ اس کے برہنہ پیروں میں فرسی جوتیاں تھیں، ڈاکٹر اس کے اوپر چٹکا اور دستی شمع لے کر اس کو بغور دیکھنے لگا۔ پہلی ہی نظر میں اس کو معلوم ہو گیا کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ اس شخص کے زخم بہت بری طرح لگے تھے۔ اس کے سینے پر ایک عجیب ہتھیار تھا جو ایک چرند مار بندوق تھی۔ لیکن جس کی نال کچھ تر اش دی گئی تھی۔ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ بندوق بہت نزدیک سے سر کی گئی تھی، اس لئے سارے کا سارا فیر چہرے پر پڑا جس سے سر پاش پاش ہو گیا۔ بندوق کے دونوں گھوڑے ایک ساتھ تار سے بندھے تھے تاکہ

بہ یک وقت دونوں نالوں سے فیر زیادہ ہلک ہو جائے۔

دیہاتی سر جینٹ بے چارہ اس طرح ایک اہم ذمہ داری اپنے اوپر آئے دیکھ کر

بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ اس مہیب سر کی طرف خوف سے دیکھتے ہوئے دبی زبان سے اس نے کہا:

”جب تک میرے افسر نہ آئیں یہاں کی کوئی چیز چھوئی نہ جائے“
 ”اب تک کسی چیز کو بھی نہیں چھڑا گیا ہے آپ مطمئن رہیں۔ جیسا میں نے پایا
 ویسا ہی آپ کے پیش نظر ہے“ سے سل بار کرنے کہا۔

”یہ کب ہوا؟“ سارجنٹ نے اب اپنی بیاض نکالی۔
 ”ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے تھے، میں نے کپڑے بھی نہ اتارنا شروع کئے تھے
 جب میں نے آواز سنی تو میں اپنے کمرے میں آتش دان کے قریب بیٹھا تھا۔ آواز
 بہت زور کی نہ تھی، وہ دبی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں فوراً بھاگا۔ میرے
 خیال میں تیس سکند بھی نہ گزرے ہونگے کہ میں وہاں پھینچ گیا“
 ”کیا دروازہ کھلا تھا؟“

”ہاں کھلا تھا۔ ڈگلس بے چارے اسی طرح پڑے ہوئے تھے جیسا کہ آپ اب
 دیکھ رہے ہیں۔ ان کے خواب گاہ کی شمع میز پر چل رہی تھی۔ میں نے ہی چینڈ منٹ
 بعد لمپ جلایا تھا“

”آپ نے کسی کو دیکھا بھی تھا؟“
 ”نہیں۔ میں نے مسز ڈگلس کو زینہ پر اپنے پیچھے آتے دیکھا تھا اس لئے
 میں لیک کر ان کے پاس پھینچا تا کہ اس جانکاہ منظر کے دیکھنے سے انھیں باز رکھوں
 مسز ایلن آئی اور ان کو اپنے ساتھ لے گئی۔ اتنے میں آئس بھی آچکا تھا اور
 پھر ہم دونوں دوڑ کر کمرے میں آگئے“

”لیکن میں نے تو سنا ہے کہ پل گرواں رات بھر اٹھا رہا ہے؟“
 ”ہاں میرے نیچا کرنے سے پہلے وہ اٹھا ہی تھا“

” تو کسی قاتل کا نکل جانا کیسے ممکن تھا؟ یہ تو بالکل بعید از قیاس ہے۔ مسٹر ڈگلز نے خود کشتی کر لی ہوگی۔“

” ہمارا بھی پہلا خیال ہی تھا، لیکن زرا اس کو دیکھئے۔“ بار کرنے پر وہ ہٹایا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ لمبی اور شیشہ لگی کھڑکی پوری کھلی ہوئی تھی۔ زرا اسے دیکھئے۔“ اس نے لمب کو نیچے کیا۔ روشنی لکڑی کے تختہ پر ایک خون کے دھبہ پر پڑی جو کسی جوتے کے ٹکڑے کا معلوم ہوتا تھا۔

” باہر نکلتے وقت یہاں کوئی کھڑا ہوا تھا؟“
” آپ کا مطلب ہے کہ خندق تیر کے کوئی نکل گیا؟“

” جی ہاں۔“

” تو جس وقت آدھے منٹ بعد آپ کمرے میں داخل ہوئے تو قاتل اس وقت

پانی میں تھا۔“

” بے شک۔ کاش کہ میں کھڑکی پر پھینچ جاتا۔ لیکن اس پر پردہ پڑا تھا، اس لئے مجھے اس کا خیال بھی نہ آیا۔ تب میں نے مسٹر ڈگلز کے قدم کی آواز سنی۔ میں ان کو کمرے میں آتے نہیں دے سکتا تھا، ان کے لئے یہ بہت ہول ناک تھا۔“

” بہت ہی ہول ناک۔“ ڈاکٹر نے کہا اور جھجک کر اس شکستہ سر کو اور زخموں کو دیکھنے لگے۔ ” برلنڈون کی ریل کے حادثے کے بعد سے میں نے ایسے زخم نہیں دیکھے۔“ سارجنٹ جس کا گندوہیالی ذہن ابھی تک اس کھلی کھڑکی میں الجھا ہوا تھا کہنے لگا:

” لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ کہنا بجا ہے کہ ایک آدمی خندق تیر کے نکل گیا لیکن میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ پل کے اٹھے ہونے کی صورت میں کوئی شخص مکان میں داخل کیسے ہوا؟“

”یہی تو سوال ہے“ بار کرنے کہا۔

”کتنے بجے وہ اٹھایا جاتا تھا؟“

”ہمیشہ چھ بجے“ آمس نے جواب دیا

”میں نے سنا ہے“ سارجنٹ نے کہا کہ ”پل عموماً غروب آفتاب پر اٹھ جاتا

تھا۔ اس موسم میں اس کے معنی ساڑھے چار بجے ہوتے“

”مسٹر ڈگلس کے پاس چند مہمان تھے“ آمس نے کہا۔ ”ان کے جانے تک میں

اٹھانہ سکتا تھا، اس کے بعد خود میں نے اس کو چڑھا دیا“

”تو اب صورت حالات یہ ہے“ سارجنٹ نے کہا ”اگر کوئی شخص باہر سے آیا ہے؟“

تو پل برسے چھ بجے سے پہلے ہی اتر گیا ہوگا اور اس وقت سے چھپا بیٹھا ہوگا، یہاں تک

کہ مسٹر ڈگلس گیارہ بجے کے بعد کمرے میں آئے“

”جی ہاں۔ مسٹر ڈگلس ہر رات مکان کا چکر لگایا کرتے تھے اور سب سے آخر میں

یہ دیکھا کرتے تھے کہ روشنیاں بھیک جل رہی ہیں یا نہیں۔ اسی وجہ سے وہ ادھر آئے

قاتل انتظار میں تھا اور فوراً گولی مار دی۔ پھر گھر کی سے نکل بھاگا اور اپنی بندوق

چھوڑتا گیا۔ میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے۔ اس کے علاوہ واقعات کے مطابق کوئی اور

بات نہیں معلوم ہوتی“

سارجنٹ نے ایک کارڈ جو فرس پر لاش کے پاس پڑا تھا اٹھایا۔ دو حرف

’و۔ و‘ اور نیچے نمبر ۳۴۱ روشنائی سے تحریر تھے۔ ”یہ کیا ہے؟“ اس کو

اٹھا کر اس نے پوچھا۔

بار کرنے تجسس کی نگاہ ڈالی اور کہا۔

”میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا۔ قاتل ہی اس کو چھوڑ گیا ہوگا“

سارجنٹ اس کو اپنی انگلیوں میں گھماتا رہا۔ ”و۔ و سے کیا مطلب؟ کسی کا

نام؟ ممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ نے کیا پایا؟
 وہ ایک اچھا خاصہ ہتھوڑا تھا جو آتش دان کے سامنے درمی پر پڑا ہوا تھا
 سے سل بار کرنے کیلئے ایک ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگے۔

”مسٹر ڈگلس کل ان تصویروں میں ردوبدل کر رہے تھے۔ میں نے خود ان کو
 اُس کرسی پر کھڑے ہو کر تصویر لگاتے دیکھا تھا۔ ہتھوڑا اسی لئے تھا۔“
 ”تو ہتھوڑے سے کہ جہاں پایا وہیں پھر رکھیں۔“ سارحبت نے سر کھجا کر کہا:
 ”اس معاملہ کی تہ تک پھینچنے کے لئے کسی ماہر ہی کی ضرورت ہے۔ دیکھئے گا کہ
 یہ لندن تک ہی پہنچ کے رہے گا۔“

اُس نے شمع اٹھالی اور کمرے کے چاروں طرف پھرنے لگا کھڑکی کا پردہ ایک
 طرف ہٹا کر بوجھا۔ ”ہاں! یہ تو بتائے کہ یہ پردے کس وقت گرائے جاتے تھے؟“
 ”جب کہ لمپ روشن ہوتے تھے۔“ خاستمان نے کہا ”یہی کوئی چار بجے

کے بعد ہی۔“

”کوئی نہ کوئی یہاں ضرور آکر چھپا ہے۔“ اس نے روشنی نیچی کی اور کونے
 میں کچھ کے نشانات دیکھے۔ ”مسٹر بارکر، آپ کے خیال کی تو اس سے تائید ہوتی
 ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص چار بجے کے بعد مکان میں داخل ہوا، جب کہ یہ پردے
 بھی گرے ہوئے تھے اور چھ بجے سے پہلے جب کہ پل اٹھایا گیا وہ اسی کمرے میں آ گیا
 کیوں کہ یہی سب سے پہلا کمرہ اس کو ملا۔ چھپنے کے لئے اس کو کوئی اور جگہ ملی ہی نہیں۔
 اس لئے وہ اس پردے کے پیچھے دیکھا گیا۔ یہاں تک تو صاف ہے۔ ممکن ہے کہ
 اس کا اول خیال چوری کا ہو لیکن مسٹر ڈگلس اتفاق سے آنکھ لے اس لئے اس نے
 اُن کو قتل کر دیا اور بھاگ گیا۔“

”میں بھی ہی سمجھتا ہوں“ بارکر نے کہا ”لیکن میرے خیال میں یہاں بہت

قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم چل کر تمام اطراف میں تلاش کریں۔
 شاید ابھی وہ بہت دور نہ گیا ہو گا۔
 سارجنٹ نے ایک لمحہ غور کیا۔

”چھ بجے صبح سے پہلے کوئی ریل گاڑی نہیں جاتی۔ اس لئے ریل سے تو وہ
 بھاگ نہیں سکتا۔ اگر وہ سڑک سڑک گیا ہے تو اس کی بھسکی بھسکی ٹانگوں کے ہوتے ہوئے
 اس کو کسی نہ کسی نے ضرور دیکھا ہو گا۔ بہر حال جب تک میرے فائر نہ آجائیں میں یہاں سے
 ہٹ نہیں سکتا۔ اور میرے خیال میں آپ لوگوں میں سے بھی کوئی نہ جائے جب تک ہم
 اچھی طرح اس کو سمجھ نہ لیں۔“

ڈاکٹر پلے کر سارے جسم کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔
 ”یہ نشان کیسا ہے؟“ اس نے پوچھا ”کیا اس حادثہ سے اس کو کوئی تعلق ہے؟“
 مردہ شخص کا دایاں ہاتھ کہنی تک آستین سے باہر نکلا ہوا تھا اس کے وسط میں
 ایک عجیب بھوری شکل کا مثلث ایک دائرے میں بنا ہوا تھا۔ جو سفید چمڑے پر صاف
 نظر آتا تھا۔

”یہ گدا ہوا نہیں ہے“ ڈاکٹر نے بہ غور دیکھ کر کہا ”اس سے پہلے میں نے
 ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ اس شخص کے ہاتھ پر یہ مارکہ ایسے ہی داغا گیا ہے جیسے
 مولتیوں کو داغتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟“
 ”میں اس کے مطلب سے تو آگاہ نہیں“ بار کرنے کہا ”البتہ ڈگلس کے
 پر میں نے دس برس سے برابر دیکھا ہے۔“

”اور میں نے بھی دیکھا ہے“ خانسا ماں نے کہا۔ ”جب کبھی سرکار نے آستین
 چڑھائی تو میں نے یہ مارکہ دیکھا تھا مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا تھا کہ یہ ہے کیا؟“
 ”تو اس حادثہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں“ سارجنٹ نے کہا۔ ”تاہم یہ ایک

انوکھی چیز ہے اور اس واردات کا تو ہر ہلو نزالا ہے۔ کہو اب کیا گل کھلا؟
 خانسا ماں حیرت سے چلا اٹھا اور لاش کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔
 ”ان کی عروسی انگوٹھی بھی لے گئے؟“

”کیا؟“

”جی ہاں، سرکار ہمیشہ اپنی سادی سونے کی انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی
 میں پہنا کرتے تھے وہ نگ دار انگوٹھی اس سے اوپر تھی اور یہ بیچ دار انگوٹھی تیسری
 انگلی میں پہنتے تھے۔ نگ والی اور بیچ دار تو ہے لیکن وہ عروسی غائب ہے۔“
 ”ہاں ٹھیک کہا۔“ بار کر بولے۔

”کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ عروسی انگوٹھی دوسری کے نیچے رہتی تھی؟“
 ”ہمیشہ۔“

”تو قابل نے یا جو کوئی بھی ہو اس نے پہلے یہ نگ والی انگوٹھی اتاری، پھر
 عروسی اور پھر نگ والی پہنا دی۔“
 ”جی ہاں۔“

اس قابل قدر دیہاتی سرحد نے سر ملایا اور کہنے لگا۔

”میری رائے میں تو جس قدر جلد لندن سے امداد آئے بہتر ہے۔ وہاٹ مسین
 بہت ہوشیار آدمی ہیں۔ کسی مقامی واردات میں وہاٹ مسین کبھی ناکام نہیں
 رہے۔ بہت عرصہ نہیں گزرے گا کہ وہ بھی آ موجود ہوں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ
 بالآخر ہم کو لندن سے رجوع کرنا پڑے گا۔ کچھ بھی ہو میں یہ کہتے نہیں شرماتا کہ مجھ جیسا
 کے لئے یہ بہت سنگین ہے۔“

پوٹھاباب

تاریکی

صبح کے تین بجے سسکس کا سراغ رساں برلستون کے سارجنٹ ولسن کی ضروری درخواست پر صدر مقام سے ایک سبک گاڑی میں مٹھنچا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کو پونے چھ بجے کی گاڑی سے اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ برلستون کے اسٹیشن پر ہمارے استقبال کے لئے بارہ بجے کی ریل پر موجود تھاٹرڈوائٹس میں ایک خاموش سے خوش رو آدمی تھے۔ ڈھیلے کپڑے زیب بدن تھے، چہرہ پر سرخی تھی اور داڑھی بہت صاف منڈھی ہوئی تھی، بدن گٹھا تھا، پنڈلیاں بہت مضبوط جن پر گیس چڑھی ہوئی تھی، دیکھنے سے کسان معلوم ہوتے تھے، یا شکاری، سب ہی کچھ معلوم ہوتے تھے، لیکن سراغ رساں ہونے کا تو ثابہ تک نہ تھا۔ بار بار کہتے تھے:

”مسٹر میک ڈائل، یقین جانئے کہ یہ ایک نامعقول سی واردات ہے۔ جب اجبار والے اس کو سمجھیں گے تو ڈیڑیوں کی طرح نازل ہوں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان کے آنے اور دخل در معقولات دینے سے پہلے ہی ہم اس قصبے کو ختم کر لیں گے۔ میری یاد میں تو کوئی ایسا واقعہ گزرا نہیں۔ مسٹر ہومز، اگر میں غلطی نہیں کرتا تو آپ کے لئے بھی اس میں بہت کچھ مواد ہے۔ اور جناب ڈاکٹر وائٹسن صاحب آپ کے لئے بھی کیوں کہ ختم ہونے سے پہلے ڈاکٹروں کی بھی کچھ رائے لی جائے گی۔ آپ کے قیام گاہ دست ڈائل ارس میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور جگہ ہی نہیں تھی۔ لیکن میں نے سنا ہی کہ وہ جگہ صاف اور اچھی ہے۔ یہ آدمی آپ کا اسباب لے لے گا۔ آئیے۔ آپ لوگ اس طرف تشریف لائیے۔“

سیکس کا یہ سراغ رساں بہت ہی خوش مزاج آدمی تھا۔ دس منٹ میں ہم اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ اور دس منٹ بعد ہم سرائے کے چاء خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری سماعتی ضیافت گزشتہ ابواب کے واقعات سنا کر کی جا رہی تھی میک ڈائل کبھی کبھی کچھ لکھ لیتے تھے اور مسٹر ہومز بالکل محو تھے، ان کے ہرے کا انداز متعجبانہ اور مودبانہ تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نباتاتی کسی نادر الوجود اور بیش بہا نباتات کو دیکھ رہا ہے۔ جب قصہ ختم ہو چکا تو وہ کہنے لگے:

”عجیب اور بہت ہی عجیب! مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں پڑتا جس کا پہلو ایسا انوکھا ہو“

وہاٹ میں نے خوش ہو کر کہا ”مسٹر ہومز! میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ آپ ایسا کہیں گے سیکس میں ہم لوگ تو خاصے کامیاب رہتے ہیں۔ اب میں نے آپ سے وہ واقعات من وعن بیان کر دیئے ہیں جو سارجنٹ ولسن سے جائزہ لیتے وقت تین اور چار بجے کے درمیان تک وقوع پزیر ہوئے۔ میں نے گھوڑے کو بھی تھکا دیا حال آں کہ ایسی جلدی کی مجھے کوئی ضرورت نہ تھی کیوں کہ میں کوئی فوری کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ سارجنٹ ولسن کو تمام واقعات معلوم تھے۔ میں نے ان کو سنا اور ان کی تصدیق کی، ان پر غور کیا اور ایک آدھ بات اپنی طرف سے اضافہ کی“

ہومز نے شوق سے پوچھا ”وہ کیا باتیں تھیں؟“

”سنئے۔ سب سے پہلے میں نے ہتھوڑے کی جانچ کرائی۔ ڈاکٹر وڈ نے اس میں میری مدد کی۔ اس پر کوئی علامت ضرب کی نہ تھی۔ مجھے یہ خیال تھا اگر مسٹر ڈگلس نے اپنی حفاظت میں اس ہتھوڑے کو استعمال کیا ہوگا تو ضرور فرسٹ پر گرنے سے پہلے کوئی نہ کوئی نشان قاتل کا اس پر رہ گیا ہوگا۔ لیکن میں نے اس پر کسی قسم کا سراغ نہ پایا۔“

”اس سے تو کچھ ثابت نہیں ہوتا“ انسپکٹر میک ڈائل بولے ”بہت سے واقعات میں ہتھوڑے سے قتل ہوا ہے لیکن ہتھوڑے پر کوئی نشان نہ پایا گیا“

”بجائے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ استعمال نہیں کیا گیا۔ البتہ اگر اس پر داغ ہوتے تو ہم کو مدد ملتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کسی قسم کا بھی دھبہ نہ تھا۔ پھر میں نے بندوق کو دکھایا بھالا۔ اس میں چرندمار کارٹوس تھے اور بقول سارجنٹ ولسن دونوں گھوڑے ایک ساتھ بندھے تھے کہ اگر ایک کو چھوڑ دو تو دونوں کارٹوس فیر ہو جائیں تھے۔ جس کسی نے بھی ان دونوں کو بانڈھا اس کا غشا یہ تھا کہ اسے ہدف کو بچنے کا کوئی موقع نہ دے۔ یہ کٹی ہوئی بندوق ۲ فٹ سے زیادہ لمبی نہ ہوگی۔ ہر شخص کوٹ کے نیچے آسانی سے چھپا سکتا تھا۔ اس پر بنانے والے کا پورا نام بھی نہ تھا۔ لیکن دونوں نالوں کے بیچ میں صرف ”پن“ کھدا ہوا تھا۔ باقی نام مٹ گیا تھا“

اس پر شرک ہو مرنے پوچھا:

”پ، جلی حرف میں ہوگا اور نعتوں کے ساتھ ہی زیر بھی لگا ہوگا۔ اور نوں زرا ہلکے فلم سے لکھا ہوگا“

”جی ہاں“

”پنسلوینیا کارخانہ اسلحہ سازی مشہور امریکی کارخانہ ہے“ ہو مرنے کہا۔ وہاٹ میسن نے میرے دوست کی جانب حیرت سے اس طرح دیکھا کہ گویا ایک دیہاتی ڈاکٹر شہر کے کسی ماہر فن کی طرف دیکھتا ہے کہ کس طرح صرف ایک لفظ سے وہ مشکلیں حل ہو جاتی ہیں جو اس بیچارے کے دماغ کو پریشان کر رہی تھیں۔

”اس سے تو بڑی مدد ملے گی۔ آپ کا قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن واقعی آپ نے تو کمال کیا۔ کیا دنیا بھر کے اسلحہ سازوں کے نام آپ کو یاد ہیں؟“

ہو مرنے کی طرف ایک جنبش نے اس کا جواب دیا۔

”بے شک یہ امریکن پرند مار بندوق ہے“ وہاٹ میسن نے اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ”میں نے بھی کہیں لکھا دیکھا ہے کہ امریکہ کے بعض حصوں میں ایسی بریدہ بندوق استعمال کرتے ہیں۔ نال پر نام دیکھے بغیر میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا پس ہم کو اس سے اتنی شہادت ملتی ہے کہ جو شخص مکان کے اندر آیا اور جس نے مالک مکان کو قتل کیا وہ امریکن تھا“

میک ڈائل نے سر ہلایا۔ کہنے لگے ”اجی حضرت۔ آپ تو ہوا سے باتیں کرنے لگے مجھے تو کوئی شہادت ایسی نہیں ملی جس سے یہ پتا لگے کہ کوئی اجنبی مکان کے اندر آیا بھی تھا“

”کھلی کھڑکی، چوکھٹ پر خون، وہ انوکھا کارڈ، کونے میں جوتے کے نشان، یہ بندوق؟“

”ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو پہلے سے نہ ترتیب دی جاسکے۔ مسٹر ڈگلز خود امریکن تھے یا عرصہ تک امریکہ میں رہے تھے۔ اسی طرح مسٹر بارکر بھی۔ تو اب امریکی طریقوں پر واردات کے لئے باہر سے کسی امریکن کے وجود کو فرض کرنے کی کیا ضرورت؟“

”آس خان اماں —“

”اس کی نسبت کیا؟ کیا وہ معتبر ہے؟“

”دس برس تک سر چارلس جنڈوس کے پاس رہا۔ بہت ہی معتبر رہا۔ پھر پانچ برس سے جب سے ڈگلز نے اس کو ٹھہری پر قبضہ کیا ان کے ساتھ ہے۔ اس نے تو ایسی بندوق کبھی نہیں دیکھی“

”لیکن بندوق کی شکل تباہی ہے کہ آسانی سے چھپائی جاسکتی ہے۔ اسی واسطے تو نالوں کو ریت دیا گیا۔ ہر صندوق میں نہایت آسانی سے آسکتی ہے۔ پس وہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ گھر میں ایسی بندوق نہ تھی“

” کچھ بھی ہو بہر حال اس کی نظر سے تو نہیں گزری “
 ” میک ڈائل نے اپنا سر ہلایا۔ کہنے لگے :

” میں اب تک اس کا قائل نہیں ہوا کہ گھر میں کوئی غیر بھی آیا۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ زرا اس امر پر غور کیجئے کہ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ یہ بندوق باہر سے آئی اور کوئی غیر آکر ان تمام واردات کا مرتکب ہوا تو اس کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا۔ اجی حضرت میری رائے میں تو یہ بالکل بعید از قیاس ہے۔ بھلا سمجھ میں آنے کی بات ہے۔ مسٹر ہومز اب میں آپ سے رائے طلب کرتا ہوں۔ آپ بھی سب کچھ سن چکے ہیں “

ہومز نے نہایت ہی عدالتی انداز میں کہا۔ ” اچھا پہلے آپ ہی اپنی سنائیے “
 ” سنئے یہ شخص اگر اس کا وجود مانا بھی جائے تو نقب زن نہیں تھا۔ انگٹھی اور کارڈوں میں شاید ہیں کہ کسی ذاتی سبب سے یہ قتل وقوع میں آیا۔ اچھا۔ اب یوں دیکھئے کہ یہ شخص ایک مکان میں عمداً قتل کرنے کی نیت سے داخل ہوتا ہے۔ اس کو معلوم ہے اگر وہ کچھ بھی جانتا تھا کہ واپسی کے وقت اس کو نکلنے میں دقت ہوگی کیونکہ مکان کے چاروں طرف پانی ہے۔ اب بتلائیے وہ کونسا ہتھیار پسند کرے گا؟ آپ کہیں گے کہ جو راسی بھی آواز نہ پیدا کرے۔ اس وقت اس کو یہ امید ہو سکتی تھی کہ اپنے کام کو پورا کرنے کے بعد کھڑکی میں سے کود کر، صندوق کو پار کر جاؤں گا اور پھر بہ سہولت تمام اپنا راستہ لے گا۔ اتنا تو قرین قیاس ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اس نے اپنی سلامتی کو اتنا فراموش کر دیا کہ سب سے زیادہ شور کرنے والے ہتھیار کو اپنے ساتھ لایا، دریاں حالے کہ وہ جانتا تھا کہ اس کی آواز کے ساتھ فوراً ہر شخص موقع پر پھینچ جائے گا۔ اور پھر یہ کہ خندق پار کرنے سے پہلے کوئی اس کو دیکھ بھی نہ سکے۔ کیا یہ ماننے کے قابل ہے؟ “

ہومز نے زرا سوچ کے جواب دیا۔

”آپ نے اپنی رائے تو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کی۔ لیکن اس میں ابھی زرا خامی ہے۔ جناب مسین صاحب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے خندق کے اس پار بھی دیکھا تھا کہ پانی سے نکلنے پر اس آدمی کے کچھ نقوش بھی ہیں یا نہیں؟“

”مسٹر ہومز! نقش وغیرہ تو کچھ نہیں تھا اور چونکہ زمین سنگلاخ ہے اس لئے نشان کی امید بھی نہیں کی جاسکتی تھی“

”کوئی نشان یا کوئی علامت؟“

”کچھ بھی نہیں“

”اچھا مسٹر مسین، تو کیا فوراً مکان پر پھینچے میں آپ کو کوئی اعتراض ہے۔ ممکن ہے کوئی ایسی باریک بات ہو جس سے بہت کچھ پتا لگ سکے“

”میں خود ہی آپ سے کہنے والا تھا۔ لیکن میں نے خیال کیا کہ اگر آپ کو پہلے ہی تمام واقعات سے آگاہ کر دیا جائے تو مناسب ہے۔ میری رائے میں اگر آپ کے ذہن میں —“ مسین نے اب ہومز کی طرف متجسسانہ نظر ڈالی۔ ”میں نے پیشتر بھی مسٹر ہومز کے ساتھ کام کیا ہے“ انسپکٹر میک ڈائل کہنے لگے۔ ”درحقیقت بازی ہی کھیلتے ہیں“

”اپنے ہی خیال کے مطابق“ ہومز نے مسکرا کر کہا۔ ”میں جب کسی مقدمہ میں ہاتھ ڈالتا ہوں تو عدل و انصاف کے لئے اور پولس کی مدد دینے کے لئے اگر میں نے کبھی اپنے آپ کو سرکاری افسروں سے علیحدہ بھی رکھا تو اس وجہ سے کہ انہوں نے پہلے مجھ سے علیحدگی اختیار کی۔ میں چاہتا بھی نہیں کہ ان کے بل پر کچھ کام کروں۔ ساتھ ہی اس کے مسٹر مسین مجھ کو حق حاصل ہے کہ میں جس طرح چاہوں کام کروں اور جب چاہوں اپنے نتائج سے آگاہ کروں۔ اور بجائے تھوڑا تھوڑا بیان کرنے کے مکمل ہو جانے پر اظہار کروں“

”آپ کی شرکت سے ہم سب کی عزت افزائی ہے۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ سب آپ پر ظاہر کر دیں گے“ وہاٹ میں نے کہا۔ ”آئیے ڈاکٹر والس صاحب۔ جب وقت آئے گا تو غالباً آپ کی کتاب میں ہم سب کو کوئی نہ کوئی جگہ مل جائے گی“ ہم اس قدم گاؤں کی سڑک پر اب جا رہے تھے جس کے دورویہ ترشی ہوئی جھاڑیاں تھیں۔ آگے بڑھ کر دو موسم خورہ سنگی ستون تھے جن پر کائی بہت سی جم گئی تھی۔ ان کی چوٹیوں پر ایک غیر مشخص سی شکل نظر آتی تھی۔ جو کسی زمانے میں برلسٹون کے کے لس کے شیر کی تصویر تھی۔ تھوڑی دیر تک جہاں تک سڑک کا مورٹھا ادھر ادھر شاہ بلوط کے درخت لگے ہوئے تھے جو زیادہ تر انگلستان کے دیہات میں نظر آتے ہیں اس کے بعد گھومنے تو سامنے سے وہ طول طول، کسی قدر پست اور میلی کبودی رنگ کی اینٹوں کا مکان نظر آنے لگتا تھا۔ اس کا باغیچہ بھی قدیم وضع کا تھا اور روش کی دونوں طرف ترشی ہوئی ہندی لگی ہوئی تھی۔ ہم جب اس کے نزدیک پھنچے تو وہ لکڑی کا پل اور وہ خوب صورت چوڑی چوڑی خندق نظر آئی۔ پانی ایسا ساکن اور ٹھیرا ہوا کہ بالکل سیاب معلوم ہوتا تھا۔ اس محل پر تین صدیاں گزر چکی تھیں۔ سیکڑا پیدا ہوئے، ہزاروں ہمان آیا کئے، بہت سے ناچ گانے ہوئے۔ نہ معلوم کتنی مرتبہ شکار بازیاں ہوئیں۔ لیکن اب وہ عمارت گویا عبرت کی ایک تصویر تھی اور اس سانحہ ہوش رُبانے تو اس کی دیواروں پر اور بھی اُداسی پیدا کر دی تھی۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ اس کی چھتیں اور اس کی روکاریں اس امر کا پتا دیتی تھیں کہ یہاں سازش کا بازار نہایت آسانی سے گرم رہ سکتا تھا۔ جب میں نے ان اندر کو دھسی ہوئی کھڑکیوں کو دیکھا اور اُس خاک آلودہ اور آب درآغوشش روکار پر نظر ڈالی تو میں نے محسوس کیا کہ اس خونی واردات کے لئے اس سے بڑھ کر دوسرا منظر موزوں نہ ہو سکتا تھا۔

”دیکھئے وہ کھڑکی ہے“ وہ اسٹیشن نے کہا۔ ”وہ جو پل کے داہنی طرف ہے۔ گزشتہ شب سے وہ اب تک ایسی ہی کھلی ہوئی ہے“

”ایک آدمی کے گزرنے کے لئے تو زرا تنگ معلوم ہوتی ہے“

”ہاں لیکن وہ آدمی کوئی فریبہ نہ تھا۔ جناب ہومز اس کے سمجھنے کے لئے آپ کے استحضارات کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم آپ تو اس میں سے دب دبا کر نکل سکتے ہیں“

ہومز خندق کے کنارے تک پھینچے اور اس پار نظر ڈالی۔ اس کے بعد انہوں نے پتھر کی چٹان کو ملاحظہ کیا اور اس کے چاروں طرف جو گھاس تھی اس کو بھی دیکھا۔

”مسٹر ہومز! میں نے اسے اچھی طرح سے دیکھ لیا تھا“ وہ اسٹیشن نے کہا ”وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ کوئی نشان تک بھی نہ تھا کہ یہاں کسی نے قدم بھی رکھے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ نشان چھوڑ ہی کیوں جاتا؟“

”دو بالکل ٹھیک۔ واقعی کیوں چھوڑ جاتا؟ کیا پانی ہمیشہ گدلا رہتا ہے؟“

”عام طور سے ہی زنگ رہتا ہے۔ چشمہ مٹی بہا کر لے آتا ہے“

”اس کی گہرائی کتنی ہے؟“

”اطراف میں ۲ فٹ اور وسط میں ۳ فٹ“

”تو اس خیال کو دور کر دینا چاہیے کہ وہ آدمی پار جاتے میں ڈوب گیا؟“

”جی ہاں۔ ایک بچہ تک تو ڈوب نہیں سکتا“

ہم حل کر پل، تک پھینچے اور دروازے پر ہم کو ایک عجیب گھٹیلے اور سوکھے آدمی نے داخل کیا جو اس خانہ ماں تھا۔ غریب کا چہرہ بالکل سفید تھا اور تھمر تھمر کانپ رہا تھا۔ دیہاتی سارجنٹ، جو ایک دراز قد، پانچ برس اور پرمردہ طبیعت

شخص تھا۔ اب تک اس خونی کمرے میں پراڑے رہا تھا۔ ڈاکٹر چلا گیا تھا
 ”سارنٹ ولسن! کوئی تازہ بات؟“ وہ اسٹیشن نے پوچھا۔

”نہیں جناب“

”تو تم گھر جا سکتے ہو۔ تم نے کافی تکلیف اٹھائی ہے۔ جب ضرورت ہوگی تمہیں
 بلا لیں گے، خانسماں باہر ہی رہے لیکن اس سے کہدو کہ مسٹر سے سل بار کر، مسٹر
 ونگلس اور مغلانی کو اطلاع کر دو کہ ہم کو ان سے کچھ دریافت کرنے کی ضرورت ہوگی“
 ”اچھا حضرات، اب اجازت دیجئے کہ پہلے میں اپنے قائم کردہ خیالات کو آپ کے
 سامنے پیش کروں تاکہ بعد میں آپ اپنی رائے قائم کر سکیں“

مجھ پر اس دیہاتی ماہر کا اچھا اثر پڑا۔ واقعات پر اس کی گرفت اچھی تھی، داغ
 اس کا سنجیدہ اور صاف تھا۔ جس سے امید تھی کہ وہ اپنے پیشے میں کافی شہرت حاصل
 کرے گا۔ ہو مرنے نہایت ہی غور سے اس کا بیان سنا۔ ان کے چہرے پر زرا بھی
 اس بے صبری کا نشان نہ تھا جو سرکاری افسر کے چہرے سے نمایاں تھی۔

”یہ خودکشی ہے یا قتل؟ حضرات یہی ہمارا اصل طلب مسئلہ ہے۔ کیا نہیں ہی
 اگر یہ خودکشی ہے تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ اس آدمی نے سب سے پہلے اپنی عروسی
 انگشتری اتاری اور پھر اس کو چھپا دیا۔ بعد وہ شب پوش ہو کر یہاں آیا، ایک
 کونے میں پردے کے پیچھے تھوڑی سی مٹی تھوپ دی تاکہ دوسروں کو یہ گمان ہو کہ
 کوئی غیر اس کی تاک میں تھا، پھر کھڑکی کھولی، خون کا داغ —“

”ہم اس کو تو بلائے طاق ہی رکھ سکتے ہیں“ میک ڈائل نے کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ پس خودکشی تو خارج از بحث ہے۔ تو اب قتل کا ارتکاب
 ہے۔ ہم کو اتنا ہی معلوم کرنا ہے کہ یہ قتل کسی بیرونی شخص نے کیا یا کوئی گھس
 بھیدی تھا“

” اچھا تو دلائل پیش کیجئے “

” دونوں صورتوں میں بہت سی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے لیکن ہے ان ہی سے کوئی نہ کوئی صورت ہم پہلے بھی فرض کریں گے کہ گھر ہی کے کسی شخص یا چند اشخاص نے اس جرم کا ارتکاب کیا یہ لوگ اس بے چارے پر ایسے وقت میں آپڑے جب کہ ہر طرف سکون تھا، اگرچہ کوئی سویا نہ تھا۔ تب آنکھوں نے یہ کام انجام دیا اور وہ بھی دنیا بھر کے انوکھے اور سب سے زیادہ شور کرنے والے ہتھیار کے ذریعے سے! تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ کیا ہوا۔ اس ہتھیار کو گھر میں کسی نے بھی اس سے پیشر نہیں دیکھا تھا۔ یہ ابتدا تو کچھ اچھی نہ ہوئی۔ کہنے کیا رائے ہے؟ “

” واقعی اچھی نہ ہوئی “

” پھر یہ دیکھئے کہ ہر شخص اس امر متفق ہے کہ خطرہ کی اطلاع ہونے کے بعد مشکل سے ایک دقیقہ گزرا ہوگا کہ نہ صرف مسٹر بارگر بلکہ سارا گھر، اگرچہ پہلے پھتے کے وہی دعوے دار ہیں، جس میں آئس اور بقیہ سب ہی تھے موجود ہوا۔ تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اتنی سی دیر میں اس مجرم نے کونے میں پر کے نشان بھی بنا دیئے، کھڑکی بھی کھولی، خون کا داغ بھی ڈالا، متونی کی انگشتی بھی اتاری اور باقی سب کچھ کیا؟ کیا یہ بالکل غیر ممکن ہے؟ “

” آپ نے نہایت وضاحت سے بیان کیا “ ہو مرنے لگا ” میں آپ سے اتفاق کی طرف مائل ہوں “

” پس ہم کو اس امر کے تسلیم کرنے کے سوا مفر نہیں کہ یہ کام کسی بیرونی شخص کا ہے اس پر بھی بڑی دقتوں کا سامنا ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو وہ اب ناممکنات میں سے تو نہیں رہیں۔ وہ شخص مکان میں ساڑھے چار اور چھ کے درمیان داخل ہوا یعنی شام اور پل کے اٹھائے جانے کے وقت کے درمیان۔ کچھ زمان آئے ہوئے تھے۔

اس لئے دروازہ کھلا تھا اور اس کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی معمولی
 نقب زن ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو مسٹر ڈگلس سے کوئی ذاتی عناد ہو۔ چوں کہ مسٹر
 ڈگلس کی زندگی کا بیش تر حصہ امریکہ میں گزرا ہے اور یہ بندوق بھی امریکی ساخت
 ہے اس لئے ذاتی عناد و الاحیال ہی زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس ہی کمرہ
 میں آٹھتا اس لئے کہ سب سے پہلے یہی ملتا ہے۔ یہاں وہ پردے کے پیچھے چھپ رہا
 اور رات کے گیارہ بجے کے بعد تک چھپا بیٹھا رہا۔ اس وقت مسٹر ڈگلس کمرے میں
 داخل ہوئے۔ ان دونوں میں اگر کوئی مکالمہ ہوا تو وہ بہت ہی مختصر ہو گا کیوں کہ
 مسٹر ڈگلس کا بیان ہے کہ ان کے شوہر کو ان کے پاس سے گئے ہوئے چند منٹ ہی
 گزرے ہونگے کہ انھوں نے فیر کی آواز سنی۔
 ”شمع سے یہی ظاہر ہوتا ہے“ ہوفرنے کہا۔

”درست ہے شمع جو بالکل نئی ہے آدھے انچ سے زیادہ نہیں جلی ہے۔
 انھوں نے اس کو حملہ کئے جانے سے پیشتر ہی میز پر رکھ دیا ہو گا۔ ورنہ ان کے
 گرتے ہی یہ بھی گر پڑتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کمرے میں داخل ہوتے وقت ان پر
 حملہ نہیں ہوا۔ جب مسٹر بارکر آ موجود ہوئے تو لمپ روشن کیا گیا اور شمع
 بجھا دی گئی۔“

”یہاں تک تو بالکل صاف ہے“

”تو پھر ہم ان ہی بنیادوں پر نوری عمارت قائم کر سکتے ہیں۔ سنئے۔ مسٹر ڈگلس
 کمرے میں داخل ہونے ہیں۔ وہ شمع رکھ دیتے ہیں۔ پردے کے پیچھے سے ایک
 شخص نمودار ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں یہ بندوق ہے۔ وہ انگشتری کا مطالبہ کرتا ہے
 خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیوں۔ لیکن ہوا ایسا ہی ہو گا۔ مسٹر ڈگلس نے وہ انگشتری
 دیدی۔ تو یا تو عمداً یا ہاتھ پائی میں۔ ممکن میں ہے کہ ڈگلس نے وہ ہتھوڑا اٹھایا ہو

جو فرس پر پڑا تھا۔ اس نے ڈگلس کو اس طرح قتل کیا۔ اس نے اپنی بندوق
ہیں ڈال دی اور اس کے ساتھ یہ نرالا کارڈ بھی جس پر و - و - ۱۴۳ ،
لکھا تھا۔ خدا جلنے اس کے کیا معنی ہیں۔ اس کے بعد وہ کھر کی میں سے نکل خندق میں
جا کو دا۔ اور یہ اس وقت جب کہ مسٹر بارکر اس کی تفتیش کر رہے تھے۔ کئے مسٹر ہونر
کیا رائے ہے ؟

”بہت ہی دل چسپ لیکن زرا یقین آنے والی نہیں“

”اجی حضرت۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہو وہ تو اس سے بھی کمتر درجہ کا ہے
ورنہ یہ بھی مہل ہوتا“ میک ڈائل جوش میں آکر بولے ”متوفی کو کسی نہ کسی نے
مارا۔ اور چاہے وہ کوئی ہو، میں آپ کے سامنے یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ مارنے کے او
بھی طریقے ممکن تھے۔ اس کے کیا معنی کہ وہ اپنے بچاؤ کی صورتوں کو اس طرح
مسدود کر دیتا ہے ؟ اور پھر اس نے یہ شور مچانے والی ہی بندوق کیوں استعمال
کی جب کہ خاموشی اس کے لئے بہترین حفاظت تھی ؟ آئیے مسٹر ہونر۔ رہائی کیجئے
کیوں کہ آپ دہائٹ میں کے نظریہ کو تسلیم نہیں کرتے“

ہو فراس طویل مکالمہ کے دوران میں تمنا لیت غور سے تمام الفاظ کو سن اور سمجھ رہا
تھے۔ ان کی آنکھیں دائیں بائیں برابر پڑتی تھیں اور ان کے ماتھے پر شکن تھی۔
کہنے لگے :

”مسٹر میک ! ایک نظریہ قائم کرنے کے لئے تو مجھے ابھی اور مصالحو کی ضرورت
ہے (لاش پر جھک کر) یہ زخم تو واقعی نہایت دہشت انگیز ہیں۔ کیا خانسا ماں تھوری
دیر کے لئے آسکتا ہے۔ آمس ! میرا خیال ہے کہ مسٹر ڈگلس کے بازو پر تم نے یہ
غیر معمولی علامت یعنی ایک دائرے میں مثلث کو بارہا دیکھا ہوگا“

”جی ہاں، بارہا دیکھا ہے“

”تم کو اس کا کبھی تپانہ لگا کہ اس کے معنی کیا ہیں؟“

”نہیں جناب“

”جب وہ بنایا گیا ہوگا تو بہت ہی تکلیف ہوئی ہوگی۔ بلاشبہ یہ جلا کر بنایا گیا ہے۔ آئس، میں دیکھتا ہوں کہ مسٹر ڈگلس کے جڑے کی ہڈی پر پلاسٹر کا ایک ٹکرا ہے۔ تم نے کبھی ان کی زندگی میں اس کو دیکھا؟“

”جی ہاں۔ کل دارھی مونڈنے میں یہ ذرا سا کٹ گیا تھا۔“

”تمہاری دانست میں اس سے پیش تر کبھی دارھی مونڈتے وقت ان سے

ایسا ہوا؟“

”ادھر تو مدت سے میں نے نہیں دیکھا۔“

خیال آفریں ہو مرنے لگا۔ ”مکمل ہے کہ یہ محض اتفاق ہو یا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حالت سکون میں نہ تھے اور ان کو خطرہ کا اندیشہ تھا۔ کل ان کے برتاؤ میں تم نے کوئی بات غلط معمول دیکھی؟“

”مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عوش سے بھرے ہوئے اور بے چین تھے۔“

”ہاں تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حملہ بالکل غیر متوقع نہیں تھا۔ تو تم نے ایک قدم

ترقی کی۔ کیوں جناب؟ مسٹر میک تو اب جرح آپ کر لیجئے۔“

”نہیں جناب آپ ہی کے ہاتھوں ہونا بہتر ہے۔“

”اچھا تو اب ہم اس کارڈ و و۔ ا۔ ۳ پر آتے ہیں۔ یہ ایک کھر درامقوی

ہے۔ کیا اس طرح کا کوئی مقوی گھر میں ہے۔“

”بہرے خیال میں تو نہیں۔“

ہو مرنے تک آئے اور مسٹری سی روشنائی ہر بوتل سے لے کر جاذب پر

ڈالی اور کہنے لگے۔

”یہ اس کمرے میں نہیں لکھا گیا ہے۔ یہ سیاہ روشنائی ہے اور اس کی روشنائی نیل گوں ہے۔ یہ تحریر ایک موٹے قلم کی ہے اور یہاں بارکد ہیں۔ نہیں میں یہی کہوں گا کہ یہ باہر نہیں لکھا گیا۔ آفس کیا تم اس تحریر سے کچھ سمجھے؟“

”نہیں حضرت کچھ بھی نہیں“

”مسٹر میک! آپ کیا خیال کرتے ہیں؟“

”مجھے تو اس میں کسی خفیہ انجمن کا پتا معلوم ہوتا ہے اور یہ غالباً وہی انجمن ہے جس کا نشان بازو پر بنا ہوا ہے“

”نیرا بھی یہی خیال ہے“ وہاٹ مین نے کہا

”اچھا تو اس کو اصول کاربان کر یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری وقتیں کس حد تک دور ہو جاتی ہیں۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اسی انجمن کا ایک گماشتہ اس مکان میں آتا ہے، مسٹر ڈگلس کا انتظار کرتا ہے، اپنے ہتھیار سے ان کا سر تقریباً اڑا دیتا ہے اور پھر خندق تیر کے نکل جاتا ہے اور ایک کارڈ مقول کے پاس چھوڑ جاتا ہے جس کا اخباروں میں ذکر ہونے سے دیگر ممبران انجمن سمجھ جائیں کہ بدلہ لے لیا گیا یہاں تک تو سب مربوط ہے لیکن سب ہتھیاروں میں سے صرف اسی بندو ق کو کیوں انتخاب کیا؟“

”ہاں یہی تو؟“

”اور یہ گمشدہ انگشتری کیا معنی؟“

”بالکل ٹھیک“

”اور اب تک کوئی گرفتاری کیوں نہیں ہوئی؟ دو نوج چکے ہیں۔ میں یہ فرض کئے لیتا ہوں کہ چالیس میل کے اندر اندر ہر کانسٹیبل صبح سے ایک بھیکے آدمی کی تلاش میں ہے؟“

”جی ہاں درست ہے“

”تو اس صورت میں، بشرطیکہ کوئی اس کا ٹھکانا قریب نہ ہو۔ اور اس نے کپڑے بدل نہ لئے ہوں، اس کا گرفتار ہو جانا یقینی ہے اور اس پر بھی ابھی تک وہ ہاتھ نہیں آیا ہے“

ہو مزا اب کھڑکی تک پہنچ گئے تھے اور اپنے عدسہ سے خون کے داغ کو دیکھ رہے تھے۔ کہنے لگے:

”یہ صاف جوتے کا نشان معلوم ہوتا ہے۔ یہ چوڑا بھی خاصہ ہے۔ کچھ باہر کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے۔ اس کی پٹ بھرے کونے میں جو نشانات ہیں ان کو دیکھتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ نشان کسی خوش نالتوے کا ہے۔ کچھ بھی ہو ہے زرا دھندلا اس نعلی میز کے نیچے کیا ہے؟“

”مسٹر ڈگلس کے ڈمبل“ آس نے جواب دیا۔

”ڈمبل۔ ایں یہ تو ایک ہے۔ دوسرا کہاں ہے؟“

”مسٹر ہو مزا! میں نہیں جانتا۔ ممکن ہے ایک ہی ہو۔ میں نے تو مہینوں سے نہیں دیکھے“

”ایک ہی ڈمبل —“ ہو مزا نے متانت سے کہا۔

لیکن دروازے پر کی دنگ نے ان کے کلام کو قطع کر دیا۔ ایک دراز قد، سال خور
فراست آثار، صاف استردہ شخص نے ہم پر نظر ڈالی۔ میں نے بلا وقت کے پہچان لیا کہ
یہ سے مسلسل بار کر میں جن کی نسبت میں سن چکا تھا۔ ان کی تیز نظر آنکھیں ہم سب پر
یکے بعد دیگرے مجھسا نہ پڑ رہی تھیں کہنے لگے:

”معاف کیجئے گا۔ آپ کی مشاورت میں خلل انداز ہوا۔ لیکن آپ کو تازہ ترین

خبر سناتا ہوں“

”کوئی گرفتاری ہے؟“

”ایسی قسمت کہاں۔ لیکن اس کی بائسکل ملی ہے وہ کم بخت اس کو چھوڑتا گیا آئیے! اس پر ایک نظر ڈالئے ہیں دروازے سے سو قدم پر ہے۔“
ہم چھوٹے تو دیکھا کہ تین چار سائیس اور چنڈے فکرے کھڑے ایک بائسکل کو دیکھ رہے ہیں جس کو سدا بہار کی جھاڑیوں میں سے جہاں وہ چھپی تھی نکال کر باہر ڈال دینا تھا۔ وہ سچ کے کارخانے کی بنی مستعملہ بائسکل تھی، اس کی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ اس پر سفر بہت کیا گیا ہے۔ ایک خورجی بھی تھی جس میں پیچ بند اور تیل کی کپٹی بھی تھی۔ لیکن ہلک کا کوئی نشان نہ تھا۔

”اگر ان سب کی رجسٹری ہو کر نمبر اندازی ہو جائے تو پولس کو بے انتہا درد ملے انیسکڑے کہا۔“ لیکن ہم کو تبنا معلوم ہے وہی غنیمت ہے۔ اگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ گیا کہاں تو غالباً اس کا پتا تو لگ جائے گا کہ وہ آیا کہاں سے تھا؟ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ وہ اس کو چھوڑتا کیوں گیا؟ طرہ یہ کہ بغیر اس کے وہ فرار کیسے ہوا؟ مسٹر ہوز، ان باتوں پر تو زرا سی بھی روشنی پڑتی نہیں معلوم ہوتی۔“
”کیا نہیں معلوم ہوتی؟“ میرے دوست نے متفکرانہ کہا۔ ”تعجب ہے“

پانچواں باب

اشخاص ڈراما

”مطالو خانہ میں آپ جو چاہتے تھے وہ دیکھ لیا“ وہاٹ سین نے ہم سے گھر میں پھر داخل ہوتے وقت پوچھا۔

” فی الحال تو دیکھ لیا “ اسپکڑ نے کہا اور ہومز نے بھی اشارہ کر دیا۔
” تو غالباً اب آپ گھر والوں کے اظہارات سننا چاہیں گے۔ ہم اسی تناؤں خانے کو
استعمال کر سکتے ہیں۔ اچھا آئس تم ہی پہلے آؤ اور تباؤ کہ تم کیا جانتے ہو؟ “
خائسان کا بیان سیدھا سادھا اور صاف تھا۔ اس کے بیان میں صداقت معلوم
ہوتی تھی۔ پانچ برس ہوئے جب مسٹر ڈگلس برسٹون میں آئے تو وہ ملازم ہوا تھا۔
وہ یہ سمجھتا تھا کہ مسٹر ڈگلس ایک امیر آدمی ہیں۔ جنہوں نے امریکہ میں دولت کمائی۔ وہ
ایک مہربان اور لحاظ کرنے والے آقا تھے اگرچہ جیسا آئس چاہتا تھا بالکل ویسے تو
نہ تھے لیکن خیر یہ خواہش کیسے پوری ہو سکتی ہے۔ اس نے مسٹر ڈگلس میں کبھی خوف کی
علامتیں نہیں پائیں بلکہ برخلاف اس کے اس نے اپنے علم میں اس سے بڑھ کر نہ کسی
شخص کو نہ پایا۔ وہ ہر رات کو پل اٹھوا دیا کرتے تھے۔ کیوں کہ یہ مکان کی قدیم رسم تھی
اور وہ اس کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ مسٹر ڈگلس شاذ ہی لندن جاتے تھے یا گاؤں
سے باہر۔ لیکن واردات سے ایک روز قبل وہ میرج ویس میں کچھ خرید کر رہے تھے
اس دن آئس نے مسٹر ڈگلس میں کسی قدر بے چینی اور اضطراب پایا کیوں کہ ان میں
بے صبری اور جرحزین پیدا ہو گیا تھا جو ان کے معمول کے خلاف تھا۔ وہ یعنی آئس اس
رات سو یا نہ تھا بلکہ مکان کے عقب میں مودی خانے میں چاندی کے ظروف رکھ رہا تھا کہ
اس نے بڑے زور سے گھنٹی بجتے سنی۔ اس نے کسی فیر کی آواز نہ سنی تھی لیکن اس کو
سنائی بھی نہ دے سکتی تھی۔ کیوں کہ مودی خانہ اور باورچی خانہ بالکل مکان کے عقب
پر تھے اور راستے میں کئی بند دروازے اور ایک لمبا رہ گزر حائل تھا۔ خانہ دار اپنے
کمرے سے نکل آئی تھی، محض اس گھنٹی کی آواز پر۔ وہ دونوں مکان کے سامنے
ساتھ ساتھ گئے تھے۔ جب وہ زمین کے قریب پھنچے تو اوپر سے مسٹر ڈگلس کو اترتے
ہا۔ ان میں کوئی تعجب نہ تھی اور نہ کوئی خاص اضطراب نظر آیا۔ جب وہ زمین سے

اُتر آئیں تو مطالعہ خانے میں سے مسٹر بار کر نکلے۔ انھوں نے مسٹر ڈگلس کو روک دیا اور التجا کی کہ وہ لوٹ جائیں۔ کہنے لگے:

”خدا کے واسطے اپنے کمرے میں لوٹ جائیے۔ جیک بے چارے نے رحلت کی آپ کچھ نہیں کر سکتیں۔ خدا کے واسطے لوٹ جائیے“

اس طرح کی ترغیب کے بعد مسٹر ڈگلس واپس گئیں۔ وہ چائیں نہیں اور نہ انھوں نے نالہ و شیون کیا۔ مسز ایلن ان کو لے کر خواب گاہ میں چلی گئی اور وہیں رہی۔ آمس اور مسٹر بار کر پھر مطالعہ خانے میں آئے۔ جہاں انھوں نے سب کچھ ویسا ہی پایا جیسا کہ پولیس نے۔ اس وقت بتی روشن نہ تھی بلکہ لمپ جل رہا تھا۔ انھوں نے کھڑکی میں سے بھی دیکھا تھا۔ لیکن رات بہت تاریک تھی اور نہ کچھ دکھائی دیتا تھا اور نہ کچھ سنائی دیتا تھا۔ تب وہ دونوں جھپٹ کر کمرے سے باہر نکلے۔ آمس نے بڑھکھار پلینے کیا اور مسٹر بار کر جلدی سے نکل پولس کو بلانے گئے۔

یہ تھا خانساماں کی شہادت کا خلاصہ۔

مسز ایلن خانہ دار کا بیان خانساماں کے بیان کی تصدیق تھا۔ اس کا کمرہ مکان سے مووی خانہ کی نسبت جس میں آمس مشغول تھا، زیادہ نزدیک تھا۔ وہ سونے جا رہی تھی کہ اتنے میں زور سے گھنٹی کی آواز آئی۔ وہ زرا اونچا بھی سنتی تھی۔ غالباً اسی وجہ سے وہ نیر کی آواز نہ سن سکی۔ ویسے بھی مطالعہ خانہ بہت دور تھا۔ اس کو یاد تھا کہ اس نے ایک آواز سنی جس کو اس نے دروازہ بند کئے جانے کی آواز سمجھا۔ یہ گھنٹی بجنے سے کوئی آواز گھنٹہ پہلے کا واقعہ ہے۔ جب مسٹر آمس آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہولی مطالعہ خانے سے مسٹر بار کر، زرد رو اور مضطرب نکلے۔ انھوں نے مسٹر ڈگلس کو روک دیا جو زینے پر سے اتر رہی تھیں۔ انھوں نے ان کو واپس ہونے کی رائے دی۔ چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔ لیکن جو کچھ انھوں نے کہا وہ سنا نہ جا سکا۔ انھوں نے (مسٹر بار کر) مسز ایلن

سے کہا تھا۔ ”ان کو اوپر لے جاؤ۔ ان ہی کے ساتھ رہو“ چنانچہ وہ ان کو خواب گاہ میں لے گئی اور تسلی دینا شروع کی۔ وہ بہت پریشان تھیں، تھر تھر کانپ رہی تھیں، لیکن نیچے جانے کا ارادہ نہ کیا۔ وہ آتش دان کے قریب شب پوش، ہاتھوں پر سر جھکائے بیٹھی تھیں، مسٹر این ان کے ساتھ بہت رات گئے تک رہی باقی جملہ ملازم سو گئے تھے اور ان کو اسی وقت خبر ہوئی جب کہ پولس دروازے پر آگئی تھی۔ چونکہ وہ مکان کے بالکل عقب ہی میں سو رہے تھے اس واسطے کچھ سن بھی شکتے تھے۔

یہاں تک خانہ دار کا بیان تھا جس سے جرح کرنے پر کوئی مزید بات سوائے نوحہ و گریہ اور اظہار تعجب، نہ معلوم ہو سکی۔

مسٹر این کے بعد مسٹر سےسل بارکر بطور گواہ کے پیش ہوئے۔ گزشتہ رات کے واقعات کے متعلق انھوں نے پولس میں دیئے ہوئے بیان سے زیادہ کچھ نہ کہا۔ ان کی ذاتی رائے یہی تھی کہ قاتل کھڑکی سے بھاگ نکلا ہے۔ ان کے خیال میں خون کا دھبہ اس کے لئے قطعی اور فیصلہ قول تھا۔ علاوہ ازیں چونکہ پل اٹھا ہوا تھا اس کے سوا دوسرا راستہ بھی نہ تھا۔ وہ یہ نہیں بتلا سکتے تھے کہ قاتل کا کیا حشر ہوا، یا اگر وہ بالکل اس کی تھی تو اس نے چھوڑ کیوں دی۔ وہ خدق میں ڈوبا بھی نہ ہوگا کیوں کہ اس کی گہرائی تین فٹ سے کہیں زیادہ نہیں ہے۔ اپنے ذہن میں وہ قتل کی ایک صورت قائم کئے ہوئے تھے۔ ڈگلس تنہائی پسند تھے اور ان کی زندگی کے چند ابواب ایسے تھے جن پر وہ کبھی گفتگو نہ کرتے تھے۔ وہ جوانی میں آئر لینڈ سے امریکہ چلے گئے تھے۔ وہ خوب پھلے پھولے۔ بارکر کی ان سے ملاقات کے لی فورنیا میں ہوئی تھی جہاں وہ ایک مقام ’بے نی ٹو کے نی آن‘ میں کان کنی کے کام میں شریک ہو گئے تھے۔ ان کو اچھی خاصی کامیابی ہوئی لیکن دفعتاً ڈگلس اپنا حصہ بیچ انگلستان چلے آئے۔ اس وقت وہ رنڈوسے تھے۔ بارکر نے بھی اپنا روپیہ

سمیٹا اور لندن میں رہنے کے لئے آگئے۔ اس طرح انھوں نے اپنی دوستی دوبارہ قائم کر لی۔ ڈگلس کو دیکھا کہ وہ سمجھ گئے کہ کوئی نہ کوئی خطرہ ان کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اُس کے لی فورنیا سے ان کی دفعتاً روانگی اور پھر انگلستان کے ایک خاموش مقام میں سکونت پزیری کو وہ ہمیشہ اس خطرہ سے ملحق سمجھا گئے۔ ان کا خیال تھا کہ کوئی خفیہ انجمن، کوئی بے رحم جماعت ڈگلس کے سراغ میں تھی، اور جس کو بغیر ڈگلس کے قتل کے دوسری طرح چن آنا نہ معلوم ہوتا تھا۔ ان کی بعض باتوں سے ایسا ہی مترشح ہوتا تھا۔ اگرچہ انھوں نے کبھی اس جماعت کا نام و نشان نہ بتایا اور نہ یہ بتایا کہ انہوں نے ان کا کیا تصور کیا تھا۔ وہ صرف اتنا سمجھتے تھے کہ کارڈ کارازہ اس خفیہ انجمن سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہے۔

”آپ کے لی فورنیا، میں ڈگلس کے ساتھ کتنے عرصے رہے؟“ انسپکٹر میک ڈائل نے دریافت کیا۔

”کل پانچ برس“

”آپ کہتے ہیں کہ وہ ناکتخدا تھے؟“

”زندہ تو تھے؟“

”آپ نے کبھی سنا کہ ان کی پہلی بیوی کہاں کی تھیں؟“

”نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ وہ ذکر کرتے تھے کہ ان کی بیوی سویڈن نسل کی

تھیں۔ میں نے ان کی تصویر دیکھی ہے۔ وہ بہت خوب صورت عورت تھیں۔ ان کا انتقال میری ملاقات سے ایک سال قبل بہ عارضہ میعاد ہی بنجار ہو گیا تھا۔

”آپ ان کے ماضی کو امریکہ کے کسی خاص حصے کے ساتھ مختص نہیں کرتے؟“

وہ شیکاگو کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ اس شہر سے وہ بخوبی واقف تھے اور

وہاں انھوں نے کام بھی کیا تھا۔ وہ کوئلہ اور لوہے کے اضلاع کا بھی ذکر کیا کرتے

تھے۔ اُنہوں نے اپنے زمانے میں سفر بہت کیا تھا۔
 ”کیا وہ سیاست داں تو نہیں تھے؟ کیا اس خفیہ انجمن کو سیاست سے تو کوئی
 تعلق نہیں تھا؟“

”سیاست سے ان کو کوئی رغبت نہ تھی۔“

”آپ کے خیال میں وہ جرائم پیشہ تو نہیں تھے؟“

”میری نظر سے تو ایسا بے لوث آدمی نہیں گزرا۔“

”ان کی کے لی فورنیا کی زندگی میں کوئی انوکھی بات تو نہ تھی؟“

”وہ ہماری ہی کان پر کام کرنا اور وہیں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ ان کا بس
 چلتا تو وہ کبھی دوسرے آدمیوں کے ساتھ جا کر کام نہ کرتے۔ اس سے مجھے خیال ہوا
 کہ کوئی شخص ان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جب وہ یوں وقتاً یورپ چلے گئے تو میرے
 خیال میں تقویت ہو گئی۔ میرے نزدیک ان کو کسی قسم کی اطلاع مل چکی تھی۔ ان کے
 آنے کے ایک ہفتہ ہی بعد کوئی نصف درجن آدمی ان کی تلاش میں آئے۔“
 ”کس قسم کے آدمی؟“

”وہ تو عجیب عجیب شکل کے آدمی تھے۔ وہ کان تک آئے اور پوچھنے لگے کہ
 وہ کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ یورپ چلے گئے ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ کہاں گئے
 ہیں اور کہاں ملیں گے۔ ان کے لہڑے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ ان کی نیت میں
 فساد تھا۔“

”کیا یہ امر کن تھے یعنی کے لی فورنیا کے؟“

”میں کے لی فورنیا والوں کو تو نہیں جانتا۔ تھے تو وہ سب کے سب امریکن
 لیکن وہ کان کن نہیں تھے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ تھے کیا۔ ان کے دفع ہونے
 سے میں بہت خوش ہوا۔“

”اس کو چھ برس ہوئے؟“

”قرب ساٹھ کے“

”اور آپ کے لی فورنیا میں پانچ برس ساتھ رہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس قصہ کو کم از کم گیارہ برس گزرتے ہیں“

”جی ہاں“

”واقعی یہ ایک زبردست قضیہ ہوگا جس کو اتنی مدت تک اس قدر شدت کے ساتھ جاری رکھا۔ اس کا سبب بھی کچھ ایسا ویسا نہ ہوگا“

”میرا خیال ہے کہ اس کا اثر ان پر تمام عمر رہا۔ وہ کبھی اس سے غافل نہ تھے“

”لیکن اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ اس کے لئے خطرہ ہے اور اس کی نوعیت سے بھی واقف ہو تو کیا آپ کے خیال میں وہ حفاظت کے لئے پوس کی مدد نہ حاصل کرے گا؟“

”مکن ہے کہ ایسا خطرہ ہو جس سے حفاظت نہ کی جاسکتی ہو۔ ایک بات آپ کو ضرور معلوم ہونی چاہیے اور وہ یہ کہ وہ ہمیشہ مسیح رہتے تھے۔ ان کی جیب سے پیسہ کبھی باہر نہیں رہتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اس وقت شب پوش تھے اور تینہ خواب گاہ میں رہ گیا تھا۔ جب پل اٹھ جاتا تو میرے خیال میں وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے“

”میک ڈائل نے کہا۔“ میں زرا ان تاریخوں کو زیادہ وضاحت سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ڈگلس کون کے لی فورنیا، چھوڑے چھ برس ہوئے آپ ان کے ایک برس بعد آئے۔ کیوں جناب؟“

”جی ہاں“

” ان کی شادی کو پانچ برس ہوئے۔ تو آپ ان کی شادی کے وقت ہی آئے ہوں گے ؟ “

” کوئی ایک مہینہ قبل۔ میں ہی ان کا شہب لانا تھا۔ “

” کیا شادی سے پہلے آپ مسز ڈگلس سے بھی واقف تھے ؟ “

” نہیں تو۔ میں انگلستان سے دس برس تک باہر رہا۔ “

” لیکن اس وقت سے اب تک تو خوب ملاقات بڑھ گئی ہوگی ؟ “

بار کرنے اب سراغ رساں پر ایک تیز نظر ڈالی اور جواب دیا :

” اس وقت سے میں نے ان کے شوہر سے بہت ملاقات بڑھانی تھی اور اگر ان سے

بھی ملاقات رہی تو اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کسی شخص سے بغیر اس کی بیوی سے ملے ہوئے تعلقات زیادہ نہیں پیدا کر سکتے۔ اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی تعلق۔۔۔ “

” جناب میں کچھ خیال نہیں کرتا۔ میرا فرض ہے کہ ہر اس امر کی تحقیقات کروں جو

مقدمہ زیر بحث سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن میرا مشاء ناراض کرنے کا نہیں ہے۔ “

” بعض تحقیقات تو یقیناً دل لگا رہوتی ہیں۔ “ بار کرنے اس فقرے کو ذرا

غصے سے ادا کیا۔

” ہم تو صرف واقعات کے طالب ہیں اگر وہ صاف ہو جائیں تو اس میں آپ ہی

کا فائدہ ہے اور ہر شخص کا فائدہ ہے۔ ہاں تو کیا مسز ڈگلس آپ کی اس دوستی کو

پسند کرتے تھے۔ “

بار گر اب زرد پڑ گئے اور ان کے بڑے اور مضبوط ہاتھ آپس میں ملنے لگے

بولے۔

” آپ کو ان سوالات کے پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کو معاملہ زیر تحقیق

سے کیا علاقہ ؟ “

”میں پھر وہی سوال کرتا ہوں“

”میں جواب دینے سے انکار کرتا ہوں“

”آپ انکار کر سکتے ہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کا انکار خود ایک جواب ہے۔ اگر کوئی بات چھپانے کی نہ ہوتی تو آپ انکار نہ کرتے“

بارگرا ایک لمحو کے لئے ساکت ہو گئے۔ چہرے سے غم ظاہر تھا۔ کالی اور گھنی ابروئیں آپس میں مل گئی تھیں۔ انھوں نے اب گردن اٹھائی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

”خیر آپ حضرات صرف اپنے فرض کو انجام دے رہے ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اس میں سدا راہ ہوں۔ لیکن آپ سے میں صرف یہ درخواست کروں گا کہ خدارا مسٹر ڈگلس کو اس معاملہ میں پریشاں نہ کیجئے۔ ان پر پہلے ہی سے کیا کم مصیبت ہے۔ میں آپ کو یہ بتلادینا چاہتا ہوں کہ مسٹر ڈگلس میں اگر کوئی عیب تھا تو وہ یہی ان کا ارتباط تھا۔ ان کو مجھ سے بہت انس تھا۔ اس سے بڑھکر کوئی شخص اپنے دوست کا نمونہ نہیں ہو سکتا تھا اور ان کو اپنی بیوی سے بھی عشق تھا۔ وہ میرا آنا پسند کرتے تھے اور ہمیشہ بلا تے ہی رہتے تھے۔ اس پر بھی اگر ان کی بیوی سے میں کبھی باتیں کر لیتا یا کوئی اشارہ ہم دونوں میں ہو جاتا تو رقابت کی ایک آگ اس کے سینے میں بھڑک اٹھتی اور وہ فوراً ہی بے قابو ہو کر نہ جانے کیا سے کیا کہنے لگتے۔ اسی بنا پر ایک سے زائد مرتبہ میں نے نہ آنے کی قسم کھالی۔ لیکن وہ مچھکو خوشامدانہ اور ندامت سے بھرے خط لکھتے کہ مچھکو آنا پڑتا۔ لیکن حضرات آپ اس کو اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ کسی شخص کی بیوی ایسی وفادار نہیں ہو سکتی تھی اور یہ بھی یاد رکھئے کہ مجھ سے بڑھکر کوئی ان کا غم خوار بھی نہ تھا“

بارگرا نے اس کو جوش و خروش کے ساتھ ادا کیا۔ لیکن اس پر بھی انسپکٹر

میک ڈائل نے اس کا ذکر نہ چھوڑا۔ چنانچہ کہنے لگے:
 ”آپ کو معلوم ہے کہ مقتول کی انگلی سے انگشتری اتاری گئی ہے“

”معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے“

”معلوم ہونے سے آپ کا کیا مطلب؟ آپ کو معلوم ہے کہ یہ واقعہ ہے؟“

اس پر وہ زرا پر اگتدہ خاطر ہوئے۔

”جب میں نے معلوم ہونا کہا تو میرا مطلب یہ تھا کہ ممکن ہے خود انھوں نے اتاری ہو
 ”صرف یہی واقعہ کہ انگشتری اتاری گئی یہ اشارہ کرتا ہے، عام اس سے کہ کس نے

اتاری، کہ شادی اور قتل باہم مربوط ہیں۔ کیوں جناب؟“

بار کرنے ایک پھر بری لی۔ جواب دیا۔

”میں اس کے سمجھنے کا دعویٰ نہیں کرتا کہ اس میں کیا اشارہ ہے۔ لیکن

اگر اس سے آپ کا یہ مطلب ہے کہ آپ اس خاتون کی عفت پر کسی طرح کا داغ لگائیں

(اب ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور بظاہر بڑی وقت سے انھوں نے اپنے جذبات

پر قابو پایا) تو میں بس اتنا ہی کہتا ہوں کہ آپ بالکل غلط راستے پر جا رہے ہیں۔“

”میرے خیال میں فی الحال آپ سے جو پوچھنا تھا دریافت کر چکے“ انیسٹر نے

زرا سرد مہری سے کہا۔

شرک ہو مز بول اٹھے ”ایک زرا سی بات رہ گئی ہے۔ جب آپ کمرے میں

داخل ہوئے تو صرف ایک شمع میز پر جل رہی تھی کیوں جناب؟“

”جی ہاں“

”اس کی روشنی سے آپ کو معلوم ہوا کہ کوئی سانحہ ہوا ہے“

”بالکل درست“

”آپ نے فوراً مدد طلب کی“

”جی ہاں“
 ”اور مدد فوراً پہنچ گئی؟“

”منٹ دو منٹ میں“

”تاہم جب وہ لوگ آئے تو انھوں نے شمع کو گل پایا اور لمپ جلتا دیکھا۔
 یہ تو کچھ عجیب سی بات ہوئی“

پھر بار کر زرا گھبرائے سے ایک لمبے کے بعد بولے:

”مجھے تو عجیب نہیں معلوم ہوتی۔ شمع کی روشنی بہت دھیمی تھی میرا پہلا خیال
 تیز روشنی کا تھا۔ میز رلمپ رکھا تھا اس لئے میں نے روشن کر دیا“
 ”اور شمع گل کر دتی؟“

”جی ہاں“

شرک ہو مرنے مزید سوالات نہ کئے اور بار کر ہم میں سے ایک دوسرے کے
 منہ تکتے ہوئے اٹھے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔ ان کی تمکا ہوں سے مجھے مرد
 اور عناد معلوم ہوتا تھا۔

انسپیکٹر میک ڈانل نے ایک رقعہ مسز ڈگلز کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے
 ملنا چاہتے ہیں لیکن مسز موصوف نے کہا بھیجا کہ وہ خود تناول خانے میں آکر ملیں گی
 چنانچہ اب وہ داخل ہوئیں۔ وہ دراز قد اور خوب صورت عورت تھیں۔ عمر
 ان کی کوئی تیس برس کی ہوگی۔ خود داری اور تکلف حد درجے کا تھا۔ میں نے
 اپنے ذہن میں جو حسرت ناک اور پریشان حال نقشہ ان کا کھینچا تھا اس سے بہت
 مختلف نظر آئیں۔ یہ سچ ہے کہ ان کے چہرے پر زردی تھی اور طبیعت گری ہوئی
 معلوم ہوتی تھی۔ لیکن ان کے انداز میں متانت تھی اور ان کا وہ خوش وضع ہاتھ
 جو میز پر رکھا تھا۔ اتنا ہی قابو میں تھا جتنا کہ میرا۔ ان کی نمکین اور التجاؤں بھری

آنکھیں ہم سب پر متحسناہ پڑھ رہی تھیں۔ وہ ساٹھانہ انداز فوراً تقریر کی صورت میں بدل گیا۔ پوچھنے لگیں:

”آپ نے اب تک کچھ بتا لگایا“

میں نے سمجھا کہ بجائے اُمید کے ان کے لہجہ میں خوف کا شائبہ تھا۔ شاید میرے تخیل نے یہ تصور کیا ہو۔ مگر مجھے محسوس ضرور ہوا۔

انسپکٹر نے جواب دیا:

”ہم نے ہر ممکن کارروائی کی ہے۔ آپ مطمئن رہیں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے گا“

”روپیہ کا ہرگز خیال نہ کیجئے۔ میری خواہش ہے کہ ہر ممکن کوشش کی جائے۔“
اس مرتبہ ان کے لہجہ میں کچھ لکنت تھی۔

”غالباً آپ ہم کو کچھ بتا سکتی ہیں جس سے معاملہ پر روشنی پڑ سکے“
”مجھے خوف ہے کہ نہیں بتا سکتی۔ لیکن جو کچھ مجھے معلوم ہے آپ کو بتا سکتی ہوں“
”مسٹر بارکر سے ہم نے سنا کہ آپ نے درحقیقت دیکھا نہیں یعنی آپ نے اس منحوس کمرے میں قدم تک نہیں رکھا۔“

”جی نہیں۔ انہوں نے مجھ کو زینے ہی سے واپس کر دیا اور اپنے کمرے میں جانے کی درخواست کی۔“

”بجا ہے۔ آپ نے فیر کی آواز سنی اور فوراً نیچے آئیں“

”میں نے پہلے لبادہ پہنا اور پھر نیچے آئی“

”فیر کی آواز سننے سے کتنے دیر بعد آپ کو مسٹر بارکر نے زینے پر روکا“
”دو منٹ گزرے ہوں گے۔ ایسے اوقات میں وقت کا کیا خیال رہ سکتا ہے“
انہوں نے میری خوشامد کی کہ میں نہ جاؤں۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ میرے

کئے کچھ نہ ہوگا۔ پھر مسز ایلن مجھے اوپر لے گئیں۔ مجھے تو یہ سب ایک خوف ناک خواب معلوم ہوا۔“

”کیا آپ ہم کو تباہا سکتی ہیں کہ آپ کے آواز سننے سے کتنی دیر پہلے آپ کے شوہر نیچے چلے گئے تھے؟“

”نہیں میں نہیں تباہا سکتی۔ وہ اپنے لباس خانے سے گئے تھے اور میں نے ان کو جاتے نہیں سنا۔ وہ ہر رات گھیر کا چکر لگایا کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ آگ سے ہمیشہ ڈرتے تھے۔ صرف یہی ایک چیز تھی جس سے وہ گھبرا یا کرتے تھے۔“

”ہم بھی اسی بات کی طرف آرہے تھے۔ آپ اپنے شوہر سے انگلستان ہی میں ملیں۔ کیوں جناب؟“

”جی ہاں۔ ہماری شادی کو پانچ برس ہوئے۔“

”کیا آپ نے ان سے امریکہ کی نسبت کوئی ایسی بات سنی جس سے معلوم ہو سکتا کہ ان کے لئے کوئی خطرہ ہے؟“

مسز ڈگلس نے جواب دینے سے پہلے خوب سوچا بالآخر بولیں:

”ہاں۔ میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ ان کو کسی نہ کسی خطرے کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے مجھ سے تذکرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ مجھ پر اعتبار نہیں کرتے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ میری طبیعت کو مکدر اور رشتان کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں اس وہم میں گھل جاتی اس لئے انہوں نے خاموشی ہی اختیار کی۔“

”یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟“

مسز ڈگلس کے چہرے پر تبسم کی ایک لہر دوڑ گئی۔

”کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شوہر کسی راز کو عمر بھر چھپائے رہے اور اس عورت کو

جو اس کی عاشق ہو۔ اس کی خبر تک نہ ہو۔ میں نے کسی طرح سے اس کو جانا۔ اپنی امر کی زندگی کی بابت گفتگو کرنے سے انکار نے مجھے اس کی خبر دی۔ ان کی چند اہلیا طوں نے مجھے اس کی اطلاع دی، ان کے بعض کلمات نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جس طرح غیر متوقع اجنبیوں کو بہ غور دیکھا کرتے تھے۔ اس سے میں نے پتا لگایا۔ مجھے اس کا کافی یقین تھا کہ ان کے دشمن بہت طاقتور ہیں اور ان کو اس کا پورا پورا احساس تھا کہ ان کے دشمن ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان سے بچنے کی فکر میں ہوشیار رہتے تھے۔ مجھے اس کا اس درجہ یقین تھا کہ پرسوں سے جب کبھی وہ معمول سے دیر کر کے آتے تو میں پریشان ہو جاتی۔“

اب ہو کر بولے :

”کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ الفاظ کیا تھے جن کی طرف آپ کی توجہ

مبذول ہوئی؟“

”وادی خوف‘ جب میں ان سے پوچھتی تو وہ اسی کا نام لیتے اور کہا کرتے کہ میں وادی خوف میں رہ چکا ہوں اور ابھی تک اس سے باہر نہیں نکلا۔ میں پوچھتی کہ کیا ہم کبھی اس سے باہر نہیں نکلیں گے۔ وہ جواب دیتے کہ کبھی کبھی میں خیال کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نہ نکلیں گے۔“

”آپ نے ان سے یہ تو پوچھا ہو گا کہ وادی خوف سے ان کی کیا مراد تھی؟“

”میں نے یقیناً پوچھا تھا۔ لیکن ان کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا، سر ہلایا کرتے اور کہتے یہی عنایت ہی کہ ہم میں سے ایک اس کا مزاج کچھ چکا ہے۔ بس کافی ہے۔ حسرا نہ کرے اس کا سایہ بھی کبھی تم پر پڑے۔ وہ کوئی نہ کوئی حقیقی وادی تھی اور وہاں کوئی سانحہ ہوش ربا پیش آیا تھا۔ اس کا تو مجھے یقین ہے۔ لیکن اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتی۔“

”کیا انہوں نے کبھی کوئی نام نہیں لئے تھے؟“

”لئے تھے۔ ایک مرتبہ بخاریں ان کو ہڈیاں ہو گیا تھا۔ تین برس ہوئے۔ جب کہ ان کو شکار میں ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت ان کی زبان پر ایک نام بار بار آتا تھا۔ وہ غصہ اور دہشت کے لہجے میں کہا کرتے تھے ’میک گنٹی نام تھا۔ سالار میک گنٹی۔ جب وہ اچھے ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ میک گنٹی کو تھا اور کس کا سالار تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرا نہیں تھا۔ اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہ کہتے۔ لیکن سالار میک گنٹی اور وادی خوف میں کوئی تعلق ضرور ہے۔“

انسپیکٹر میک ڈائل نے کہا:

”ایک بات اور رہ گئی۔ آپ مسٹر ڈگلس سے لندن کے ایک اقامت خانے میں ملی تھیں نا۔ اور اسی وقت آپ ان سے منسوب ہو گئیں۔ کیا اس شادی میں کوئی فساد کوئی بات خفیہ یا پراسرار تھی؟“

”رومان تو ضرور تھی اور ہونی کب نہیں ہے۔ البتہ کوئی پراسرار بات نہیں تھی۔“

”ان کا کوئی رقیب تو نہیں تھا؟“

”نہیں۔ میں بالکل آزاد تھی۔“

”آپ نے تو سنا ہی ہو گا کہ ان کی انگشتری عرصہ سے غائب ہے۔ اس میں آپ کوئی اشارہ پاتی ہیں؟ فرض کیجئے ان کی اوائل کی زندگی کا کوئی دشمن ان کے پیچھے لگ گیا اور ان کا پتہ لگانے کے یہ قتل کر گیا تو اس کے انگشتری لے جانے کے کیا سبب ہو سکتے ہیں؟“

میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ ایک لمحہ کے لئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ جواب میں کہنے لگی:

”میں واقعی نہیں بتا سکتی۔ یہ درحقیقت ایک عجیب بات ہے۔“

”خیر اب ہم آپ کو زیادہ تکلیف نہیں دینگے اور ہم کو افسوس ہے کہ ہم نے ایسے وقت میں آپ کو اتنی تکلیف دی۔ اور بھی باتیں ہیں۔ لیکن جب وہ پیدا ہوں گی تو آپ دریافت کر لیں گے۔“

وہ اٹھیں اور مجھے پھر محسوس ہوا کہ وہ ہم پر ایک تیز سا لانا نظر ڈال رہی ہیں گویا کہ ان کی آنکھیں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ ”میری شہادت نے تمہارے اوپر کیا اثر پیدا کیا۔“ اس کے بعد وہ کمرے سے چلی گئیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد جب دروازہ بند ہو گیا تو انسپکٹر میک ڈائل زرا سوچ کے کہنے لگے:

”ہے تو واقعی بڑی خوب صورت شخص بارگرنامی یہاں بہت آتا جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا آدمی ہے کہ ایک عورت اسے پسند کر سکتی ہے۔ اس کو اقرار ہے کہ متوفی میں رقابت کا خیال تھا اور بہت ممکن ہے کہ اس کے پاس اس رقابت کا کوئی قوی سبب ہو۔ پھر یہ عروسی انگشتری رہی جاتی ہے۔ اس کو آپ کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ایک شخص جو ایک مردہ کے ہاتھ سے انگشتری اتارتا... کئے مسٹر ہوفز، آپ کی کیا رائے ہے؟“

میرے دوست ہاتھوں پر سر رکھے اپنے خیال میں مستغرق تھے۔ اب وہ اٹھے اور گھنٹی بجائی۔ جب خانسیماں آیا تو اس سے پوچھا:

”اس وقت مسٹر بارگرنامی کہاں ہیں؟“

”دیکھتا ہوں۔“

ایک لمحہ بعد واپس آ کے اس نے کہا کہ مسٹر بارگرنامی میں ہیں۔

”اچھا آس کیا تم کو یاد ہے کہ گزشتہ رات کو جب تم مطالعہ خانے میں مسٹر بارگرنامی سے آکر ملے تو ان کے پیروں میں کیا چیز تھی؟“

”جی ہاں مجھ کو یاد ہے۔ وہ اس وقت فرشی جوتیاں پہنتے تھے۔ جب وہ پوس

کو بلانے گئے تو میں نے ان کو بوٹ لاکر دیا۔

”جوتیاں اب کہاں ہیں؟“

”وہ ابھی تک ہال میں کرسی کے نیچے ہیں؟“

”بہت خوب۔ دیکھو ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم کو معلوم ہو کہ کون سے

نشان مسٹر بار کر کے جوتے کے ہیں اور کون سے دوسروں کے؟“

”جی ہاں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ جوتیاں خون آلود تھیں

چنانچہ میری بھی ہو گئی تھیں“

”کمرے کی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ قدرتی بات ہے۔ اچھا آمس اب

اگر ضرورت ہوگی تو تم کو بلا لیں گے“

چند منٹ بعد ہم مطالعہ خانے میں پہنچ گئے۔ ہومز اپنے ساتھ ہال سے فرشی جوتیاں

بھی لیتے آئے تھے۔ جیسا آمس نے کہا تھا دونوں کے تلووں میں خون بھرا تھا۔ ہومز

کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر ان کی جانچ کرنے لگے اور کہنے لگے:

”حیرت انگیز واقعتی حیرت انگیز ہے“

جھک کے فوراً انھوں نے کھڑکی کے خونی دبٹے پر وہ جوتی رکھی۔ وہ پوری

پوری بیٹھ گئی۔ وہ اپنے ساتھیوں پر زریب ہی مسکراتے رہے۔ انسپکٹر مارے

اضطراب کے مہبوت ہو گئے تھے۔ اب بولے تو آواز میں کڑھکی تھی:

”راجی حضرت! اس میں زرا بھی شبہ نہیں۔ بار کرنے کھڑکی پر یہ نشان خود بنایا ہے

یوٹوں کے نشان سے بہت چوڑا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ یہ کسی پھلے جو

کا ہے۔ یہ دیکھئے اس کی تصدیق ہے۔ لیکن اب آپ ہیں کس فکر میں۔ کہتے۔ کونسی فکر ہے؟“

”ہاں فکر کیا ہے؟“ میرے دوست نے غور کے بعد جواب دیا۔

”وہاں میں جو خوشی میں آگے ہاتھ ملتے تھے بول اٹھے۔“

” دیکھئے میں نہ کہتا تھا کہ یہ نامعقول ہے اور دیکھئے کیسا نامعقول نکلا !“

پچھٹا باب

نموروشنی

ہر سہ سراسر رسائوں کو بہت سی جزئیات کی تحقیقات کرنا تھی اس لئے میں سرانے میں اپنے قیام گاہ چلا آیا۔ لیکن آتے آتے میں مکان کے اطراف اس عجیب و قیاسی باغ کی سیر کرتا آیا۔ اس کے چاروں طرف بڑے پُرانے پُرانے ”یو“ کے درخت عجیب شکلوں میں ترشے ہوئے گھڑے تھے۔ اندر ایک خوب صورت سبزہ زار تھا جس کے وسط میں ایک دھوپ گھڑی تھی۔ اس سب کا اثر کچھ ایسا مفرح اور تسکین دہ تھا کہ میری کسل مند طبیعت کے لئے بسا عنایت تھا۔ اس پُرانے اور پُر سکون فضاء میں مطالعہ قارئین میں فریض پر پڑی ہوئی اس خون آلودہ لاش کا خیال محو ہو جاتا تھا یا صرف خواب معلوم ہوتا تھا۔ اس پر بھی عجب میں اس کے چاروں طرف گشت لگا رہا تھا اور اپنی طبیعت کو تسکین دے رہا تھا۔ تو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس واردات کو پھر یاد دلا دیا اور میرے ذہن میں ایک بہت ہی بُرائی قائم کر دیا۔

میں نے ابھی ذکر کیا کہ ”یو“ کے درخت باغ کو گھیرے ہوئے تھے۔ مکان سے اس پار والے کنارے پر وہ ایک مسلسل جھاڑی بن گئے تھے۔ اس جھاڑی کی دوسری طرف مکان کی طرف سے ہر آنے والے کی نظر سے پوشیدہ ایک پتھر کی نشست تھی۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو محلو آوازیں سنائی دیں۔ ایک تو زرا بھاری آواز کسی مرد کی معلوم ہوتی تھی۔ جس کے جواب میں ایک ہستی ہوئی۔ زمانہ آواز سنائی

دستی تھی۔ ایک لمحہ بعد میں جھاڑی کے کنارے پھینچ گیا۔ اور پیش تر اس کے کہ وہ مجھے دیکھیں میری آنکھیں مسنرد گلے اور بار کر نامی شخص پر پڑیں۔ مسنر موصوفہ کی صورت دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ تناول خانے میں وہ سنجیدہ اور متین معلوم ہوتی تھیں۔ اب رنج کا ثابہ تک نہ تھا۔ ان کی آنکھیں زندگی کی خوشی سے جھک رہی تھیں اور ان کے چہرے سے اپنے ساتھی کے کسی بات پر مسکراہٹ معلوم ہوتی تھی۔ وہ شخص آگے بٹھا ہوا تھا۔ کہنیاں زانو پر ٹیکے اور ہاتھ ملائے ہوئے خود بھی جواباً مسکرا رہا تھا۔ فوراً ہی (لیکن بس ایک لمحہ ہی کی دیر ہوئی) میرے آنے پر وہ دونوں سنجیدہ ہو بیٹھے۔ جلدی میں دو ایک لفظ دونوں میں سنائی دئے اور پھر بار کر اٹھا اور میری طرف آیا۔ کہنے لگا:

”معاف کیجئے گا۔ لیکن کیا میں ڈاکٹر وائسن سے مخاطب ہوں؟“
میں نے سرد مہری سے اشارہ کیا کہ غالباً وہ سمجھ گیا ہو گا کہ میرے ذہن پر کیا اثر پیدا ہوا ہے۔

”ہم سمجھے کہ آپ ہی ہونگے۔ اس لئے کہ شرک ہو فر کے ساتھ آپ کی دوستی تو اب مشہور ہو گئی ہے۔ کیا مسنرد گلے سے دو باتیں کر لینے میں آپ کو کچھ تکلف ہوگی؟“
میں منہ بنائے اس کے پیچھے ہو لیا۔ میری آنکھوں میں ابھی تک وہ خوبی تصویر پھر رہی تھی۔ اس واردات کے چند گھنٹے کے اندر ہی اس کی بیوی اور اس کا رازدا دوست اسی کے باغ میں ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھے ہنس رہے تھے۔ میں نے ذرا تکلف سے خاتون کو سلام کیا۔ تناول خانے میں میں اس کے رنج پر رنجیدہ تھا اب اس کی نگاہوں کے جواب میں میری نگاہیں خاموش تھیں۔ کہنے لگیں:

”مجھے اندیشہ ہے کہ آپ مجھے بے درد اور سنگ دل سمجھتے ہونگے؟“
میں نے شانے ہلائے اور کہا:

”مجھے اس سے کیا سروکار؟“
”غالباً ایک نہ ایک دن آپ میرے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔ اگر آپ صرف
یہ اندازہ کر سکتے....“

بار کرنے بات کاٹ کر کہا:
”کیا ضرورت ہے کہ ڈاکٹر صاحب صاحب کچھ اندازہ کریں۔ بقول ان کے ان کچھ
اس سے کیا سروکار؟“

میں نے کہا ”بجا ہے۔ تو پھر میں اجازت چاہتا ہوں“

وہ خاتون اب بجاہت سے چلانے لگی:

”ڈاکٹر صاحب زرا ایک لمحہ ٹھہر جائیے۔ صرف ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں
جس کا جواب سوائے آپ کے کوئی دوسرا اس پردہ دنیا پر صحت کے ساتھ نہیں
دے سکتا۔ اس سے میرے اوپر بہت ہی بڑا اثر پڑے گا۔ آپ دوسروں سے زیادہ
مسٹر شرک ہو مزا اور پولس کے تعلقات کو جانتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ کوئی راز
کی بات ان کے علم میں لائی جائے تو کیا ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سراغ رسالوں
کو اس کی اطلاع کر دیں؟“

”ہاں یہی بات ہے“ بار کر بھی بولے ”کیا وہ خود اپنی طرف سے ہیں یا

دوسروں کے ساتھ ہیں؟“

”میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو ان معاملات پر گفتگو کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے؟“

”ڈاکٹر صاحب۔ میری درخواست ہے میری النقا ہے کہ آپ گفتگو کریں۔ میں

یقین دلاتی ہوں کہ اگر آپ اس معاملہ میں براہ تباہیں گے تو ہم کو۔ مجھ کو بہت مدد

ملے گی۔“

اس عورت کی آواز میں کچھ ایسی صداقت بھری تھی کہ میں تھوڑی دیر کے لئے

اس کے اوچھے پن کو بھول گیا اور مجھے صرف امتثال امر کا خیال رہ گیا۔ چنانچہ میں نے جواب دیا:

”مسٹر ہومز، اپنی طرف سے تحقیقات کر رہے ہیں۔ وہ خود اپنے مختار ہیں۔ اور جیسا ان کی سمجھ میں آئے گا ویسا ہی کریں گے۔ ساتھ ہی اس کے جو افسر اس مقدمے میں کام کر رہے ہیں ان سے بھی وہ ملے ہوئے ہیں اور یقیناً وہ کسی ایسی بات کو نہیں چھپائیں گے جس سے مجرم اپنے کیفر کردار کو چھینچ سکے۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور اگر آپ زیادہ دریافت کرنا چاہتی ہیں تو خود مسٹر ہومز سے دریافت کیجئے“ یہ کہہ ٹولی اٹھا اور ان کو وہیں بٹھا چھوڑ کر میں اپنے راستے پر ہویا۔ جب میں کنارے پر مڑا تو پیچھے پھر کر دیکھا کہ وہ دونوں گفتگو میں مشغول ہیں اور چوں کہ وہ میری طرف دیکھ رہے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ میری ملاقات ہی موضوع سخن تھی۔

جب میں نے ہومز سے تمام واقعات کی اطلاع کی تو کہنے لگے:

”میں ان کی رازداری نہیں چاہتا“

وہ تمام سہ پہر تے نر ہاؤس میں اپنے دونوں ساتھیوں سے مشورہ کرتے رہا اور پانچ بجے کے قریب بہت بھوکے واپس آئے۔ میں نے ان کے واسطے چائے پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔

”وائس! رازداری کبھی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر کہیں قتل و سازش کے پاداش میں گرفتاری ہوئی تو بہت ہی بدنامی ہوگی“

”تمہارے خیال میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی؟“

وہ بہت ہی خوش خوش اور مائل بگفتگو تھے۔

”مہربان من! جب میں یہ چوتھا انڈا ختم کرکھوں گا تو تم کو اصلی حالت سے آگاہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔ میں نہیں کہتا کہ ہم تہ تک پہنچ گئے۔ نہ تو ابھی

دور ہے۔ لیکن ہم نے گم شدہ ڈمبل کا پتا لگا لیا ہے۔ —
 ”ڈمبل؟“

”ارے! کیا واقعی تم ابھی تک نہیں سمجھے کہ یہ واردات گم شدہ ڈمبل پر ہی
 گھومتی ہے۔ خیر۔ شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ کیوں کہ آپ نے آپس میں میرے
 خیال میں نہ تو انسپکٹر میک اور نہ مقامی حضرات اس واقعہ کی عظیم الشان اہمیت کو
 سمجھ سکے ہیں۔ ایک ڈمبل! والسن زرا سوچو تو، ایک ہلو ان اور پھر ایک ہی ڈمبل
 زرا ایسی کثرت سے ایک طرفہ بالیدگی کا نقشہ کھینچو کہ ریڑھ کی ہڈی کے خم ہو جانے کا
 قطعی اندیشہ ہے یا نہیں کس قدر تخریر خیر ہے۔“

ان کے منہ میں نوالہ اب تک موجود تھا، آنکھیں ان کی شرارت سے بھری ہوئی
 تھیں اور وہ میرے اس عالم تحیر کا تاشا دیکھ رہے تھے۔ ان کی یہ شدید گرسنگی کا میاں
 کا ثبوت تھی۔ کیوں کہ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب کبھی کسی مسئلہ میں ان کا دماغ
 زرا پریشان رہتا تھا وہ کئی کئی دن اور کئی کئی رات تک کھانے کا نام نہیں لیتے تھے
 اس دماغی مراقبے سے وہ اور بھی لاعلم ہو جاتے تھے۔ بالآخر انھوں نے پائپ جلایا اور
 اس قدیم دیہاتی سرائے کے ایک کونے میں بیٹھ کر انھوں نے اپنی داستان شروع کی
 لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بجائے کچھ بیان کرنے کے وہ خود ہی با آواز بلند کچھ سوچ
 رہے ہیں۔

”والسن۔ یہ جھوٹ ہے۔ ایک بہت بڑا دھڑے کا شوخی بھرا، اور بالکل
 سفید جھوٹ ہے۔ یہی بات ہے جو سب سے پہلے ہم کو معلوم ہوتی ہے۔ یہی ہمارا
 نقطہ آغاز ہے۔ بار کرنے جو کچھ کہا سب غلط۔ لیکن مسز ڈگلس نے بار کرنے کے قصہ کی
 تصدیق کی۔ اس لئے وہ بھی جھوٹی۔ وہ دونوں جھوٹے اور سازشی ہیں۔ پس ہمارے
 سامنے ایک سیدھا سا مسئلہ یہ پیش ہوتا ہے کہ ان کے جھوٹ بولنے کی کیا وجہ؟ اور

وہ کون سی صداقت ہے جس کے چھپانے کی وہ ایسی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اچھا آڈو وائسن ہم اور تم دونوں مل کر اس جھوٹ کو پار کر کے صداقت تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ مجھ کو بھلا کیسے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں؟ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک قصہ گھڑا جو کسی طرح درست ہو ہی نہیں سکتا۔ ذرا سوچو۔ بیان کردہ قصے کے بموجب قاتل کو قتل کے بعد ایک دقیقہ سے بھی کم وقفہ ملا جس میں اس نے لاش کی انگلی سے وہ انگوٹھی اتاری جو ایک دوسری انگوٹھی کے نیچے تھی۔ اور پھر اس انگوٹھی کو ہینا دیا۔ اور ایسا تو کوئی بھی نہیں کرے گا۔ بعد ازاں مقتول کے پاس وہ عجیب کارڈ چھوڑ گیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غیر ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ تم اس میں بحث کرو لیکن وائسن میں تمہاری فراست کو اتنا کم نہیں سمجھتا کہ اس کی توقع رکھو کہ تم کہو کہ مقتول کے قتل ہونے سے پہلے انگوٹھی لے لی گئی تھی۔ یہی کا صرف تھوڑا ہی سا جملہ اس بات کی شہادت ہے کہ گفتگو بہت ہی مختصر ہوئی ہوگی۔ کیا ہم نے ڈگلس کی ندر طبیعت کے متعلق جو کچھ سنا ہے اس کے ہوتے ہوئے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ اس نے وہ انگوٹھی اپنی خوشی سے دی ہوگی یا اس نے دینے کا ارادہ بھی کیا ہوگا یا نہیں۔ نہیں! نہیں! قاتل تنہا مقتول کے ساتھ کچھ دیر رہا۔ اور اس وقت لمپ روشن تھا۔ مجھے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ لیکن یہ ظاہر حالات بندوق کا فیروز موت کا سبب ہوا۔ اس لئے بندوق بیان کردہ وقت سے کچھ پہلے فیر کی گئی ہوگی۔ ایسے معاملہ میں غلطی کا امکان نہیں معلوم ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک گہری سازش عمداً کی گئی ہے جس میں وہ دو اشخاص جنہوں نے بندوق کی آواز سنی شامل ہیں۔ بار کر نامی شخص اور وہ عورت ڈگلس۔ مزید برآں اگر میں یہ ثابت کر دوں کہ کھڑکی پر خون کا دھبہ بار کرنے ڈال دیا تھا تاکہ پولس کو دھوکہ ہو، تو تم کو ماننا پڑے گا کہ بار کر کے خلاف معاملہ سنگین ہو جاتا ہے۔

”اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ قتل کا ارادہ ارتکاب کس وقت ہوا۔ ساڑھے دس بجے تک تو نوکر چاکر مکان میں چل پھر رہے تھے تو اس وقت سے پہلے تو ناممکن ہے۔ پونے گیارہ بجے جگہ ملازمین اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے سوائے آفس کے جو مودی خانہ میں تھا۔ آج سہ پہر کو تمھارے چلے آنے کے بعد میں نے چند تجربات کئے بھگو معلوم ہوا کہ سب دروازہ بند ہونے کی حالت میں مطالعہ خانے میں میک ڈائل نے جتنا شور بھی مچایا وہ مودی خانہ میں مجھ تک نہ پھینچ سکا۔ لیکن خانہ دار کے کمرے کی صورت جداگانہ ہے۔ یہ اس قدر فاصلے پر بھی نہیں ہے۔ چنانچہ جب بہت زیادہ شور کیا گیا تو میں نے وہاں سے ایک دھیمی آواز سنی۔ پرند مار بندوق اگر نزدیک سے فیر کی جائے تو اس کی آواز مدہم ہوتی ہے جیسا کہ اس واردات میں یقیناً تھی۔ وہ بہت زور کی آواز نہ ہوگی تاہم رات کی خاموشی میں مسز اینین کے کمرے تک پھینچ گئی۔ بقول اس کے وہ کسی قدر اونچا سنتی ہے، اس پر بھی اپنے بیان میں اس نے یہ کہا تھا کہ گجر بجنے سے آدھ گھنٹہ پہلے اس نے دروازہ بند کرنے جیسی آواز سنی تھی۔ گجر سے آدھ گھنٹہ قبل پونے گیارہ بجے تھے۔ مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ جو کچھ اس نے سنا وہ اسی بندوق کی آواز تھی پس قتل کا اصلی وقت یہی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم کو یہ معلوم کرنا ہے مسٹر بارکر اور مسز ڈنگلس اگر بالفرض یہ دونوں خود قاتل نہیں ہیں، تو پونے گیارہ بجے سے جب کہ بندوق کی آواز سن کر وہ دوڑے اور سوا گیارہ بجے تک جب کہ انھوں نے گھنٹی بجا کر نوکروں کو بلا یا، یہ دونوں کیا کرتے رہے۔ وہ کر گیا رہے تھے اور انھوں نے گھنٹی فوراً ہی کیوں نہ بجائی؟ یہی سوال اب ہمارے سامنے ہے اور اگر اس کا جواب ہم پائیں گے تو ہمارا مسئلہ بہت کچھ حل ہو جائے گا۔“

میں نے کہا: ”مجھے بھی یقین ہے کہ ان دونوں کے درمیان کچھ نہ کچھ سمجھوتہ ہے واقعی وہ عورت بھی کیسی سنگ دل ہے کہ شوہر کو قتل ہوئے چند گھنٹے گزریں اور وہ

اس طرح بیٹھی ہوئی مذاق پر ہنسنے “

” بجا ہے۔ اپنے بیان کے مطابق تبھی وہ ایک اچھی بیوی ثابت نہیں ہوتی
 والسن تم کو تو معلوم ہے کہ میں عورتوں کا کچھ زیادہ تناخواں تو ہوں نہیں۔ لیکن میرا
 تجربہ مجھکو بتلاتا ہے کہ بہت کم ایسی بیویاں ہوں گی کہ وہ اپنے اور اپنے شوہر کی
 لاش کے درمیان کسی شخص کی بات کو بھی حائل ہونے دیں گی۔ والسن، اگر
 میں نے شادی کی بھی تو اپنی بیوی کے دل میں کم سے کم اتنی وقعت تو پیدا کر ہی
 دوں گا کہ اگر میری لاش پڑی ہو تو کسی خانہ دار کی یہ مجال نہ ہو کہ وہ اس کو
 وہاں سے بہلا کر لے جاسکے۔ واقعات کی یہ رونمائی بہت بھونڈے طریقے سے عمل
 میں آئی۔ مبتدی سا مبتدی سراغ رساں بھی اس زمانہ بین و شیون کے نہ ہونے
 سے متحیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرے خیال میں اگر اور کچھ نہ ہوتا تو یہی امر اس
 بات کے ثبوت کے لئے کافی تھا کہ پہلے ہی سے ایک سازش کی گئی تھی “

” تو آپ کا قطعاً یہ خیال ہے کہ بارکر اور مسنر ڈگلز دونوں قتل کے مرتکب ہیں “
 ہو مرنے کہا۔ ” والسن! تمہارے سوالوں میں ہمیشہ ایک ہیبت ناک راستگی
 ہوتی ہے۔ میرے لئے تو یہ گولیوں سے کم نہیں۔ اگر تم یہ کہو کہ مسنر ڈگلز اور بارکر
 اس قتل کی حقیقت سے آگاہ ہیں اور اصل واقعہ کے اخلاقی کوشش میں ہیں تو میں
 تمہیں ایک صاف جواب دے سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ان دونوں نے چھپلے تنگی
 سازش کر رکھی ہے۔ لیکن تمہارا یہ سوال کم بخت اس قدر صاف نہیں ہے۔ اب
 آؤ ان مشکلات پر غور کریں جو سدراہ ہیں۔ ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ ان دونوں
 میں ناجائز محبت ہے۔ اور یہ کہ ان دونوں نے اس شخص کے استیصال کا مصمم
 ارادہ کر لیا ہے جو ان کے مقصود میں حائل ہیں۔ یہ کسی قدر بعید از قیاس ہے
 کیوں کہ نوکروں سے تمام و کمال دریافت کرنے پر بھی اس رائے کی تائید میں

کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ اس کے خلاف اس بات کی کافی شہادت موجود ہے کہ یہ دونوں
میاں بیوی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔“
”مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔“ کیوں کہ مجھے اس وقت باغ والے
مسکراتے خوب صورت ہرے کا خیال آیا۔

”خیر کم از کم ان کے طرز عمل نے تو یہی اثر پیدا کیا۔ اچھا تو ہم یہ فرض کئے لیتے
ہیں کہ یہ دونوں عجیب و غریب شخص ہیں کہ اس معاملہ خاص میں وہ ہر ایک کو دھوکا دیتے
ہیں اور پھر دونوں مل کر اس شوہر کے قتل کی سازش کرتے ہیں۔ اتفاق سے یہ
ایک ایسا آدمی ہے کہ اس کے سر پر ایک خطرہ سوار ہے.....“
”لیکن یہ تو انہیں کا قول ہے۔“
ہومز کا چہرہ فکر مند تھا۔

”میں سمجھا واٹس! تم ایک ایسی رائے قائم کرنا چاہتے ہو جس کی رو سے جو کچھ
یہ کہتے ہیں از سر تا پا غلط ہے۔ تمہارے خیال کے مطابق نہ تو کوئی مخفی خطرہ تھا
نہ کوئی خفیہ انجمن تھی، نہ وادی خوف، نہ میک منڈن وغیرہ کا وجود تھا۔ یہ تو
ایک ہی لائٹھی سے ہانکنے والا کلیہ ہے۔ اچھا دیکھو اس سے کس انجام پر پہنچتے ہیں۔
اس واردات کی توجیہ کے لئے وہ یہ سارا قصہ اختراع کرتے ہیں اور پھر اسی
قصہ کی مطابقت میں وہ باغی میں ایک بائسکل چھوڑ دیتے ہیں تاکہ کسی بیرونی شخص کا
دھوکا ہو۔ کھڑکی کی چوکھٹ پر خون کا نشان بھی اسی کا تپا دیتا ہے اور اسی طرح
بدن پر والا کارڈ بھی اسی کا موڈ ہے۔ اگر یہ ممکن ہے کہ کارڈ گھر پر تیار کیا گیا ہو۔
یہاں تک سب تمہارے خیال کے مطابق ہے۔ لیکن اب ہم کو وہ بے ڈھب اور
بے ڈول سنگرزے ملتے ہیں جو کسی طرح سے بھی اپنی جگہ پر نہیں آتے۔ ہتھیار
ہتھیاروں کو چھوڑ کر صرف اسی کو کیوں استعمال کیا اور پھر وہ بھی امریکن سائینس

کی۔ ان کو اس کا کیسے یقین ہوا کہ ان کی بندوق کی آواز سے کوئی آئے گا نہیں۔ یہ تو محض اتفاق ہے کہ سنراہین دروازہ بند ہونا سمجھے اس کی تحقیقات کو نہیں گئیں۔ آپ کے ان دونوں مجرموں نے یہ سب کس واسطے کیا؟“

”مجھے اقرار ہے کہ میں ان کی توجہ نہیں کر سکتا۔“

”اچھا پھر اور دیکھئے اگر کوئی عورت اور اس کا عاشق مل کر اس کے شوہر کو مارنا چاہیں تو کیا وہ اپنے کرتوت کا اعلان کرنے کے لئے متوفی کے ہاتھ سے عروسی انگشتری بھی اتار لیں گے۔ کہو وائٹن کیا اس کا امکان معلوم ہوتا ہے؟“

”نہیں تو“

”اچھا پھر یہ دیکھو کہ اگر باہر چھپی ہوئی بائیسکل کا خیال تم کو آتا تو کیا تم یہ سمجھتے کہ یہ دفنی قاتل نے چھوڑ دیا ہے۔ جب کہ ہر اجدخواں اس کو محض دھوکے کی ٹپا سمجھے گا کیوں کہ فرار ہونے کے لئے بائیسکل ہی قاتل کے لئے بہت مفید ہو سکتی تھی۔“

”میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔“

”تاہم واقعات کا کوئی سلسلہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس کے لئے فہم انسانی کوئی نہ کوئی توجہ نہ تراش سکے محض دماغی تفریح و تمرین کے طور پر بلا لحاظ صدق و کذب کے میں حالات کی ایک صورت پیش کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ محض تخیل ہے لیکن باوقات تخیل ہی صداقت کی ماں ہو کرتی ہے۔“

”ہم یہ فرض کیئے لیتے ہیں کہ اس شخص ڈگلس کی زندگی میں کوئی نہ کوئی مجرمانہ یا شرم ناک راز تھا۔ اس راز کی وجہ سے ایک نامعلوم شخص اس کو قتل کر دیتا ہے۔ اس شخص کو تھوڑی دیر کے لئے سمجھ لیجئے کہ کوئی باہر سے انتقام لینے آیا تھا۔ اس منتقم نے متوفی کی انگلی سے عروسی انگشتری اتار لی اگرچہ مجھے اقرار ہے

کہ اس کا سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ یہ قضیہ متوفی کی پہلی شادی سے تعلق رکھتا ہو اور یہ انگلشٹری اسی سلسلے میں اُتاری گئی ہو۔ اس منقہ کے نکل جانے سے پہلے بارکر اور خاتون دونوں کمرے میں پھینچ لئے تھے۔ قاتل نے انھیں لپٹین دلا یا کہ اگر اس کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی تو خیزد بہت ہی ناگوار راز طشت از بام ہو جائیں گے۔ وہ اس سے قاتل ہو گئے اور انھوں نے قاتل کو نکل جانے دیا۔ اس کے لئے انھوں نے پل اُتار دیا جس میں زرا بھی شور نہ ہوا اور پھر چڑھا دیا۔ وہ اس طرح سے نکل گیا اور اس نے خیال کیا کہ بائیسکل چھوڑ کے پاساؤہ ہی چلنے میں زیادہ حفاظت ہے۔ اس لئے اس نے اپنی سائیکل ایسی جگہ چھوڑی جہاں وہ اس کی نکل جانے سے پہلے نہ دکھائی دے سکے۔ یہاں تک ہم ممکنات میں ہیں کیوں کیا نہیں ہیں؟“

میں (زرا رکتے ہوئے) ”بے شک ممکن تو ہے“

”واٹسن! یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ وقوع میں آیا ہے وہ بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ اچھا تو پھر جب ان دونوں نے قاتل کے چلے جانے کے بعد غور کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ انھوں نے ایسی شکل پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے ان کو اپنی برأت یا عدم شرکت ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ انھوں نے فوراً ہی ایک تدبیر سوچی لیکن کسی قدر بھونڈی۔ بارکر نے اپنی زیر پائی سے کھڑکی کی دبلیز پر خون کا نشان کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ قاتل ادھر سے گیا ہے۔ ظاہر ان دونوں نے بندوق کی آواز ضرور میسنی ہوگی۔ اس لئے انھوں نے فوراً گھنٹی بجائی جب ان کو بجانا چاہیے تھا۔ لیکن واقعہ سے کوئی آدمہ گھنٹہ بعد“

”اور ان سب باتوں کے لئے ثبوت کیا ہے؟“

”سنو اگر کوئی باہر کا شخص ہوتا تو اس کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔“

اس کو گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر نہیں ہے تب بھی علم و فن نے ابھی ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کمرے میں تنہائی کی ایک شام بہت مفید ہوگی۔“

”تنہائی میں ایک شام“

”میری رائے تو ابھی جانے کی ہے۔ میں نے میاں آمس سے سب کچھ طے کر لیا ہے۔ وہ کچھ بار کر کا بہت دل دادہ تو ہے نہیں۔ میں اس کمرے میں بیٹھوں گا اور دیکھوں گا کہ کچھ کشف ہوتا ہے یا نہیں۔ میں تو مقامی کشف کا قائل ہوں۔ تم چاہے ابھی سنسو لیکن آگے چل کر دیکھ لینا۔ ہاں تمہارے پاس تو ایک بڑی سی چھتری ہے“

”یہ لو“

”اگر کہو تو عار بتا لے لوں“

”ضرور۔ لیکن کیا بے کار ہتھیار ہے خدا نخواستہ اگر...“

”گھبرانے کی بات نہیں ورنہ تم کو ضرور لیتا۔ لیکن میں چھتری لے جاؤں گا۔ فی الحالہ تو میں ٹمبرج ویلز سے اپنے ہم مشربوں کی واپسی کا منتظر ہوں۔ وہاں وہ بائیکل کے مالک کی تلاش میں مصروف ہیں“

رات ہو چکی تھی چیف انسپکٹر میک ڈائل اور وہاٹ مین اس مہم سے واپس آئے۔ آئے تو بہت خوش خوش تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں بہت کچھ معلوم ہو گیا ہے

میک ڈائل کہنے لگے:

”جناب مجھے اقرار ہے کہ پہلے مجھے باہر والے شخص کی نسبت شبہ تھا۔ لیکن اب وہ بات نہیں۔ بائیکل پیمان لی گئی۔ اس کے مالک کا پتہ لگ گیا، اس کا حلیہ ہم کو معلوم ہو گیا۔ آدمی مہم تو ہمیں سر ہو گئی“

ہو مرنے کہا۔ ”مجھے تو یہ انجام کا آغاز معلوم ہوتا ہے۔ آپ دونوں کو مبارکباد ہو۔ اس واقعہ سے شروع کیا کہ ایک روز قبل جب مسٹر ڈگلس ٹمبرج

گئے تھے تو وہ آزر وہ خاطر تھے۔ پس ٹبرنخ ویلز ہی میں ان کو خطرے کا احساس ہوا پس ظاہر ہوا کہ اگر کوئی باہر کا شخص آیا ہے تو وہ مبرج ویلز ہی سے آیا ہوگا ہم اپنے ساتھ بائیکل لے گئے اور تمام ہوٹلوں میں اس کو دکھایا۔ ”عقاب زریں“ کے مینجر نے اسے فوراً پہچان لیا کہ ہارگریو نامی ایک شخص اس کا مالک ہے جس نے دو روز ہوئے ایک کمرہ کرایہ پر لیا تھا۔ یہ بائیکل اور ایک خورجی اس کا اثاثہ ثابت تھیں۔ اس نے لندن سے آنا بتلایا تھا لیکن کوئی پتا نہیں دیا تھا۔ خورجی لندن سا کی تھی اور اس کی شمولیات بھی برطانوی تھیں۔ لیکن وہ خود امریکی تھا۔“

ہومز زرا خوش ہو کر ”واقعی جناب نے نہایت زبردست کام کیا ہے اور میں یہاں بیٹھا اپنے دوست کے ساتھ خیالی پلاؤ پکاتا رہا۔ مسٹر میک! آپ کی اس مستعدی سے سبق لینا چاہیے“

”جی ہاں ضرور“ آپ کے لئے خوش ہو کر کہا ”لیکن یہ سب کچھ تمہارے نظریہ میں آسکتا ہے“

میں نے کہا:

”ممکن ہے آئے یا نہ آئے۔ مسٹر میک۔ زرا انجام تو سنائیے۔ کیا اس شخص کی شناخت کے لئے کوئی چیز نہ تھی؟“

”تھی مگر بہت کم جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے نہایت ہوشیاری سے شناخت کے لئے کوئی چیز باقی نہ رکھی۔ کوئی کاغذ، خط یا کسی قسم کا نشان تک کپڑوں پر نہ تھا۔ اس کی خواب گاہ کی میز پر ایک نقشہ اس ضلع کا رکھا تھا۔ کل ناشتہ کے بعد وہ ہوٹل سے سائیکل پر چلا تھا اور پھر ہماری تحقیقات تک اس کا کچھ پتا نہ چلا۔ وہاٹس مین نے کہا:

”مسٹر ہومز! یہی تو مجھے بھی حیران کئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ شخص نہیں جاتا

تھا کہ اس پر انگشت نمائی ہو تو اس کے لئے یہی مناسب تھا کہ ہوٹل واپس جانا اور
مثلاً کسی سیاح کے وہاں خاموشی سے رہتا۔ لطف یہ کہ اس کو معلوم تھا کہ اس کی
غیر حاضری کی اطلاع میجر پولس میں کرے گا اور اس کی مفقود و اجبری قتل کے ساتھ
والبتہ سمجھی جائے گی۔“

”بادی النظر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اس نے جو کچھ کیا اب تک تو
ٹھیک ہی کیا کیوں کہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوا۔ لیکن اس کا حلیہ۔ خلیے کی سنائیے۔“
میک ڈائل نے بیاض نکالی۔

”یہ لیجئے جہاں تک معلوم ہو سکا اس میں راجح ہے۔ لوگوں نے اس کو کچھ غور سے
تو دیکھا نہیں تھا۔ اس پر بھی دربان، منشی اور خواص سب کے سب متفق ہیں کہ
کچھ ایسا ہی تھا یعنی پونے چھ فٹ کا قد تھا، پچاس برس یا کچھ اوپر کی عمر تھی، بال
سی قدر بھورا گئے تھے، مونچھیں کسی قدر سفیدی مائل، ناک خمیدہ اور ہرے کو
سب نے بتایا کہ مہیب اور خوف ناک تھا۔“

”سوائے ہرے کے یہ تو ڈگلس ہی کا حلیہ ہو سکتا ہے۔“
ہو مرنے کہا: ”اس کی عمر بھی پچاس ہے، بال اور مونچھیں بھی ویسی ہی
ورقہ بھی اتنا ہی۔ کیا آپ کو کچھ اور بھی معلوم ہوا؟“
”وہ ایک بھاری خاکی مائل نیم تہ پہنے تھا جس کے نیچے ایک صدری تھی اور
وہ پر ایک چھوٹا زرد لبادہ، سر پر ایک نرم ٹوپی تھی۔“
”اور پرندہ بندوق کدھر گئی؟“

”وہ ڈوفٹ سے بھی کم ہے۔ اس کو وہ اپنے بچہ میں بھی چھپا سکتا تھا۔ اور
وہ میں تو بغیر وقت کے لاسکتا تھا۔“

اس سب کا اثر ہمارے تفسیر پر کیا پڑا؟

”سنئے حضرت۔ جب ہم کو وہ آدمی مل جائے گا۔ اور آپ یقین جائے کہ حلیہ معلوم ہونے کے پانچ منٹ بعد ہی میں نے تاروں پر اس کا حلیہ دوڑا دیا۔ تو اس وقت ہم اچھی طرح فیصلہ کر سکیں گے۔ بحالت موجودہ بھی ہم نے بہت کچھ مراحل طے کر لئے۔ ہم کو معلوم ہو گیا کہ ہارگرو نامی ایک امریکن دو روزہ ہوئے مٹرج وٹلز میں سائیکل اوٹو بقیہ لئے آیا۔ جس میں ایک کٹی ہوئی بندوق تھی۔ پس معلوم ہوا کہ وہ قتل ہی کے ارادہ سے آیا تھا۔ کل صبح وہ اس مقام کے لئے سائیکل پر روانہ ہوا اور بندوق ببادے میں چھپی تھی۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے کسی نے اس کو آتے نہیں دیکھا۔ لیکن یہ کوئی ضرور نہیں کہ پائین باغ کے دروازے تک پھینچنے کے لئے اس کو گاؤں میں سے گزرنا پڑتا دوسرے سڑک پر اور بھی سائیکل سوار تھے۔ غالباً اس نے اپنی سائیکل فوراً جھاڑی میں چھپا دی۔ چنانچہ وہیں سے وہ برآمد بھی ہوئی۔ اس کے بعد وہ خود چھپ گیا اس کو اس کا انتظار تھا کہ کب مسٹر ڈگلز باہر نکلتے ہیں۔ مکان کے اندر ایسی بندوق استعمال کرنا کچھ خلاف معمول ہے۔ لیکن وہ اس کو باہر ہی استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اوٹو ایسی صورت میں وہ بہت ہی مفید ہوتی ہے کیوں کہ اس کا نشانہ مشکل ہی سے خطا کرتا ہے۔ علاوہ اس کے انگریزی شکار گاہوں کے آس پاس بندوق کی آواز اکثر سننے میں آتی رہتی ہے جس کی وجہ سے کوئی اس طرف متوجہ نہ ہوتا۔“

”یہاں تک تو سب صاف ہے“ ہومز نے کہا۔

”خیر۔ تو مسٹر ڈگلز برآمد ہی نہ ہوئے۔ ایسی صورت میں وہ کیا کرتا۔ اس نے اپنی بائیکل چھوڑ دی اور جھٹ پٹے میں مکان کی طرف بڑھا۔ پل گرا ہوا تھا اور میدان خالی تھا۔ اس نے قدم اٹھا ہی دیا اور دل میں سوچا کہ اگر کوئی ملا تو کچھ نہ کچھ عذر کر دوں گا۔ لیکن اسے کوئی نہ ملا۔ جو کمرہ پہلے ملا اسی میں وہ گھس گیا اور پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ وہاں سے اس نے دیکھا کہ پل چڑھا دیا گیا۔ اس وقت اس نے

راہ فرار صرف خندق ہی تھی۔ وہ سوا گیارہ بجے تک انتظار کرتا رہا۔ اس وقت مسٹر ڈگلس حسب عادت کمرے میں آئے۔ بس پھر کیا تھا اس نے فوراً گولی ماری اور فرار ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی بائیسکل ہول واے پیمان لیں گے اور اس کا پتا چلا لیں گے اس لئے وہیں چھوڑا اور خود کسی نہ کسی طرح لندن پہنچ گیا یا کسی اور محفوظ جگہ جو اس نے پہلے سے مقرر کر رکھی تھی۔ کہئے مسٹر ہومز کیسی سنائی؟“

”سچ پوچھئے تو جو کچھ آپ نے کہا وہ بالکل صاف اور بالکل درست ہے۔ آپ اس نتیجے پر پہنچئے اور میرا نتیجہ یہ ہے کہ واردات اطلاع سے آدھ گھنٹے قبل وقوع میں آئی۔ اور نیز یہ کہ مسٹر بارکر اور مسٹر ڈگلس دونوں نے کچھ نہ کچھ پوشیدہ رکھنے کی سازش کر رکھی ہے۔ نیز یہ کہ انھوں نے قاتل کو فرار ہونے میں مدد دی یا کہ کم از کم یہ کہ اس کے فرار ہونے سے پہلے یہ کمرے میں پہنچ گئے تھے اور نیز یہ کہ انھوں نے کھڑکی کی راہ سے فراری کی جعلی شہادت پیش کی۔ درآں حالے کہ انھوں نے خود اس پر اٹار کر جانے دیا۔ یہ ہے میرا خیال اس نصف اول کی بابت۔“

دونوں سراغ رساں اپنا سر ہلانے لگے۔ پہلے لندن والے نے کہا:
 ”جناب اگر یہ صحیح ہے تو ہم ایک مشکل سے نکل کر دوسری میں پھنس گئے۔“
 اس پر وہاٹس مین بولے۔

”ایک لحاظ سے سخت تر مشکل میں۔ خاتون کبھی عمر بھر میں بھی امریکہ نہیں رہیں تو ایسا کون سا تعلق ممکن ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے اس نے ایک امریکن قاتل کو نپا دی ہو۔“

اب ہومز نے جواب دیا:
 ”مجھے مشکلات کا اعتراف ہے۔ آج شب کو میں بذاتِ خود ایک تحقیقات کر دینگا اور مکن ہے کہ اس سے قصیدہ کے حل میں مدد ملے۔“

”کیا ہماری مدد کی ضرورت ہے۔؟“
 ”نہیں نہیں۔ صرف تاریکی اور ڈاکٹر واٹسن کی چھتری۔ بس یہی میری ضرورت
 ہیں اور ہاں آئیں۔ وفادار آئیں۔ وہ بے شک مجھے کچھ نہ کچھ مدد دے گا۔ میرے
 تمام خیالات صرف ایک بات پر آکر ٹھہرتے ہیں اور وہ یہ کہ ایک پہلوان آدمی صرف
 ایک ڈمبل کے لئے خلاف فطرت آنے سے ہی کیوں کسرت کرتا ہے۔“
 جب ہو فر اپنی اس تنہا مہم سے واپس آئے تو رات بہت جا چکی تھی۔ ہم دونوں
 ایک کمرے میں سوئے اور اس سرانے میں اس کے علاوہ دوسرا نیند و سبت بھی نہ
 ہو سکتا تھا۔ میں سو گیا تھا کہ اس کے داخل ہونے سے میں کچھ بیدار ہوا۔ میں نے اسی
 حالت میں پوچھا :

”کہو ہو فر۔ کچھ بتا لگا؟“

وہ میرے پاس خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ شمع اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت وہ
 قدر آور اور نحیف الجثہ پیکر میری طرف جھکا۔ کہنے لگا :
 ”کہو واٹسن ! اگر کسی ایسے دیوانہ کے ساتھ جس کا دل و دماغ بے قابو ہو گیا
 ایک ہی کمرے میں سونے کا اتفاق ہو تو کیا تم ڈرو گے ؟“
 ”نہیں تو“ میں نے متعجبانہ جواب دیا۔
 ”تو خوش قسمتی ہے۔“

اس کے بعد پھر اس رات بھر اس کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا۔

ساتواں باب

حل

دوسرے دن صبح ناشتہ کے بعد ہم نے انسپٹر میک ڈائل اور وہاٹ مین دونوں کو مقامی تھانہ دار کے دیوان خانے میں مصروف گفتگو پایا۔ سامنے میز پر خطوں اور تاروں کا ایک انبار لگا تھا۔ جس میں سے وہ بہت ہوشیاری سے چھانٹ رہے تھے۔ چنانچہ تین تار ایک طرف رکھے تھے۔ ہومز نے مسرتانہ پوچھا۔

ابھی تک اس سائیکل سوار کا بیچا نہیں چھوڑا۔ اس بد معاش کی بابت تازہ

خبر کیا ہے؟

میک ڈائل نے مسرتانہ انبار کی طرف اشارہ کیا۔
”نی الحال اس کی اطلاع لی سسٹرنائنگیم ساؤتھ ایمپٹن ڈربی ایسٹ ہم رکنا اور چودہ دیگر مقامات سے آئی ہے۔ ان میں سے تین مقاموں پر یعنی ایسٹ ہم لسیسٹ اور لورپول میں اس کی شناخت ہو گئی ہے اور وہ گرفتار بھی ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے دیہات میں آج کل بہت سے زرد کوٹ والے مفردین پھر رہے ہیں“
ہومز نے ہمدردانہ کہا:

”پناہ بخدا۔ اچھا جناب مسٹر میک اور جناب وہاٹ مین صاحب! میں آپ دونوں کو ایک نہایت رزیں رائے دینا چاہتا ہوں۔ جب میں نے آپ کے ساتھ اس قضیہ میں ہاتھ ڈالا تھا تو شرط یہ تھی کہ میں کوئی ادھوری بات پیش نہ کروں گا۔ بلکہ اپنی معلومات محفوظ رکھوں گا اور تحقیقات کرتا رہوں گا۔ تا آن کہ مجھے اطمینان

نہ ہو جائے کہ وہ سب صحیح ہیں۔ اسی وجہ سے میں اپنا مافی الضمیر صاف صاف نہیں بیان کر سکتا۔ ساتھ ہی اس کے میں نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے ساتھ نہایت دیانت سے کام لوں گا۔ چنانچہ میری دانست میں آپ لوگوں کا اس بے کار مقدمہ پر ایک لمحہ بھی ضائع کرنا فضول ہے۔ اسی وجہ سے میں آج صبح آپ کو نصیحت کرنے آیا ہوں اور وہ صرف تین لفظوں میں ادا ہو سکتی ہے۔ یعنی تحقیقات ترک کر دیجئے۔“

میک ڈائل اور واٹسین دونوں یہ بیان سن کر مبہوت ہو گئے۔ ان پکڑا
چلا اٹھے :

”تو آپ کو کوئی امید نہیں؟“

”میں آپ کے مقدمہ کو فضول محض سمجھتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حقیقت تک پہنچنا یا اس انگریز ہے۔ لیکن یہ سائیکل سوار۔ یہ تو کوئی اختراع نہیں ہے۔ ہمیں اس حلیہ، اس کا بچہ اور اس کی سائیکل معلوم ہے وہ کہیں نہ کہیں تو ہوگا۔ تو گرفتار نہ کرنے کی وجہ؟“

”جی ہاں۔ جی ہاں۔ بے شک وہ کہیں نہ کہیں ہے اور بلا شک ہم اس کو گرفتار بھی کر لیں گے۔“

”لیکن میں نہیں چاہتا کہ آپ اپنی قومیں ایٹا ہم یا یورپول میں ضائع کر رہے ہیں۔ یہ کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے کوئی نہ کوئی مختصر راہ مل ہی جائیگی۔“

”آپ کچھ چھپا رہے ہیں مسٹر ہوفز، یہ آپ کے لئے زیبا نہیں۔“ ان پکڑنے
دق ہو کر کہا۔

”مسٹر میک! آپ میرے طریقوں سے واقف ہیں۔ اگر میں چھپاؤں گا تو بہت تھوڑے عرصہ کے لئے، میں زرا اپنے تفصیلات کی تصدیق کر لیتا چاہتا ہوں جو کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اور پھر میں آداب بجالا کے لندن کو روانہ ہو جاؤں۔“

آپ کی خدمت میں اپنے تمام نتائج پیش کرتا جاؤں گا۔ آپ کا احسان میرے اوپر اتنا ہے کہ میں اس کے خلاف کر نہیں سکتا۔ میرے تجربے میں ابھی تک اس سے عجیب تر اور ایسا دل چسپ کوئی قضیہ نہیں آیا“

”مسٹر ہومز۔ یہ میری سمجھ سے بالکل باہر ہے۔ ہم نے گزشتہ رات آپ کو ٹبرج ویلز سے واپس آتے دیکھا۔ اس وقت آپ ہمارے سارے نتائج سے متفق تھے اس کے بعد سے اب ایسا کون سا انقلاب پیدا ہو گیا ہے جس نے آپ کی رائے کو بالکل بدل دیا؟“

”اب چوں کہ آپ دریافت کرتے ہیں اس لئے عرض کرتا ہوں کہ جیسا میں نے پیش تر عرض کیا تھا کہ میں نے گزشتہ رات کوٹھی میں گزاری“

”تو کیا پیش آیا؟“

”فی الحال تو میں ایک سرسری سا جواب آپ کو دے سکتا ہوں۔ ہاں میں اس قدیم عمارت کا مختصر مگر صاف اور دل چسپ بیان پڑھ رہا تھا۔ مقامی تمباکو والے کے یہاں چار پیسے میں وہ دو ورق مل جاتے ہیں۔۔۔۔۔“

ہومز نے واسکٹ کی جیب سے ایک چھوٹی سی کتاب نکالی جس کے سرورق پر کوٹھی کا گچھا خاکہ تھا۔

”جناب مسٹر میک! جب اپنے ماحول کے تاریخی حالات کی فضا میں گھومنے کا موقع ملے تو تحقیقات میں جان پڑ جاتی ہے۔ گھبرائیے نہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا تاریخ سے معرا مقدمہ کچھ نہ کچھ ماضی کی یاد دلا دیتا ہے۔ آپ کی اجازت سے ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔“

دس دس جلوس جمیں اول میں تعمیر ہوئی۔ ایک اور پرانی عمارت کی جگہ پر یہ واقعہ
سماں برسٹون کی یہ کوٹھی قدیم خندق دار محلات کا بہترین نمونہ ہے“

”ہم کو تو آپ بے وقوف بنا رہے ہیں“

”اوٹھ - اوٹھ - واہ مسٹر میک ! یہ پہلی مرتبہ میں نے آپ کو غصہ میں دیکھا۔ اب آپ کو یوں ہی کہہ رہے تو میں سارا نہیں پڑھوں گا۔ لیکن جیب آپ کو یہ معلوم ہو کہ اس میں ۱۶۴۴ میں پارلی منٹری کرنل کے اس قلعہ کے لینے کا حال درج ہے، اور خانہ جنگی کے زمانہ میں چارلس کے کئی دن تک چھپے رہنے کا حال ہے اور آخر میں جارج ثانی کی آمد کا حال ہے تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس قدیم مسکن سے واقفیت بہت سی دل چسپ حکایات ہیں“

”مجھے اس میں زرا بھی شبہ نہیں لیکن حضرت اس سے ہم کو کیا واسطہ“

”کیا کچھ بھی نہیں؟ وسعت نظر ہمارے پیشہ کی اولین شرط ہے۔ خیالات کی تریب اور معلومات کا صحیح استعمال بعض اوقات بے حد کارآمد ہوتے ہیں۔ میری ان گستاخوں کو معاف کیجئے گا۔ لیکن یہ باتیں و شخص کر رہا ہے جو اگرچہ محض شوقیہ کرتا ہے تاہم آپ سے معر اور آپ سے زیادہ پختہ کار ہے“

”سب سے اول میں ہی اس کا اقرار کرتا ہوں۔ اب آپ مطلب پر آگئے اس کا مجھے اعتراف؛ لیکن آپ راستہ نہ جانے کس بلا کا پیدار استعمال کرتے ہیں“

”بہت اچھا۔ میں تاریخ چھوڑ کر اب زمانہ حال میں آیا جاتا ہوں۔ جیسا پہلے بیان کر چکا ہوں میں گزشتہ شب قلعہ میں گیا تھا۔ نہ میں مسٹر بارکر سے ملا اور نہ مسنر ڈگلس سے۔ میں نے ان کو تکلیف دینے کی ضرورت ہی نہ سمجھی، لیکن مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ خاتون غم زدہ نہیں ہے اور نیز یہ کہ اس نے کھانا بھی خوب کھایا میں خاص طور سے میاں آمس کے پاس گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر کسی کے کہے اس نے چارے نے مجھے تھوڑی دیر تک مطالعہ خانے میں بیٹھنے دیا“

”کیا اس کو لئے ہوئے؟“ میں بول اٹھا۔

”نہیں نہیں۔ ہر چیز اب ترتیب کے ساتھ ہے۔ مسٹر میک، مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس کی اجازت دے چکے ہیں۔ مگر اپنا اصلی حالت پر تھا اور اسی میں میں نے پاؤ گھنٹہ نہایت نفع کے ساتھ گزارا۔“

”وہ آپ کو کیا رہتے تھے؟“

”میں اس زرا سی بات کا تبنگڑا نہیں بنانا چاہتا۔ میں اصل میں گمشدہ ڈبل کو دیکھ رہا تھا۔ اس قضیہ میں تو میری نظروں میں اس کی بڑی اہمیت تھی۔ چنانچہ میں نے اس کو ڈھونڈھ ہی نکالا۔“

”کہاں؟“

”آہ۔ بس میں سے تو نا معلوم کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ مجھے تھوڑا سا اور چلنے دیجئے اور پھر آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔“

”خیر آپ ہی کی شرطوں کو قبول کرنا پڑے گا۔ لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں کہ اس قضیہ سے دست بردار ہو جاؤ تو — خدارا بتائیے اس میں کیا مصلحت ہے؟“

”جناب مسٹر میک! صرف یہی کہ آپ کو اس کی خبر نہیں کہ آپ تحقیقات کس کی بابت کر رہے ہیں۔“

”ہم برسٹون منبر کے مسٹر جان ڈگلز کے قتل کی تفتیش کر رہے ہیں۔“

”ہاں ہاں یہ تو آپ کر رہے ہیں۔ لیکن براہ کرم اس سائیکل سوار کا پیچھا چھوڑ دیجئے۔ آپ کو اس سے کچھ بھی نفع نہ ہوگا۔“

”تو آپ کی کیا رائے ہے ہم کو کیا کرنا چاہیے؟“

”اگر آپ میرا کہا مانتے تو میں آپ کو ٹھیک ٹھیک بتلا دوں۔“

”مجھے اقرار ہے کہ آپ کی ان عجیب و غریب باتوں میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ رہتی ہے۔ آپ جو کہیں گے میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”مسٹر مین صاحب، آپ بھی؟“
اب بے چارہ دہاتی نفقش ایک ایک کا منہ لگے لگا۔ مسٹر ہومز اور ان کے
طریقے اس کے لئے بالکل نئے تھے۔ آخر کار کہا:

”اگر انسپکٹر صاحب تیار ہیں تو میں بھی تیار ہوں۔“

”بہت خوب! اچھا تو سنتے۔ آپ دونوں حضرات اس وقت جائے اور وہاں
کی خوش گواری اور پاکیزہ ہوا میں لطف سیر حاصل کیجئے۔ میں نے سنا ہے کہ برسٹون کے
مناظر بہت عمدہ ہیں۔ دوپہر کا کھانا تو کسی نہ کسی سرائے میں مل ہی جائے گا۔ اتفاق
سے میں ان اطراف سے زیادہ واقف نہیں ہوں ورنہ تبا بھی تبا دیتا۔ شام کو
جب تھکا کر لیکن خوش۔۔۔۔۔“

”جناب۔ اب مذاق کی حد ہو چکی“ میک ڈانل نے غصہ سے اٹھ کر کہا
”اچھا خیر۔ آپ کا جس طرح جی چاہے دن گزارئے“ ہومز نے انسپکٹر کی
پیچھے ٹھوٹ کر کہا۔ ”جو آپ کا جی چاہے کیجئے، جہاں آپ کا جی چاہے جائے
لیکن غروب سے پہلے مجھ سے یہاں ملنے اور بالضرور ملنے۔ مسٹر میک، دیکھئے
ملنے کا ضرور؟“

”ہاں یہ کچھ سمجھ کی بات ہے“
”ساری باتیں سمجھ کی تھیں لیکن خیر میں زور نہیں دیتا اس وقت تک جب تک
آپ یہاں میری ضرورت کے وقت موجود ہیں۔ لیکن اب رخصت ہونے سے پہلے
زرا مسٹر بارکر کو تو ایک رقعہ لکھ دیجئے“
”اچھا“

”آپ پسند کریں تو میں لکھوادوں۔ لکھئے۔۔۔ جناب عالی۔ میں اپنا
فرض سمجھتا ہوں کہ خندق خالی کرادوں۔ اس امید میں کہ شاید وہاں کوئی۔“

”ناممکن۔ میں دریافت کر چکا ہوں“ انسیکٹر نے کہا
 ”اونٹھ۔ جناب جو میں کہوں براہ کرام وہی لکھئے“
 ”اچھا کہئے“

”— کہ شاید وہاں کوئی ایسی چیز برآمد ہو جو تحقیقات پر اثر ڈال سکے۔ میں نے
 سب انتظامات کر لئے ہیں اور کام کل صبح سے شروع ہو جائے گا۔“
 ”ناممکن“

”— تاکہ چشمہ کا رخ بدل دیا جائے۔ اس لئے اطلاعاً عرض ہے“
 ”اب اس پر دستخط کر دیجئے اور اس کو چار بجے کسی کے ہاتھ بھیج دیجئے۔ وقت
 معینہ پر ہم پھر ملیں گے۔ اس وقت تک جس کا جو چاہے وہ کرے کیوں کہ میں آپ کو
 یقین دلاتا ہوں کہ تحقیقات ختم ہو چکی“
 جب ہم پھر جمع ہوئے تو شام ہو چکی تھی۔ ہومز کا انداز مشین تھا، میں معلومات کا
 خواہاں تھا اور سراسر رسالوں کے بشرے سے پریشانی اور ناراضی ظاہر تھی۔
 میرے دوست نے نہایت سنجیدگی سے کہا :

”سنئے جناب عالی۔ میں آپ سے یہی درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ
 ہر ایک چیز کی جانچ کیجئے۔ اس وقت آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آیا میرے نتائج غلط تھے
 یا صحیح۔ آج کی شام سرد ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ ہماری ہم کب تک سر ہو اس لئے
 براہ کرم گرم سے گرم کپڑے پہن لیجئے۔ یہ اشد ضروری ہے کہ ہم اپنے مقام پر اندھیرا
 ہونے سے قبل چھینچ جائیں۔ پس اجازت ہو تو ہم ابھی چل پڑیں“
 ہم نے تڑپاؤس کے باہر باہر ہوتے ہوئے ایسے مقام پر چھینچے جہاں گھرانہ تھا
 اسی میں ہو کر ہم اندر داخل ہوئے اور پھر ہومز کے پیچھے پیچھے چلے یہاں تک ایک
 جھاڑی میں چھپے جو صدر دروازہ اور چیل کے مقابل تھی۔ پل گرا ہوا تھا۔ ہومز

بہترین کوٹے اور لوہے کی وادیوں کے سرے پر ایک چھوٹا سا بارونق قصبہ ہے۔ مسٹر بارکر
مجھے یاد ہے کہ آپ نے ڈگلز کی پہلی بیوی کا تعلق ہمیں سے بتلایا تھا۔ چنانچہ شخص متونی
کے جسم پر جو کارڈ تھا اس میں بھی یہی حرف تھے کیا عجب جو معنی بی بی ہوں جو اوپر
بیان ہوئے یا ممکن ہے کہ یہ وادی جہاں سے قتل و غارت گری کے دلدادہ نکلتے
ہیں وہی وادی خوف ہو جس کی نسبت ہم سنا کرتے تھے۔ یہاں تک تو سب صاف ہو
اب مسٹر بارکر میں نے بہت سا وقت ضائع کر دیا۔ اب آپ اپنی تاویلات پیش کیجئے،
اس بڑے سراغ رساں کی گفتگو کے دوران میں مسٹر بارکر کا چہرہ دیکھنے سے
تعلق رکھتا تھا۔ کبھی غصہ تھا کبھی حیرت اور کبھی ضعف ارادہ تو کبھی بدحواسی، ایک رنگ
آتا تھا ایک رنگ جاتا تھا۔ بالآخر مجبور ہو کر طنز و طعن کی آرٹ کپڑی۔ کہنے لگا۔

”مسٹر ہومز، آپ اتنا تو جانتے ہی ہیں کچھ اور بھی سنائے۔“

”بے شک میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ لیکن اب تو کچھ آپ ہی کے منہ سے

بھلا معلوم ہو گا۔“

”آہا۔ آپ کا یہ خیال ہے۔ کیوں جناب! اچھا تو سنئے جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں
وہ یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی راز ہے تو میرا نہیں اور میں ہرگز فاش نہ کروں گا۔“
”مسٹر بارکر اگر آپ یوں چلتے ہیں تو ہم کو آپ پر نگاہ رکھنی پڑے گی۔ یہاں تک کہ
پروانہ گرفتاری مل جائے اور آپ کو حراست میں لے لیں۔“ انسپکٹر نے متانت سے کہا۔
”جو آپ کے جی میں آئے کیجئے۔“ بارکر نے تحقیراً کہا۔

جہاں تک اس کا تعلق تھا کارروائی ہمیں ختم معلوم ہوتی تھی کیوں کہ اس کے
چہرے پر ایک نظریہ بتلانے کے لئے کافی تھی کہ چاہے کچھ ہو جائے وہ اب ایک لفظ بجا
زبان سے نہ نکالے گا۔ لیکن ایک زمانہ آواز نے اس عقدے کو کھول دیا۔ مسٹر ڈگلز
نیم بند دروازے کے پاس کھڑی باتیں سن رہی تھیں اور اب کمرے میں در آئیں

کنے لگیں :
 ”سی سل ! تم نے ہمارے لئے بہت کچھ کیا۔ اب چاہے نتیجہ کچھ ہی ہو تم نے بہت کیا۔“
 اس پر ہوفر بہت سنجیدگی سے بولے :

”بہت بلکہ بہت سے بھی زیادہ۔ بیگم صاحبہ مجھے آپ کے ساتھ پوری ہمدردی ہے لیکن میں آپ پر یہ امر بھی ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کو ہماری مقامی پولس کو اس قدر کم عقل نہ سمجھنا چاہیے تھا۔ بلکہ جملہ واقعات کی اطلاع دے دینا چاہئے تھا۔ ممکن ہے کہ میرا ہی تصور ہو۔ کیوں کہ میں نے آپ کے اس اشارے پر کام نہیں کیا جو آپ نے والسن صاحب کی معرفت مجھ تک بھیجا تھا۔ لیکن اس وقت میرے دلائل ہی تہلکتے تھے کہ جرم سے آپ کا براہ راست تعلق ہے لیکن اب مجھے کامل یقین ہو گیا ہے کہ ایسا نہیں ہے ساتھ ہی اس کے ابھی بہت سی باتیں توجیہ طلب باقی ہیں۔ اس لئے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ مسٹر ڈگلس کو بلائیں تاکہ وہ اس حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔“
 ہوفر کے الفاظ سننے ہی مسٹر ڈگلس حیرت سے چلا اٹھیں۔ میں نے اور مرغ سنانوں دونوں نے اس کی تقلید کی۔ کہ اتنے میں ایک آدمی کی آہٹ ہوئی جو دیوار سے نکلا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ کونے سے اب وہ ہماری طرف بڑھا۔ مسٹر ڈگلس گھومیں اور ان کے بازو اس کے گلے میں جامل ہو گئے۔ بار کرنے بڑھ کے مصافحہ کیا۔ خاتون نے کہا :
 ”جیک۔ یہی بہتر تھا۔ مجھے یقین ہے کہ یہی بہتر ہوا۔“

”واقعی مسٹر ڈگلس یہی بات ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اس کو بہتر ہی پائیں گے۔“
 وہ حضرت آنکھیں ملتے پلک جھپکاتے ہوئے گھڑے تھے۔ جیسے کوئی اندھیرے سے روشنی میں آئے۔ اس کا چہرہ قابل دید تھا۔ تیز آنکھیں، مضبوط، مختصر اور بھوری موٹھیں اور ٹھڈی جو کوزہ اور آگے کو نکلی ہوئی تھی۔ ہم سب کو خوب غور سے دیکھا اور پھر سب کو چھوڑنے کے میری طرف بڑھے اور مجھے کاغذوں کا ایک پلندہ دیا۔ اب

وہ کہنے لگے، لیکن ایسی آوازیں جو نہ تو بالکل انگریزی تھی اور نہ بالکل امریکن لیکن خوشگوار تھی۔

”میں نے آپ کی نسبت سنا ہے۔ آپ اس طائفہ کے مورخ ہیں لیکن جناب آپ کے ہاتھوں بھی ایسا قصہ نہ گزرا ہوگا۔ میں اس پر شہرہ بدنامی کے لئے تیار ہوں۔ جس طرح آپ کا جی چاہے اس کو لکھئے لیکن واقعات یہی ہیں اور جب تک یہ آپ کے ہاتھ میں ہیں سبک کی نظر آپ سے نہیں ہٹ سکتی۔ میں دو دن تک اس دربارے میں بند تھا اور جتنی روشنی بھی میسر تھی اسی میں میں نے اس کو قلم بند کیا۔ اب یہ آپ کی نذر ہے۔ اسی میں وادی خوف، کا قصہ فریج ہے۔“

”یہ تو ذکر ماضی ہے۔ ہم تو آپ کے حال کا قصہ سننا چاہتے ہیں“ شریک ہونے لگا۔

”وہ بھی سنئے۔ کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں۔ شکر یہ۔ آپ بھی تو اس سے شغل رکھتے ہیں۔ بھلا خیال تو کیجئے کہ جیب میں سگریٹ ہو اور اس ڈر کے مارے کہ خوش بو سے پتلا لگ جائے گا پتلا حرام۔“

کانس پر جھک کر ایک کسٹ سگار کا لیا

”مسٹر ہومز، میں نے آپ کا ذکر سنا ہے لیکن اس کا مجھے گمان نہ تھا کہ آپ سے ملاقات بھی ہوگی۔ لیکن اس کو ختم کرنے سے پہلے (میرے کاغذات کی طرف اشارہ کر کے) آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بالکل نئی چیز ہے۔“

اس نئے آنے والے پرائیویٹ میک ڈائل کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ بالآخر کہنے لگے:

”یہ تو میری سمجھ سے باہر ہے۔ اگر برسٹون کے مسٹر ڈگلس آپ ہی ہیں تو دو دن سے ہم کس کی موت کی تفتیش کر رہے ہیں اور آپ یہ نکل کہاں سے پڑے آپ تو

مثل جن کے آ موجود ہوئے۔“

مسٹر ہوفز ملامت کے لمحے میں بولے :
 ”دیکھا مسٹر میک۔ میں تو آپ سے کہتا تھا۔ آپ نے وہ مقامی رسالہ نہ دیکھا جس میں
 شاہ چارلس کی پوشیدگی کا حال درج تھا۔ اس زمانے میں لوگ معتبرہ قانونوں کے علاوہ کہیں
 چھپتے ہی نہ تھے اور جس نے ایک مرتبہ بپاہ دی وہ دوبارہ بھی دے سکتا ہے مجھے تو
 یقین ہی ہو گیا تھا کہ مسٹر ڈگلز اسی مکان میں ہیں۔“

”اور کب تک ہمارے ساتھ آپ یہ چال چلائے اور کب تک آپ نے ہم کو ایسی
 چیز کے پیچھے رہنے دیا جس کو آپ لغو سمجھتے ہیں۔“ انہیں نے غصہ بھرے لہجے میں پوچھا۔
 ”ایک منٹ کے لئے بھی نہیں۔ رات ہی تو اس قضیہ کے متعلق میں نے خیالات
 قائم کئے اور چوں کہ آج شام سے پہلے ان کی تصدیق نہ ہوئی تھی اس لئے میں نے
 آپ کو اور آپ کے دیگر رفقا کو ایک دن کے واسطے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ ہی
 تبتلائے میں اور کرتا ہی کیا۔ جب مجھ کو خندق میں وہ کپڑے ملے تو میں سمجھ گیا کہ جس لاش
 پر ہم تحقیقات کر رہے تھے وہ مسٹر ڈگلز کی لاش نہیں ہو سکتی لامحالہ وہ بھرج والے
 سائیکل سوار کی ہوگی۔ اس کے علاوہ دوسری صورت ہی کوئی نہ تھی۔ پس مجھے یہ
 دریافت کرنا تھا کہ مسٹر ڈگلز ہیں کہاں۔ اور گمان غالب یہ تھا کہ اپنی اہلیہ اور اپنے
 دوست کی مدد سے مکان میں کہیں چھپ گئے ہیں۔ کیوں کہ اس مکان میں ایسی جگہیں
 موجود ہیں تاکہ جب معاملہ رفع دفع ہو جائے تو وہ فرار ہو سکیں۔“

”تیسمجے تو آپ خوب“ مسٹر ڈگلز نے کہا۔ ”میں تو سمجھتا تھا کہ برطانوی قانون
 کی زد سے بچ جاؤں گا۔ کیوں کہ میں اس سے واقف بھی نہ تھا، دوسرے یہ کہ اس میں
 مجھے ان بد معاشوں سے ہمیشہ کے لئے بچھا چھرانے کا موقع مل گیا۔ یہ خیال رہے کہ
 میں نے اول سے آخر تک کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے مجھے شرم آتی ہو یا یہ کہ

اب کرنے میں مجھے تکلف ہو۔ لیکن اس کا فیصلہ تو آپ خود قصہ پڑھنے کے بعد کر لیں گے۔ مجھے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں صداقت پر قائم رہنے کے لئے تیار ہوں۔ میں بالکل ابتدا سے تو شروع نہیں کرنا چاہتا۔ اس کا حال تو اس میں ہے (کاغذوں کی طرف اشارہ کر کے) آپ اس کو نہایت ہی عجیب و غریب پائینگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چند آدمی ایسے ہیں جو خاص خاص وجوہ سے میرے سخت ترین دشمن ہیں اور مجھ پر اپنا داؤ ل چلانے کے لئے اپنی ساری کوششیں صرف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک وہ زندہ ہیں۔ اس دنیا میں میرے لئے کہیں بھی پناہ نہیں ہے۔ انھوں نے شیکاگو سے کے لی فورینا، تک میرا پچھا کیا۔ پھر مجکو امریکہ سے نکلنے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد میں نے شادی کر لی اور اس دور افتادہ مقام میں سکونت اختیار کر لی۔ میرا خیال تھا کہ میرے آخری دن اطمینان کے ساتھ گزریں گے۔ میں نے اپنی بیوی کو حقیقتاً حال سے آگاہ نہیں کیا اور نہ میں نے ضرورت سمجھی کہ خواہ مخواہ ان کو بھی سنبھلے۔ میں بھنساؤں۔ ان کو پھر کبھی چین نہ نصیب ہوتا اور ہمیشہ خطرے کی وجہ سے پریشان حال رہتیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کو کچھ سان گمان ہو گیا تھا۔ کیوں کہ شاید میری زبان سے ایک آدھ لفظ نکل گیا ہوگا۔ لیکن کل تک جب آپ لوگ ان سے ملے تھے ان کو خبر نہ تھی کہ صورت معاملات ہے کیا جو کچھ انھیں معلوم تھا انھوں نے آپ سے بیان کر دیا اور یہی مسٹر بار کرنے بھی کیا۔ کیوں کہ جس رات یہ واردات ہوئی اس رات اقامت تقسیم کا بہت ہی کم موقع تھا۔ اب ان کو سب کچھ معلوم ہے لیکن اگر میں نے پیش تر ہی سے ان پر حالات روشن کر دیئے ہوتے تو میرے لئے منفعت بخش ہوتا۔ مگر یہ امر بہت مشکل تھا (اپنی بیوی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے) اور جو کچھ میں نے کیا بہترین سمجھ کے کیا۔

”سنئے حضرات۔ ان واقعات سے ایک روز قبل میں ٹبرج گیا تھا اور وہاں

ایک ٹرک پر مجھے ایک شخص کی جھلک نظر آئی۔ وہ صرف ایک جھلک تھی لیکن ایسی باتوں میں میری نگاہ بہت تیز ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً پہچان لیا کہ وہ کون ہے۔ وہ میرا بدترین اور سخت ترین دشمن تھا اور ایک بھوکے بھڑیے کی طرح وہ میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ کوئی آفت آنے والی ہے۔ اسی لئے میں گھر آیا اور اس کے لئے تدبیریں کرنے لگا۔ مجھے خیال تھا کہ میں خود ہی تمام معاملے کو سنبھال لوں گا۔ کیوں کہ ایک زمانہ میں مالک متحدہ امریکہ کے گوشے گوشے میں میری خوش طالعی کا شہرہ تھا مجھے اب بھی اپنی خوش بختی کا یقین تھا۔

”دوسرے روز میں دن بھر بوشیا رہا اور پائین باغ تک بھی نہ گیا۔ یہ بہت ہی اچھا ہوا ورنہ وہ دفعۃً اپنی بندوق لئے مجھ پر آٹوٹا اور مجھ کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملتا۔ جب پل چڑھا دیا گیا (اور جب کبھی بھی شام کو پل چڑھا دیا جاتا تھا تو مجھے بہت اطمینان ہو جاتا تھا) تو میرے ذہن سے وہ بات اتر گئی۔ مجھے اس کا گمان تک بھی نہ تھا کہ میرے گھر میں آکر وہ میری تاک میں بیٹھا ہوگا۔ لیکن جب میں حسب عادت شب کے وقت مکان کا چکر لگا رہا تھا تو مطالعہ خانے میں داخل ہوتے ہی مجھے خطرے کی بو آنے لگی۔ میرا خیال ہے کہ جب کبھی کسی آدمی کو کوئی خطرہ پیش آتا ہے (اور مجھے اپنی زندگی میں تو نہ جانے کتنوں سے سابقہ پڑ چکا ہے) تو ایک چھٹا حس ہوتا ہے جو فوراً سرخ جھنڈی ہلا دیتا ہے۔ مجھے وہ سرخ جھنڈی نظر آتی تھی۔ لیکن اس کے سبب سے ناواقف تھا۔ فوراً ہی مجھ کو کھڑکی کے پردے کے نیچے ایک جوتا نظر آیا اور پھر میں ساری کیفیت سمجھ گیا۔

”اس وقت ایک ہی شمع تھی جو میرے ہاتھ میں تھی۔ لیکن چونکہ دروازہ کھلا تھا اس لئے بڑے کمرے کے چراغ سے اچھی خاصی روشنی آرہی تھی۔ میں نے شمع رکھ دی اور ایک جست کی تاکہ کانس پر رکھے ہوئے ہتھوڑے کو اٹھالوں۔ اسی وقت وہ میرے

اوپر جھپٹا، مجھے چھرا چکنا نظر آیا۔ اس لئے میں نے متوڑا رسید کیا۔ اس کے کہیں نہ کہیں لگا کیوں کہ اس کے بعد ہی چھرا فرش پر الگ جاگرا۔ وہ میز کے ادھر ادھر دیکھنے لگا اور اتنے میں کوٹ کی جیب سے بندوق نکالی۔ میں نے گھوڑا چڑھانے کی آواز سنی، لیکن زیر کرنے سے پہلے میں اس کو بکڑ لیا۔ میرے ہاتھ میں بندوق کی نال آئی۔ اور پھر ہم دونوں منٹ دو منٹ تک گتھے رہے۔ جس کی بھی گرفت چھوٹی اس کے لئے موت تھی۔ اس نے اپنی گرفت نہ چھوڑی لیکن نال کے نیچا کرنے میں ایک لمحہ بھر کی دیر ہو سکتی ہے۔ میں نے گھوڑا دبا دیا ہو۔ یا ممکن ہے کہ چھینا جھپٹی میں وہ دب گیا ہو۔ ہم حال دونوں زیر اس کے منہ پر پڑے اور میں وہاں حیرت میں کھڑا ٹیڈ بالڈون لاش کو دیکھنے لگا۔ میں نے سڑک پر اسے پہچان لیا تھا اور جب وہ میرے اوپر جھپٹا تب بھی پہچان لیا تھا۔ لیکن اس وقت جو حالت ہوئی اس میں تو اس کی ماں بھی نہ پہچانتی۔ میں نے ایسے منظر بہت دیکھے تھے لیکن اس وقت کی حالت نے مجھے بے چین کر دیا۔

”میں میز کے پہلو ہی پر کھڑا تھا کہ بار کر جلدی جلدی اتر کر آئے۔ میں نے اپنی اہلیہ کو بھی آتے سنا اور دروازے کی طرف دوڑا کہ اسے روک دوں۔ کیوں کہ یہ منظر عورتوں کے دیکھنے کا نہ تھا۔ میں نے اس کے پاس فوراً آنے کا وعدہ کیا۔ میں نے دو ایک لفظ بار کر سے کہے اور وہ فوراً سمجھ بھی گئے۔ اس کے بعد ہم نے دوڑ کی آمد کا انتظار کیا۔ لیکن کوئی نہ آیا جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں سنا۔ اس لئے واردات کی اطلاع سوائے ہمارے کسی کو نہ تھی۔“

”اس وقت ایک خیال میرے ذہن میں آیا اور میں اس کی بلندی پر وازی۔ مہوت سا ہو گیا۔ متوفی کی آستین کھل گئی تھی اور اس کے بازو پر لاج کا نشانہ گدا تھا یہ دیکھئے“

جس شخص کو ہم ڈگلس سمجھتے تھے اس نے اپنی آستین ہٹائی تو ہم کو ایک دائرے میں ایک بھورا مثلث بالکل ویسا ہی نظر آیا جیسا کہ ہم نے لاش کے بازو پر دیکھا تھا۔

” اسی کو دیکھ کر مجھے وہ خیال پیدا ہوا۔ ایک ہی نظر میں مجھے سب صاف معلوم ہونے لگا۔ اس کا قد، اس کے بال اور اس کا نقشہ میرا ہی جیسا تھا۔ اس وقت تو کوئی اس بے چارے کو پہچان بھی نہ سکتا تھا۔ میں نے اس کے کپڑے اتارے اور پندرہ منٹ میں بار کر اور میں نے مل کر اس کو اپنا کوٹ پہنا دیا۔ اس کے بعد وہ اسی حالت میں پڑا رہا جس حالت میں آپ نے اُسے پایا تھا۔ اس کی جملہ چیزیں ہم نے ایک پوٹلی میں باندھیں اس کو اس ڈمبل میں باندھ کر جس کے علاوہ وہاں اور کچھ تھا بھی نہیں ہم نے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ جو کارڈ وہ میرے بدن پر رکھنے لایا تھا وہ اب اس کے بدن پر تھا۔ میں نے اپنی انگوٹھیاں اتار کے اس کی انگلیوں میں پہنا دیں۔ لیکن جب عروسی انگشتری کی باری آئی (اس نے اپنا قومی بازو آگے بڑھا) تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ میں اپنی صد کو مٹھچ گیا تھا۔ شادی کے بعد سے میں نے اب تک اس کو اتارا بھی نہیں ہے اور اتارنے کے لئے بھی ریتی کی ضرورت ہوتی۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اتارنے سے مجھے رنج ہوتا۔ بہر حال اگر میں چاہتا بھی تو اتار نہ سکتا تھا۔ پس ہم نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔ اس کو علاوہ میں پلاستر کا ایک پہا پلے آیا اور اس کو وہاں لگا دیا۔ جہاں میں اس وقت لگائے ہوئے ہوں۔ مسٹر ہومز بس آپ سے ہیں چوک ہو گئی ورنہ اگر آپ اسی پلاستر کو اٹھا کر دیکھتے تو آپ کو کوئی زخم نظر نہ آتا۔ ” بہر حال یہ حالت تھی۔ اگر میں چند دنوں کے لئے کسی گوشہ میں بیٹھ جاتا اور پھر حسب موقع ایسی جگہ چلا جاتا جہاں میری اہلیہ میرے پاس آ جاتی تو ہمیں اپنی بقیہ زندگی آرام سے گزارنے کا ایک موقع مل جاتا۔ جب تک میں زندہ ہوں یہ خلیت چھکوپین نہ لینے دیں گے۔ لیکن اگر اخباروں کے ذریعے سے ان کو یقین ہو جائے کہ

بالڈون نے اپنے شکار کا کام تمام کر دیا تو میری ساری مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ اپنی اہلیہ اور بارگر کو تفصیل سے سمجھاتا۔ لیکن وہ اتنا سمجھ گئے کہ میری مدد کر سکے۔ مجھے اس پناہ گاہ کا حال معلوم تھا اور آس کو بھی معلوم تھا۔ لیکن اس کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی کہ اس واقعہ کو اس جگہ سے بھی کوئی تعلق ہے بہر حال میں اس میں چلا گیا اور باقی سب کچھ بار کرنے کیا۔

”میرے خیال میں آپ خود جانتے ہوں گے کہ انھوں نے کیا کیا۔ انھوں نے کھڑکی کھول کے وہاں خون کا دھبہ ڈال دیا۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ راہ فرار یہی تھی۔ یہ زرا بعد از قیاس تھا۔ لیکن چوں کہ مل اٹھا ہوا تھا اس لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ جب ہر چیز تیار ہو گئی تو انھوں نے گھنٹی بجادی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا آپ کو معلوم ہے۔ اور حضرات اب آپ کا جو جی چاہے کیجئے۔ جو کچھ میں نے آپ کے سامنے بیان کیا وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ اب خدا پناہ میں رکھے۔ آپ یہ بتائیے کہ انگریزی قانون مجھے کس نظر سے دیکھتا ہے؟“

ایک خاموشی طاری ہو گئی جس کو شرک ہو مرنے توڑا۔

”انگریزی قانون من حیث الکل ایک منصفانہ قانون ہے۔ جس کے آپ مستحق ہوں گے وہی عمل آپ کے ساتھ کیا جائے گا۔ لیکن میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس آدمی کو آپ کی سکونت کا کیوں کرتا چلا۔ اور مکان کے اندر وہ کیسے گیا۔ نیز یہ کہ کیسے معلوم ہوا کہ کس جگہ آپ کی ٹاک میں بیٹھے؟“

”میں کچھ نہیں جانتا۔“

ہو مگر جبکہ پھرہ بالکل سفید اور نہایت متین تھا، ممکن ہے کہ آپ کو انگریزی قانون حتی کہ امریکہ والے دشمنوں سے بھی زیادہ سخت خطرے سے دوچار ہونا پڑے۔ مجھے تو آپ کے لئے مصیبت آتی معلوم ہوتی ہے۔ آپ میری صلاح مانئے۔ آپ

برابر ہوشیار رہتے۔“

اب میں اپنے ناظرین بانیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے ساتھ کچھ عرصہ کے لئے آئیں تاکہ میں انہیں ایوان برلن سے بہت دور کی اورینز جس سال میں ہم نے اپنا یہ سفر کیا تھا جو جان ڈگلس نامی شخص کے قصے پر ختم ہوا اس سال سے بہت مدت پہلے کی سیرکراؤں کوئی بیس برس پہلے کا تصور کیجئے اور کوئی ہزار میل مغرب کی طرف کا خیال بانڈھئے تاکہ میں آپ کے سامنے ایک انوکھا اور دردناک قصہ بیان کروں۔ ایسا انوکھا اور دردناک کہ آپ مشکل سے اس پر یقین لائیں گے کہ جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی واقع بھی ہوا تھا۔ یہ نہ سمجھئے کہ ایک قصہ کے ختم ہونے سے پہلے میں نے دوسرے کا ذکر چھڑ دیا۔ آپ کو خود ہی پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا۔ اور جب میں یہ قصہ ختم کر چکوں گا اور آپ اس معنی کو حل کر چکے ہوں گے تو ہم بھر بھر اس طریقے کے کمروں میں ملیں گے۔ جہاں یہ اور اس جیسی دیگر وارداتیں انجام کو پہنچتی ہیں۔

حصہ دوم

دوندگان

پہلا باب

نوجوان

۱۸۷۵ء کے ماہ فروری کی چوتھی تاریخ تھی۔ سردی بہت شدید ہوئی تھی، کوہ گل مرٹن کی گھاٹیاں بچ نسبتہ تھیں، دخانی مل کی وجہ سے ریل کی پٹری صاف تھی۔ لوہے کے کارخانے سے کوئلہ کی کانوں تک جو پٹری جاتی ہے اس پر ایک روزہ شام کو ایک گاڑی آہستہ آہستہ ستورمچاتی چڑھاؤ پر چلی جا رہی تھی۔ راستہ میں ایک مقام اس ٹیگ وال نامی سے وریشا کا میدان شروع ہوتا تھا، وادی وریشا کا صدر مقام بھی یہی وریشا شہر تھا۔ یہاں سے پٹری یارٹن چوک تک اتار پر جاتی ہے۔ جہاں سے ہڈیل اور مرٹن کا زراعتی صوبہ ملتا ہے۔ ریل کی پٹری اکری تھی لیکن ہرنغلی مین اور ان کی کوئی کمی نہ تھی، گاڑیوں کی گاڑیاں ٹوٹے اور کچے لوہے سے لدی کھڑی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے اندر کتنی دولت چھپی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ایک آبادی کی آبادی ممالک متحدہ امریکہ کے اس درواز اور ستیان خطے میں آسبی تھی۔

اس خطے کی سمنانی کا کیا پوچھنا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس ویرانے میں قدم رکھا ہوگا اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ بہترین سبزہ زار میداں اور زرخیز چراگاہوں میں اتنی دولت نہیں ہے جتنی کہ اس سیاہ ٹیکریوں اور گھنے جنگلوں والی زمین میں دفن ہے۔ ریل کی پٹری جہاں سے گزر رہی تھی وہ ایک ایسی وادی تھی جس کے دونوں طرف گھنا اور دشوار گزار جنگل تھا جس کے درختوں کے اوپر پہاڑوں کی عریاں چوٹیاں اور کہیں کہیں برف اور ٹیلے دکھائی دیتے تھے۔ ان کی وجہ سے یہ وادی گویا شیطان کی آنت بن گئی تھی۔

سب سے بڑی مسافر گاڑی میں روغنی چراغ ابھی ابھی روشن کئے گئے تھے اس گاڑی میں کوئی بیس یا تیس مسافر بیٹھے ہونگے۔ ان میں سے اکثر وہ لوگ تھے جو وادی کے زیریں حصے میں دن بھر کام کرنے کے بعد اپنے مسکن کو جا رہے تھے کم از کم کوئی بارہ آدمی ایسے تھے جن کے آلودہ پھروں اور ہاتھوں میں سینفی لالیٹینوں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کان گن ہیں۔ یہ لوگ اپنا ایک جتھا بنائے الگ بیٹھے ہوئے سگڑ لی رہے تھے۔ باتیں آہستہ آہستہ کر رہے تھے۔ نشست کے اس پار ڈو آدمی بیٹھے تھے جن کی طرف یہ لوگ بار بار دیکھتے تھے۔ ان دونوں کی وردی اور بلبوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پولس کے جوان ہیں۔ چند مزدور پیشہ عورتیں اور ایک یا دو مسافر اور تھے جو اپنی وضع قطع سے سو داگر معلوم ہونے لگے تھے ان سب کے علاوہ ایک شخص تھا ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارا مطلب اسی شخص سے ہے۔ ذرا اسے غور سے دیکھنا۔ یہ اسی قابل ہے۔

ایک خوش رنگ، میانہ قد، اور نوجوان آدمی ہے اندازے سے کوئی بیس برس کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں بڑی، ہوشیار اور نگاہیں ظرافت آمیز تھیں۔ بار بار اپنے چہرے سے اپنے ہم سفروں پر مجسما نہ نظریں ڈالتا تھا۔

ظاہر تو یہی ہوتا تھا کہ آدمی ملنسار اور سادہ مزاج ہے اور ہر شخص سے صلح و آشتی کا خواہاں۔ ہر شخص باسانی معلوم کر سکتا تھا کہ وہ عادتاً محفل پسند اور بالطبع شائق گفتگو ہے ساتھ ہی اس کے ہنس مکھ اور حاضر جواب بھی۔ تاہم غور سے مطالعہ کرنے پر یہ امر ظاہر ہو سکتا تھا کہ اس کے جڑے کی سختی اور لبوں کی پختگی میں بہت کچھ پوشیدہ تھا۔ اور اگرچہ ظاہر میں یہ شخص خوش گفتار اور سیاہ موٹو جوان تھا تاہم اس بات کا پتا چلتا تھا کہ جس محفل میں بھی شریک ہوگا اپنا پرایا بھلا اثر ضرور پیدا کر دے گا۔ پہلے تو اس نے چند آزمائشی سوالات اپنے قریب کے کان کن سے کئے لیکن جواب مختصر سے اور ترش پائے۔ اسی لئے خاموش ہو کر ایک گوشہ میں سرک بیٹھا اور کھڑکی میں سے بڑھتے ہوئے اندھیارے میں جھانکنے لگا۔ منظر بالکل خوش کن نہ تھا۔ اس بڑھتی ہوئی تاریکی میں سے پہاڑ کے کنارے کنارے کی بھٹیوں کی آگ کی سرخی نظر آرہی تھی۔ ہر دو جانب کھائے ہوئے کوئلے اور دھاتی فضلے کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اوپر سے کانوں کی چمنیاں نکلی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ اس تمام خطے میں ادھر ادھر چھوٹے چھوٹے چوہی مکانوں کے گھیرے نظر آرہے تھے۔ جہاں جہاں گاڑی ٹھیرتی سیاہ فام ہی زیادہ نظر آتے تھے۔ اس لئے درمیا کی کوئلے اور لوہے کی وادیاں نہ تو تفریح کے لئے موزوں تھیں اور نہ سکونت کے لئے۔ ہر چاہ جانب تنازع للبقا بھیانک صورتوں میں نمودار تھا۔ چنانچہ جو اس تنازع میں شریک تھے وہ بھی اگرچہ مضبوط تھے تاہم جاہل تھے۔

ہمارا نوجوان اس غمزدہ خطے کو کچھ ایسے انداز سے دیکھ رہا تھا جس میں تنفر و پشیمانی دونوں شامل تھے جس سے اس امر کا پتا چلتا تھا کہ وہ نوار دے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ اپنی جیب سے ایک بھاری لفافہ نکالتا تھا جس میں سے کچھ دیکھتا تھا اور پھر اس کے حاشیہ پر کچھ قلم بند بھی کرتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنی لپٹ کی جیب سے

اس نے ایک ایسی چیز نکالی جس کے متعلق گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اس جیسے نرم مزاج والے کے پاس ہوگی۔ وہ چیز ایک بڑا بھاری فوجی تینچہ تھا۔ جب اس نے روشنی کی طرف اس کا رخ کیا تو کارتوس کی ٹوٹی پر روشنی پڑنے سے معلوم ہوا کہ تینچہ بھرا ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی چور جبب میں اس کو چھپا لیا۔ لیکن پاس ہی بیچ پر جو شخص بیٹھا تھا اس نے دیکھ ہی تو لیا۔ چنانچہ کہنے لگا:

”ارے میاں تم تو کیل کانٹے سے لیس معلوم ہوتے ہو“
نوجوان مضطربانہ مسکرایا۔

”ہاں جہاں سے میں آیا ہوں وہاں ذرا ضرورت رہتی ہے“

”اور وہ کون سا مقام ہے“

”میں اب تو شکاگو سے آ رہا ہوں“

”ان اطراف میں تو اجنبی ہو؟“

”ہاں“

”تو یہاں بھی اس کی ضرورت ہوگی“

”کیا واقعی؟“ اب تو نوجوان کی دل چسپی بڑھی۔

”کیا یہاں کے کارنامے نہیں سنے؟“

”خلاف معمول تو کچھ نہیں سنا“

”ارے میں تو سمجھتا تھا کہ تمام ملک ان کارناموں سے گونج اٹھا ہے“

آپ بھی جلد سن لیں گے۔ کہتے آنا کیسے ہوا؟“

”میں نے سنا تھا کہ یہاں کام کرنے والے کے لئے خوب موقعے ہیں“

”کیا آپ حزب العمال کے رکن ہیں؟“

”یقیناً“

” تو ضرور آپ کو کام مل جائے گا۔ آپ کے کوئی دوست بھی ہیں “

” ابھی تو نہیں۔ لیکن میں پیدا کر سکتا ہوں “

” اور وہ کیسے ؟ “

” میں سلسلہ احرار یہ کارکن ہوں۔ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں اس سلسلے کے لوگ نہ ہوں اور جہاں یہ لوگ ہوں گے وہیں میرے دوست بھی ہو جائیں گے “

اس گفتگو نے مخاطب کے اوپر بہت اثر کیا۔ اس نے گاڑی میں دوسروں کی طرف مشتبہ نظریں ڈالیں۔ کان کن ابھی تک کاننا پھوسی میں مصروف تھے۔ دونوں پولس کے جوان اونگھ رہے تھے۔ پس وہ اٹھا اور نوجوان کے پاس آ اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ کہنے لگا :

” ہاتھ وہاں رکھو “

پھر دونوں میں مصافحہ ہوا۔

” معلوم ہوا کہ آپ سچے ہیں لیکن اطمینان کر لیا اچھا ہوتا ہے “

اس نے اب اپنا داہنا ہاتھ وائیں ابرو پر رکھا۔ مسافر نے فوراً اپنا بائیں ہاتھ

اپنی بائیں ابرو پر رکھا۔

” تاریک راتیں ناگوار ہوتی ہیں “ کان کن نے کہا۔

” ہاں، مسافروں کو سفر میں “ جواب ملا۔

” بہت خوب۔ میرا نام برادر اسکان لین ہے۔ میرا پتہ لاج ۳۴۱ وادی

ورمیا ہے۔ ان اطراف میں آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی “

” شکریہ۔ میں برادر جان میک مرڈو ہوں۔ لاج ۲۹ شاکاگو۔

مالار اسکاٹ۔ میری خوش نصیبی کہ بسم اللہ آپ سے ہوئی “

” ہم لوگوں کی تو یہاں کثرت ہے۔ اس سلسلہ کو یہاں جیسی ترقی ہوئی کہیں بھی

حاصل نہیں ہے۔ لیکن آپ جیسے نوجوانوں کی تو ہمیں ضرورت رہتی ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حزب العمال کا ایک سرگرم رکن ہو اور اس کو شکاگو میں کام نہ ملے۔“

”وہاں کام تو بہت تھا“

”تو وہاں سے چلے کیوں آئے؟“

جان میک مرڈون نے پولس کے جوانوں کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔

”بتادوں تو ان دونوں سے پوچھو انھیں کتنی خوشی ہوگی“

اسکین کن نے اظہار ہمدردی کیا۔

”کوئی مشکل؟“ کان میں پوچھا

”زبردست“

”روپیہ پیسے کا معاملہ؟“

”اس کے علاوہ بھی“

”قتل و غیرہ“

”ابھی تو ایسی باتوں کے دن نہیں آئے“

میک مرڈون نے اس انداز سے کہا جس سے معلوم ہوا کہ وہ مجبوراً ارادہ سے زبیا^{دہ} کہہ رہا ہے۔ چنانچہ کہنے لگا۔

”میں جانتا ہوں کہ میں نے شکاگو کیوں چھوڑا اور آپ کے لئے یہی کافی ہونا

چاہئے۔ آپ کون ہیں جو اس قسم کے سوالات اپنے ذمہ فرض سمجھتے ہیں“

اس کی آنکھوں کی چمک اب بڑھ گئی اور ان میں غصے کی آگ مشتعل تھی۔

”خیر جانے دیجئے۔ ناراض نہ ہو جئے۔ چاہے آپ نے کچھ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

برادری میں تو آپ کی قدر و منزلت ضرور ہوگی۔ اب اس وقت کہاں کا غم ہے“

”ورمیا کا“

”یہاں سے تیسرا اسٹیشن ہے آپ پھیریں گے کہاں“

میک مرد نے نفاذ نکالا اور مدہم چراغ کے پاس لے گیا۔

”دیکھئے یہ بتاے۔ یعقوب شیفٹر کو چہ شے رمی ڈن۔ یہ ایک قیام گاہ ہے

جہاں کے لئے شرکاگو کے ایک دوست نے سفارش کی ہے۔“

”بہر حال میں واقف نہیں۔ اور ورمیا میرے پرے میں بھی نہیں۔ میں ہاب سٹیج

میں رہتا ہوں۔ اور یہ لیجئے وہ آہی گیا لیکن رخصت سے پہلے ایک نصیحت آپ کو

کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر ورمیا میں کسی قسم کی کوئی مشکل پیش آئے تو فوراً لاج

میں جا کر سالار میک گنٹی سے ملئے گا۔ وہ ورمیا کے لاج کے سالار ہیں اور ان

نواح میں کوئی واقعہ اس وقت تک نہ ظہور میں نہیں آتا جب تک کہ میک گنٹی اسوڈ کی

مرض نہ ہو۔ اچھا اب رخصت۔ ممکن ہے لاج میں کسی شام ملاقات ہو۔ لیکن میرے

الفاظ یاد رکھئے کوئی وقت پیش آئے تو فوراً سالار میک گنٹی کے پاس جائے گا یا

اسکان میں آ کر گیا اور میک مرد و اگیلا رہ گیا۔ رات بہت آجکی تھی۔ بھٹیوں

کی چمٹیاں تاریکی میں شور مچاتی اور آتش فشاںی کرتی نظر آتی تھیں۔

اس پہلی زمینہ کے مقابلے میں دھندلی دھندلی شکلیں نظر آتی تھیں، کوئی

جر تھیل کا دستہ گھماتے وقت جھکا نظر آ رہا تھا، کوئی گھومتا اور کوئی مڑتا نظر آتا۔

تھا۔ غرض کہ ایک شور محشر بپا تھا۔

کسی نے کہا ”میری دانست میں تو دونوں بھی کچھ اسی جیسا ہوگا“

میک مرد پھرا تو دیکھا کہ ایک پولس کے جوان نے اپنی جگہ بدل دی ہے اور

اس صحراے تاریں گھور رہا ہے۔

دوسرے نے جواب دیا: ”مجھ سے پوچھئے تو میں ہی کہوں گا کہ واقعی دونوں

کا پورا نمونہ ہے اور ان اطراف میں بعض اجنبت تو ایسے ہیں کہ دونوں میں اگر ان سے

زیادہ خبیث ہوئے تو مجھے تعجب ہوگا۔ میاں مسافر آپ تو نوار و معلوم ہوتے ہیں۔
”ہوں تو آپ سے کیا؟“ میک مرد نے ترش روئی سے جواب دیا۔

”صرف اس قدر کہ میں آپ کو رائے دوں گا کہ دوستوں کے انتخاب میں آپ بڑا
ہوشیاری سے کام لیجئے۔ میں آپ کی جگہ ہوتا تو میں تو مالک اسکین لن یا اس بیسے
دوسروں کو دوست بنانے میں تامل کرتا۔“

”آپ کی بلا سے میرے کوئی بھی دوست ہوں۔“
میک مرد نے کچھ اس طرح برا فروختگی میں چلا کر کہا کہ سب کے سب اس کی طرف
ستوجہ ہو گئے۔

”میں نے کوئی آپ سے رائے طلب کی تھی یا آپ جھگڑا ایسا کیا سمجھتے تھے کہ بغیر
نصیحت کے چارہ نہیں تھا۔ آپ سے جب کوئی بولے تو آپ بھی بولتے گا۔“
وہ دونوں بے چارے جو ان سیدھے ساوے آدمی تھے۔ اس شخص کے اس جوٹا
خروش کو دیکھ کر متحیر سے رہ گئے۔ بالآخر ایک نے کہا:

”ناپراض نہ ہو جئے، اس میں آپ ہی کی بھلائی کی بات تھی، آپ ہی نے تو
کہا تھا کہ آپ نوار و ہیں۔“

”میں نوار و ضرور ہوں، لیکن آپ سے اور آپ جلسوں سے ناواقف نہیں ہوں
میری دانست میں تو سب جگہ آپ لوگ ایک ہی فمکاش کے ہوتے ہیں۔ جہاں کوئی
نہ سنے وہاں رائے دینا آپ کا کام ہے۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آگے چل کر ملاقات ضرور ہوگی۔ اگر زرا بھی مردم
مجھ میں ہے تو میں کہوں گا کہ آپ تو آنٹھوں گانٹھ کمیت معلوم ہوتے ہیں۔“
”میں بھی یہی سمجھ رہا تھا۔“ دوسرے جواں نے جواب دیا
”ضرور آپ سے ملاقات ہوگی۔“

”میں آپ سے نہیں ڈرتا آپ اس دھوکے میں نہ رہتے گا۔ سنئے میرا نام جیک میک مرڈو ہے اور اگر کبھی ضرورت پڑے تو یہ لیجئے میرا پتہ یہ ہے۔ مکان یعقوب شیف ٹر کو چھٹے سی ڈن وریمیا۔ پس دیکھا آپ نے میں آپ سے چھپتا نہیں پھر تا ہوں۔ رات دن ہر وقت آپ سے آنکھ ملانے کے لئے تیار ہوں۔ اچھی طرح اسے ذہن نشین کر لیجئے“

کان کنوں میں نو وارو کے اس بہادرانہ مقابلے پر ہمدردی اور تحسین کی ایک لہر دوڑ گئی۔ پولس کے جوانوں نے کندھے ہلائے اور آپس کی گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ چند دقیقہ بعد اسٹیشن ہی آگیا۔ جس میں روشنی کافی نہ تھی۔ یہاں تقریباً ساری گاڑی خالی ہو گئی کیوں کہ یہ سب سے بڑا اسٹیشن تھا۔ میک مرڈو نے اپنی خورجی اٹھائی اور اس تارکی میں قدم اٹھانے ہی کو تھا کہ اتنے میں ایک کان کن نے اسے مخاطب کیا۔ قسم خدا کی بھائی تم نے تو خوب ہی جواب دیئے۔ تمہارے جوابات سن کر تو مزا آگیا۔ ناؤ میں تمہاری خورجی لے چلوں۔ میں شیف ٹر کے مکان کے پاس سے بھی گزروں گا، میرا مکان بھی ادھر ہی ہے۔“

جب یہ دونوں چبوترے سے باہر ہوئے تو سب نے سلام کر کے رخصت کیا پس وریمیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی سرکش میک مرڈو نے نام پیدا کر لیا۔

دیہات تو خوف و دہشت کی جگہ تھی ہی، شہر اس سے بھی زیادہ بھیانک نکلا۔ اس طول وادی میں کم از کم اتنا تو تھا کہ آن بڑی بڑی بھٹیوں اور دھوؤں کے بادلوں نے ایک مہیب سی شان پیدا کر رکھی تھی اور انسان کی محنت اور جھانکشی کا سب سے بڑی شہادت ان تو درں سے ملتی تھیں جو کھود کھود اس نے ڈھیر کر دیئے تھے لیکن شہر میں یہ کچھ بھی نہ تھا، وہاں تو بس غلاطت تھی یا کر یہ منظری۔ شاہراہ کی یہ حالت تھی کہ گاڑیوں کی آمد و رفت نے ایک ناگفتہ بہ حالت پیدا کر دی تھی۔ اور بنی ٹرکوں تو اور بھی تنگ اور ناہموار تھیں گیس کی جتنی قندیلیں روشن تھیں ان سے چوٹی مکاؤں

کا ایک طویلانی سلسلہ دکھائی دیتا تھا۔ ہر ایک کے آگے لب سڑک برآمدہ تھا، لیکن مکانا
 سب کے سب کثیف اور گرد آلود تھے۔ جب وہ چوک میں گھنٹے تو انہیں چند خوش رو
 وکانیں نظر آئیں اور انہیں کے پاس کئی شراب خانے اور قمار خانے نظر آئے جن میں
 کان کن اپنی دن بھر کی گاڑھی کمائی لٹاتے تھے۔

”وہ دیکھو اتحاد گھر ہے“ رہنما نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا جس میں کچھ
 ہوٹل کا سا انداز تھا۔ ”جیک میک گنٹی وہاں کا باس ہے“
 ”کس قسم کا آدمی ہے“ میک مردو نے پوچھا۔

”ایں! کیا تم نے باس کا نام نہیں سنا“

”کیسے سن سکتا تھا، تم کو معلوم ہی ہے کہ میں تازہ وارد ہوں“
 ”میں تو سمجھتا تھا کہ اس کا نام تمام علاقے میں مشہور ہے۔ اخباروں میں تو بہت
 ذکر آیا ہے“

”وہ کس سلسلے میں ہے؟“

”سنئے“ کان کن نے اپنی آواز دھیمی کر دی ”وارداتوں کے سلسلے میں

”کیسی وارداتیں؟“

”ایں۔ یہ بھی نہیں معلوم۔ برانہ ماننا تم تو بالکل ہی بھولے بھالے ہو۔ ان اطراف
 میں ایک ہی قسم کے واردات کا تذکرہ سنو گے اور وہ دونوں کی واردات ہیں“
 ”ارے دونوں کا حال تو میں نے شکاگو میں پڑھا تھا، وہ تو قاتلوں کا ایک
 گروہ ہے؟“

”فاموش، اگر جان کی خیر چاہتے ہو“

کان کن نے گھبرا کے کہا اور تعجب سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔
 ”ارے میاں اگر یہی کھلے خزانے ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں تو زندگی

بس چند روزہ ہی سمجھو۔ بہتوں نے تو اس سے بھی کم کہا تھا لیکن ان کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔
”میں تو کچھ جانتا دانتا نہیں۔ اتنا تو میں نے پڑھا تھا۔“

”اور میں کب کہتا ہوں کہ جو کچھ پڑھا وہ صحیح نہیں ہے۔“ آدمی نے ادھر ادھر نظر نہیں دوڑائیں کہ کہیں کوئی سنا تو نہیں۔ ”اگر جان لینا قتل ہے تو خدا جانے کتنے قتل ہوئے ہوں گے۔ لیکن کہیں جیک میک گنٹی کا نام اس سلسلہ میں نہ لینا، اُس تک زرا زرا سی خبریں بھی پہنچ جاتی ہیں۔ اور وہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ یوں حیرکا سنا کرے۔ لو اب وہ مکان آگیا جہاں تمہیں جانا ہے، تم مکان دار یعقوب شیف ٹر کو نہایت ایمان دار پاؤ گے۔“

”شکریہ“

میک مردو اپنے نئے ملاقاتی سے مصافحہ کرنے کے بعد خورجی ہاتھ میں لئے مکان کی طرف چلا۔ وہاں پہنچ کر زور سے ایک دستک دی۔

دروازہ فوراً کھلا، لیکن کھولنے والا اس کی توقع کے بالکل خلاف نکلا۔ وہ ایک نوجوان عورت تھی جو نہایت حسین تھی۔ نقشہ سوڈنی تھا، رنگ گورا اور بال جھک دار تھے۔ اس کے مقابلے میں آنکھیں رسیلی اور سیاہ تھیں۔ اجنبی پر نظر ڈالی تو حیرت کے ساتھ اور چہرے پر خوش گوار اضطراب کے آثار نمودار ہوئے۔ کھلے دروازے میں سے جو روشنی آرہی تھی اس میں میک مردو نے جو دیکھا تو اس کے ذہن میں اس سے خوب صورت تر کوئی شکل نہیں گزری تھی اور خصوصاً اس وقت تو گرد و پیش کی بد صورتیوں نے اس کو اور دو بالا کر دیا تھا۔ وہ اس قدر محو نظارہ ہو گیا کہ کچھ بولے بغیر یوں ہی کھڑا رہا۔ بالآخر اس دو شیزہ نے ہر سکوت توڑی اور اپنے خوش گوار سوڈنی لہجے میں کہنے لگی۔

”میں سمجھی کہ ایاجان ہیں۔ آپ اُن سے ملنے تشریف لائے ہیں؟ وہ ابھی شہر

گئے ہیں۔ ہر لمحہ میں ان کی منتظر ہوں۔“

میک مردو اس پر یوں ہی کچھ دیر تک فرنیٹہ نظریں ڈالا کیا یہاں تک کہ اس نے شرم کی وجہ سے نگاہیں نیچی کر لیں۔ بالآخر اس نے کہا۔

”نہیں مس! مجھے آپ کے والد سے ملنے کی جلدی نہیں۔ لیکن آپ کا مکان مجھے پیام کے واسطے بتلایا گیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید میرے لئے مناسب ہو اور اب مجھے معلوم ہو گیا کہ ضرور مناسب ہے؟“

”آپ نے بڑی جلدی فیصلہ کر لیا“ اس نے مسکرا کر کہا
”سوائے اندھے کے سب ہی ایسا کر لیتے“

وہ اس تعریف پر نہیں پڑی۔

”اچھا آئیے۔ اندر آئیے۔ میرا نام ایٹی شیف ٹر ہے۔ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے سارا کام میں ہی انجام دیتی ہوں۔ آپ اس کمرے میں تشریف رکھنے اتنے میں والد آجائیں گے۔ لیجئے وہ آہی گئے۔ اب ان سے گفتگو کر لیجئے“

سڑک پر ایک بھاری بھر کم اور مسن آدمی آتا دکھائی دیا۔ چند الفاظ میں میک مردو نے اپنا مقصد بیان کر دیا۔ مرنی نامی ایک شخص نے اس کو یہ پتا بتایا تھا۔ اس کو خود کسی دوسرے نے بتایا تھا۔ مسن شیف ٹر فوراً راضی ہو گیا۔ نو وارو نے شرائط ماننے میں کسی طرح کا عذر نہیں کیا، جو شرط پیش کی گئی فوراً قبول کر لی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت روپیہ والا ہے۔ چھپتیس روپیہ فی ہفتہ پیشگی کے حساب سے طعام و قیام کا ذمہ لے لیا گیا۔ اس طرح میک مردو جس نے خواہنے آپ کو فراری بتلایا تھا شیف ٹر کے مکان میں سکونت پزیر ہو گیا۔ اور یہیں سے ایک طویل سلسلہ واقعات کی بنا پڑی، جس کا انجام ایک دور دراز ملک میں ہوا۔

دوسرا باب

سالار

میک مرڈو ایک ایسا شخص تھا جو اپنا اثر جذبہ پیدا کرتا تھا۔ جہاں کہیں وہ جاتا لوگ اس کو محسوس کرتے۔ چنانچہ ہفتہ بھر کے اندر ہی وہ شیفت ٹر کے یہاں کے رہنے والوں میں مشہور ہو گیا۔ وہاں کوئی دس بارہ آدمی رہتے تھے لیکن سب کے سب بے چارے سیدھے سادھے کسی دفتر کے کلرک یا محرر تھے۔ اس آئرستانی کا ہم ٹپہ کوئی بھی نہ تھا جب کبھی شام کو وہ جمع ہوتے تو حاضر مذاق، حاضر جواب اور معنی اس سے بڑھ کر کوئی نہ ہوتا۔ علم مجلس اس کی جبلت میں داخل تھا اور اس میں کچھ ایسی کشش تھی کہ ہر شخص اس کی طرف کھینچتا۔ بایں ہمہ کبھی کبھی ریل گاڑی کی طرح، اپنے اندر کی آگ کو غصہ کی صورت میں بھی ظاہر کر دیا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور اس سے ڈرنے بھی تھے۔ قانون اور اس کے جملہ متعلقات کے لئے اس کے پاس سوائے حقارت کے کچھ اور نہ تھا۔ اس امر سے اس کے بعض ہم سایہ خوش ہوتے تھے اور بعض پر یہ گراں گزرتا تھا۔ شروع ہی سے اس نے اپنے برتاؤ سے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ صاحب خانہ کی دختر پر وہ اسی وقت سے عاشق ہو گیا ہے جب سے اس کی نگاہ اس کے حسن و جمال پر پڑی۔ وہ کوئی ایسے ویسے عاشقوں میں بھی نہ تھا۔ دوسرے دن اس نے اس دو شیزہ پر اپنا عشق ظاہر کر دیا اور پھر روزانہ اس قصے کو دہراتا رہتا۔ وہ لڑکی خواہ کننا ہی اس سے گریز کرتی یہ اپنی دھن میں برابر قائم رہا۔ چنانچہ کہا کرتا۔

رہ گیا کوئی اور بھی ہے؟ اگر ہے تو اس کو اپنی خیر منانی چاہیے۔ کیا میں کسی لوہ

کی خاطر اپنی زندگی کی اُمید اور اپنے ذل کی ثنا سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔ ایسی، تمہارا جی چاہے تو ہر مرتبہ نہیں کہہ دیا کرو۔ لیکن ایک وہ دن بھی آئے گا کہ تم ”ہاں“ کہو گی اور انتظار کے لئے تو ابھی عمر بڑی ہے۔“

اس آرسٹانی زبان اور اس ظرافت نے اس کو ایک خطرناک عاشق بنا دیا تھا۔ اس کے چہرے سے نچتہ کاری عیاں تھی اور چہرہ نہایت ہی پراسرار معلوم ہوتا تھا۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو عورت کے دل کو لٹھانی اور بالآخر اس کو فریفتہ بنا دیتی ہیں۔ کبھی تو وہ اپنے وطن مونا عن کا ذکر کرتا کہ کیسا خوب صورت سا چھوٹا جزیرہ ہے اور اس میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور ہرے بھرے مرغزار جن کا خیال ہی اس برنسانی مقام میں بہت ہی مسکن تھا اور کبھی وہ اتر کے ملکوں کا ذکر کرتا کہ ”ٹھ رائے“ میں وہ رہا چھی گن میں اس نے دن گزارے بفلپوس سے وہ واقف اور بالآخر شکار گویں آ رہا جہاں سے وہ ان اطراف میں آیا۔ تمام باتوں میں رومان کی سی کیفیت تھی۔ یعنی یہ احساس تھا کہ اس بڑے شہر میں اس پر بہت سی وارداتیں گزر چکیں جو ایسی عجیب و غریب تھیں کہ ان کا تذکرہ مناسب نہ تھا۔ پھر وہ اشاروں اشاروں میں کہا کرتا کہ اس کو دفعۃً اپنی سکونت چھوڑنی پڑی۔ سب پرانے علاقے قطع کرنا پڑے۔ پھر ادھر ادھر مارا مارا پھرنا پڑا۔ یہاں تک کہ اس نواح میں اس کا آنا ہوا۔

ایسی ان تمام باتوں کو سنا کرتی۔ اس کے دل میں رحم اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوا کرتے اور یہی وہ جذبات ہیں جو نظر تا بہت جلد محبت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ میک مردو چونکہ تعیم یافتہ تھا اس لئے بہت جلد اسے ایک جگہ مل گئی۔ اس کی وجہ سے وہ دن بھر ماتم رہتا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ حزب الاخرائے کے لاج میں جا کر سلا سے ملاقات کر سکتا۔ لیکن ایک سکین لین نے ایک شام آکر اس کو فردگزارت پر توجہ دلائی۔ یہ سکین لین جس سے ریل میں ملاقات ہوئی تھی

ایک پستہ قر، واضح چہرہ اور سیاہ چشم شخص تھا اپنے ملاقاتی سے دوبارہ ملنے پر مسرور تھا
 دو ایک جام چلنے کے بعد اس نے اپنے آمد کی غرض کی طرف توجہ کی کہنے لگا۔

”کہو بھائی میاں مرڈو! کیسے ہو؟ مجھے تمہارا پتہ یاد تھا اس لئے اس ملاقات
 کی جرات کی۔ تعجب ہے کہ ابھی تک تم سالار کے پاس نہیں گئے۔ کہو کیا سبب ہے کہ سالار
 میاں گنتی سے تم نے ابھی تک ملاقات نہیں کی“

”مجھے روزگار کی تلاش تھی، اس لئے عدیم الفرصت تھا“

”تمہارے پاس چاہے کسی اور چیز کے لئے وقت ہو یا نہ ہو۔ اس سے ملنے کے لئے
 تمہیں وقت نکالنا پڑے گا غضب خدا کا تم ابھی تک نہیں گئے۔ حالانکہ جس روز تم آئے
 تھے تم کو اس کے دوسرے ہی دن لاج میں جا کر اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہیے تھی۔ اگر
 تمہاری اس سے بگڑ جائے۔ بس بگڑنا ہی نہیں چاہیے اور کیا کہوں“

میاں مرڈو نے اظہار تعجب کیا

”مگر اسکین لین؟ میں تو دو برس سے لاج کا ممبر ہوں۔ میں نے تو اب تک نہیں سنا کہ
 وائس اس قدر محبت طلب ہوتے ہیں“
 ”شکاگو میں نہ ہوں گے“

”یہاں بھی تو وہی سلسلہ ہے“

”سچ؟“

اسکین لین نے اس کی طرف دیر تک اور غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے شیطنت
 چمکتی معلوم ہوتی تھی۔

”کیا نہیں ہے؟“

”مہینہ بھر بعد آپ خود ہی بتلا سکیں گے۔ میں نے سنا میرے آنے کے بعد تم سے پہلے
 نے کچھ کشتگو کی تھی“

”تم کو کیسے معلوم ہوا؟“

”اوہ نہ۔ اس ضلع میں تو اچھی بری خبریں سب ہی جلد پھیل جاتی ہیں۔“
”تو ہاں ہوئی تو تھی میں نے ان گٹھوں سے کدیا تھا کہ میں تمہیں کچھ نہیں سمجھتا۔“

”خدا کی قسم۔ تم تو میک گنٹی ہی کے انداز پر ہو۔“

”اس! تو کیا انھیں بھی پولس سے نفرت ہے؟“

اسکین لین نے قہقہہ مارا۔ رخصت ہوتے وقت کہنے لگا۔

”تم جانا اور خود اسے دیکھ لینا اور اگر تم نہ گئے تو پولس کی بجائے تمہارا ہی دشمن

ہو جائے گا۔ ایک دوست کا کہا مانو اور فوراً اس کے پاس جاؤ۔“

حسن اتفاق سے اسی روز شام کو ایک اور ملاقات میں بھی اس پر بہت زور

ڈالا گیا کہ وہ اس رائے پر عمل کرے۔ ممکن ہے کہ ایٹی کے ساتھ اس نے پہلے سے زیادہ

الٹفات شروع کر دیا ہو یا یہ کہ بالآخر نیک طبع میزبان کے ذہن میں بھی یہ خیال اُتر گیا ہو

بہر حال سبب کچھ بھی ہو، ہوا یہ کہ صاحب خانہ نے اپنے نوجوان کراہی دار کو اپنے خاص

کمرے میں بلایا اور بغیر کسی طول کلامی کے اپنا مدعا کہنا شروع کیا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ جناب میری ایٹی کے پیچھے بری طرح پڑ گئے ہیں کیوں۔ کیا

میں نے غلط کہا کیا ایسا نہیں ہے؟“

”جی ہاں ایسا ہی ہے۔“ نوجوان نے جواب دیا

”تو میں آپ کو یہی بتلانا چاہتا ہوں کہ اس سے اب کوئی فائدہ نہیں۔ آپ سے پہلے

ہی ایک شخص بازی لے جا چکا ہے۔“

”وہ بھی ہی کتنی تھیں۔“

”تو آپ یقین کیجئے کہ اس نے بالکل صحیح کہا۔ لیکن کیا اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ

وہ ہے کون؟“

”نہیں میں نے پوچھا بھی تھا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا“
 ”ہاں نہ جواب دیا ہوگا۔ غالباً وہ آپ کو خوف زدہ نہیں کرنا چاہتی تھی“
 ”خوف زدہ“ میک مرڈو اب آتش بدہن تھا۔

”جی ہاں۔ جناب۔ اس سے خوف زدہ ہونے میں شرم کی بات بھی نہیں اس کا نام
 ٹیڈی بالڈون ہے“

”اور وہ کون مر دو ہے؟“

”وہ دونوں کا ایک سالار ہے“

”دونڈے؟ میں نے ان کا ذکر پیش تر بھی سنا ہے۔ جہاں دیکھو دونوں ہی
 دونوں کا ذکر ہے۔ لیکن ہمیشہ دبی زبان سے۔ آپ لوگ ڈرتے کس بات سے ہیں آخر
 دونڈے کیا بلا ہیں؟“

مکان دار نے فوراً اپنی آواز لپٹ کر دی جیسا کہ ہر شخص اس انجمن کا ذکر کرتے
 وقت کیا کرتا تھا۔

”دونڈے قدیم سلسلہ احرار یہ کے لوگ ہیں“

نوجوان چونک پڑا

”ایں! میں خود اس سلسلے میں ہوں“

”آپ! اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو اپنے مکان میں قیامت تک نہ ٹھہراتا چاہے
 آپ سو گنا کرایہ کیوں نہ دیتے“

”اس سلسلے میں خرابی کیلئے یہ انجمن تو سلوک اور امداد ہا ہی کے لئے ہے۔ قوا

میں یہی دیج ہے“

”دوسری جگہ ہوگا یہاں تو نہیں ہے“

”تو یہاں کیا ہے؟“

”یہاں تو یہ ایک قاتلوں کی انجمن ہے اور کیا ہے“

”اس کا ثبوت کیا ہے؟“

”ثبوت! ایں۔ پچاسوں قتل اس کے ثبوت میں سنئے۔ مل میں اور خان شہار

اور نکلسن خاندان اور بڈھا پیام اور ملی جمیس ان سب کا کیا حشر ہوا؟ ثبوت! اس
وادے میں ایسا کون مرد یا عورت ہے جو اس کو نہیں جانتا؟“

”سنئے حضرت“ میک مرڈو نے تمانت سے کہا ”یا تو آپ اپنے قول کو واپس

لیجئے اور نہیں تو اس کا ثبوت پیش کیجئے۔ میرے جانے سے پہلے دونوں میں سے کوئی

بات کیجئے۔ فرض کیجئے آپ میری جگہ ہوتے۔ میں یہاں اس شہر میں بالکل اجنبی ہوں۔

میں ایسی انجمن کا رکن ہوں جس کو میں بے ضرر سمجھتا ہوں۔ تمام ریاستوں کو عرضاً و طولاً

چھان ڈالئے مگر سب جگہ آپ اس کو بے ضرر پائیں گے۔ لیکن جب یہاں اس میں شامل

ہونے کا میں نے ارادہ کیا تو آپ کہتے ہیں کہ وہ قتل کی انجمن ہے جس کو یہاں انجمن

”دونڈگان“ کہتے ہیں۔ جناب شیف ٹر صاحب میری دلنست میں یا تو آپ کو معذرت

کرنی چاہئے اور نہیں تو اس کی تاویل کیجئے۔“

”جناب میں نے تو آپ کو وہی بتلایا جو تمام دنیا جانتی ہے۔ جو ایک کا سالار

وہی دوسرے کا بھی سالار۔ ایک انجمن کو ناراض کر دو تو دوسری بدلہ لینے کے لئے

تیار۔ ہم تو یہی دیکھتے چلے آئے ہیں۔“

”یہ تو گپ ہے میں ثبوت چاہتا ہوں۔“

”و اگر کچھ عرصہ رہئے تو ثبوت مل ہی جائے گا۔ لیکن میں بھول گیا۔ آپ خود ان ہی

میں سے ہیں۔ آپ بھی بہت جلد ان ہی جیسے ہو جائیں گے۔ آپ اب دوسری جگہ تلاش

کیجئے۔ آپ میرے یہاں نہیں رہ سکتے۔ یہی کیا کم مصیبت ہے کہ ان میں سے ایک آئے

اور میرے ایٹمی سے اختلاط کرے اور میں اسے نکال نہ سکوں اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک

دوسرے کو میں اپنے مکان میں ٹھہراؤں بھی بس جناب آج رات کے بعد سے آپ یہاں نہیں سو سکتے۔“

اس طرح میک مردو کو گویا اپنی محبوبہ ایسی اور اپنی آرام وہ جائے قیام سے اخراج کا حکم مل گیا شام کو اس سے ملنے گیا تو وہ اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی داستانِ غم اس کو سنا ڈالی کہنے لگا۔

”لو۔ تمہارے باپ نے تو مجھے نوٹس دے دیا ہے اور اگر کمروں ہی تک بات رہتی تو مجھے فلتق نہ تھا۔ رونا تو یہ ہے کہ اگرچہ تم سے ایک ہی ہفتہ کی ملاقات ہے لیکن تم میری زندگی کی روح ہو اور میں بغیر تمہارے رہ نہیں سکتا۔“

”اوندھ چپ بھی رہو۔ اس طرح کی باتیں نہ کرو۔ میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکی کہ تم دیر میں پھنسنے۔ تم سے پہلے ایک اور بھی آچکا ہے اور اگرچہ میں نے ابھی اس سے شادی کا وعدہ نہیں کیا ہے تاہم میں کسی دوسرے سے بھی نہیں کر سکتی۔“

”اچھا فرض کرو میں پہلے آتا تو کیا مجھے موقع ملتا۔“

لڑکی نے ہاتھوں میں مٹھہ چھپالیا رو کر کہنے لگی۔

”کاش کہ تم پہلے آتے۔“

میک مردو فوراً اس کے سامنے دوڑا نہ ہو گیا۔

”ایسی۔ خدا کے واسطے اس پر تو قائم رہو۔ کیا تم اپنی اور میری زندگی محض اس وعدے کی بنا پر تلخ کر دو گی۔ پیاری اپنے دل کے کہنے پر چلو۔ اس وعدے سے بڑھکر یہی سیدھی راہ بتائے گا۔ اس وقت تو تمہیں یہ بھی نہ معلوم ہوا ہو گا کہ تم کیا کہ رہی ہو۔“

ایسی کے گورے گورے ہاتھ اس نے اپنے مضبوط گنڈمی ہاتھوں میں دبائے تھے

”اتنا کہہ دو کہ تم میری ہو جاؤ گی۔ پھر ہم جگت لیں گے۔“

”یہاں تو نہیں۔“

”ہاں ہیں“

”نہیں۔ نہیں جیک“ اس نے اپنے ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیئے

”نہیں یہاں نہیں۔ کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو“

میک مرڈو کے بشرے سے ایک کشاکش عیاں تھی لیکن بالآخر اس سے غم و

استعمال ظاہر ہونے لگا۔

”نہیں! یہیں پیاری ایٹی میں تو دنیا بھر کے مقابلے میں ہیں جہاں ہم ہیں تم کو

رکھ سکتا ہوں“

”ہم دونوں بھاگ کیوں نہ چلیں“

”نہیں ایٹی! میں ابھی نہیں جاسکتا“

”کیوں نہیں؟“

”جیب مجھے یہ خیال آئے گا کہ میں زبردستی نکالا گیا تو میں کبھی اس کو برداشت

نہ کر سکوں گا۔ اس کے علاوہ خطرہ ہی کس کا ہے؟ یہ آزاد ملک ہے اور ہم بھی آزاد ہیں

اگر تم کو مجھ سے محبت ہے اور تم جھگومتے ہو تو ہماری درمیان کوئی تفریق نہیں آسکتا ہے“

”جیک تم کو نہیں معلوم، تم کو آئے ہوئے ابھی دن ہی گتے ہوئے۔ تم اس

بالڈون کو نہیں جانتے، تم میک گنٹی اور اس کے دونوں کو نہیں جانتے“

”نہیں میں نہیں جانتا۔ میں نین سے ڈرتا ہوں اور نہ ان پر اعتقاد رکھتا ہوں

میں بھی جان من، برے لوگوں میں رہ چکا ہوں اور بجائے اس کے کہ میں ان سے

ڈرتا ہمیشہ ہی ہوا ہے کہ وہ مجھ سے ڈرا کئے ہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ اگر تمہارے

والد کے قول کے بموجب ان لوگوں نے بے درپے قتل و جرم کئے ہیں اور اگر ہر شخص

ان کے نام جانتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اب تک گرفتار نہیں کئے گئے بولو اس کا

جواب دو“

”جواب یہ کہ کوئی گواہ ان کے خلاف کہنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اگر کرے بھی تو یہ مہینہ بھر میں خاتمہ۔ اس کے علاوہ خود ان کے آدمی بہت سے ہیں جو قسمیں کھا جا رہے ہیں کہ ملزم موقع واردات سے بہت دور تھا۔ لیکن جبکہ تم تو یہ سب کچھ پڑھ چکے ہو گے۔ میں تو سمجھتی تھی کہ ملک میں تو ہر اجبار نے اس کے حالات لکھے ہوں گے۔“

”ہاں میں نے پڑھا تو ہے لیکن اس سب کو تو میں محض قصہ سمجھتا تھا۔ ممکن ہے ان لوگوں کے پاس کوئی معقول عذر ہو یا یہ منطوق ہوں اور بدلہ لینے کی یہ صورت نکالی ہو۔“

”پیارے جیک! تم تو مجھ کو ایسی باتیں نہ سناؤ۔ اس طرح سے تو وہ دوسرا بات کیا کرتا ہے۔“

”وہ! بالکل سچ کیا وہ اسی طرح سے کہا کرتا ہے۔“

”اسی وجہ سے تو میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔ پیارے جیک۔ اب میں تم سے اصل حقیقت بیان کر سکتی ہوں۔ میں دل سے اس سے نفرت کرتی ہوں۔ لیکن میں اس سے ڈرتی بھی ہوں۔ مجھے اپنا بھی خوف ہے۔ لیکن سب سے بڑا خوف تو ابا جان کا ہے میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اگر اپنے دلی خیالات کا اظہار کروں تو میرے ابا جان پر کوئی بلاناازل ہوگی۔ اسی وجہ سے میں نے اس سے نیم وعدے کر کے ٹالا ہے۔ اسی میں ہماری خلاصی تھی۔ لیکن جیک، اگر تم مجھے لے کر نکل چلو تو ہم اپنے ساتھ ابا جان کو بھی لے لیں اور ان بد معاشوں کی دست برد سے محفوظ کسی دور دراز مقام میں اپنی زندگی بسر کریں۔“

میک مردو کے چہرے پر پھر کش کش کے آثار پیدا ہوئے لیکن اسی طرح پھر غم

بھی نمودار ہوا۔

”ایٹی! تمہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے گا اور نہ تمہارے باپ کو۔ جہاں تک

ان بد معاشوں کا تعلق ہے تو ممکن ہے کہ میں بھی ویسا ہی نکلوں۔“

”نہیں جیک، تم کہیں بھی ہو مجھے تم پر بھروسہ ہے۔“

میک مرد و زہر خندانہ ہنسنا۔

”واللہ تم مجھ سے کس قدر لاعلم ہو۔ تمہارے معصوم دل کو یہ خیر تک نہیں کہ مجھ پر

کیا گزر رہی ہے۔ لیکن یہ نو وارد کون ہے؟“

دروازہ کھل گیا اور ایک نوجوان اس انداز سے آنا دکھائی دیا کہ گویا وہ ہی

مالک ہے۔ وہ میک مرد کی ساخت اور عمر کا ایک خوبصورت جوان تھا۔ چوڑے حاشیہ

کالے بندے کی ٹوپی کے نیچے جس کو آٹارنے کی زحمت اس نے گوارا نہ کی تھی، ایک

خوبصورت چہرہ تھا جس میں ایک خم دار ناک اور دو خون خوار اور تیز نظر آنکھیں تھیں

جو آتش دان کے پاس بیٹھے ہوئے ہر دو کو نہایت غضب کے ساتھ دیکھ رہی تھیں۔

”آئیے سر بالڈون، آپ کے آنی خوشی ہوئی آپ توقع سے قبل آگے

آئیے بیٹھے۔“ لڑکی نے کہا۔

بالڈون دونوں ہاتھ کمر ٹیکے میک مرد کو دیکھ رہا تھا۔

”یہ کون ہے؟“ اس نے درشتی سے پوچھا۔

”یہ میرے دوست ہیں۔ یہ ایک نئے مہتمم ہیں۔ مسٹر میک مرد کیا میں آپ کو مسٹر

بالڈون سے ملاؤں۔“

دونوں نوجوانوں نے سر کے اشارے سے ایک دوسرے سے تعارف کیا۔

”ممکن ہے کہ میں آپ نے آپ سے ہمارے تعلقات کا ذکر کر دیا ہو۔“ بالڈون نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم کہ آپ سے کوئی تعلق بھی ہے۔“

”نہیں معلوم۔ تو اب معلوم کر لیجئے۔ میں آپ سے کہے دیتا ہوں کہ یہ دو دشمن

میری ہے اور اس وقت آپ کی تفریح کے لئے بہت عمدہ وقت ہے۔“

”شکر یہ لیکن اس وقت تفریح کے لئے جی نہیں چاہتا“
 ”نہیں چاہتا؟“ اس شخص کی آنکھیں غصہ سے شعلہ ہو گئیں ”تو شاید آپ کا جی
 لڑنے کو چاہتا ہے“

”بے شک“ میک مرڈو اچھل کے کھڑا ہو گیا۔ ”اس سے بڑھ کر دل خوش کن
 اور کیا چاہئے“

”خدا کے واسطے جیک خدا کے لئے ٹھہر جاؤ“ بے چاری گھبرائی ہوئی ایسی
 کہنے لگی ”دیکھو جیک دیکھو تمہیں نقصان پہنچ جائے گا“
 ”ارے جیک کہہ کے خطاب“ بالڈون نے غصہ سے کہا ”ایں۔ نوبت
 بایں جا رسید؟“

”ارے ٹڈ زرا سنو تو۔ زرا رحم سے کام لو۔ ٹڈ اگر تم کو مجھ سے زرا بھی محبت ہے
 تو اس وقت فراخ دلی اور عفو سے کام لو“

”ایسی! میرے خیال میں تم ہم کو چھوڑ دو ہم منبٹ لیں گے“ میک مرڈو نے
 جلدی سے کہا ”اور نہیں تو مسٹر بالڈون۔ آئیے سڑک کے اس پار چلیں۔ شام
 بھی اچھی ہے اور وہاں کچھ میدان بھی ہے“

”بغیر اپنے ہاتھ ناپاک کئے ہوئے میں آپ سے سمجھ لوں گا“ اس کے دشمن نے
 جواب دیا۔ ”اس وقت آپ چھٹائیں گے کہ کاشش اس گھر میں قدم نہ رکھا ہوتا“
 ”تو اس سے بڑھ کے کون سا موقع ہوگا“ میک مرڈو نے کہا

”یہ آپ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ میں اپنا موقع خود دیکھ لوں گا۔ زرا اس کو
 تو دیکھئے“ اس نے یکایک آستین چڑھائی۔ اس کے بازو پر ایک عجیب نشان گدا
 ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایک دائرے میں ایک مثلث بنا تھا ”آپ جانتے ہیں اس کے
 کیا معنی ہیں؟“

” نہ میں جانتا ہوں اور نہ مجھے پروا ہے ؟ “
 ” خیر تو اب معلوم ہو جائے گا۔ اس کا وعدہ مجھ سے لیجئے اور پھر عمر کی گھڑیاں
 بھی زیادہ نہیں گزرنے پائیں گی۔ مس ایسی شاید آپ کو اس کے متعلق بتلا سکیں اور
 ایسی تم سے میں یہ کہتا ہوں کہ تم کو دو زانو میرے پاس آنا پڑے گا۔ سنا۔ دو زانو۔ اس
 وقت تبتلاؤں گا کہ تمہاری سزا کیا ہے۔ تم نے یہ بیج بویا ہے تو خدا کی قسم تمہیں اس کا پھل
 بھی ملے گا۔ “

دونوں پر غصے سے نظر ڈالی پھر رخ پلٹا اور ایک لمحہ بعد دروازہ اس کے

پچھے بند ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک میک مردو اور دو شیزہ دونوں خاموش رہے۔ پھر اس نے
 اپنے ہاتھ میک مردو کی گردن میں جمائے کر دیئے اور کہنے لگی
 ” جیک واقعی تم بڑے بہادر ہو۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم کو فرار ہو جانا
 چاہئے اور آج ہی رات کو، اسی رات کو۔ اسی میں تمہاری خیریت ہے۔ وہ تمہاری
 جان لے کے چھوڑے گا۔ میں اس کی آنکھوں سے پہچان گئی۔ تم ہی بتاؤ کہ اس جیسے
 درجن بھر آدمیوں اور نیز میک گنٹی جیسے سالار اور لاج کی کل طاقت کے مقابلے میں
 تم کیا کر سکو گے ؟ “

میک مردو نے اس کے ہاتھ چھڑائے، اس کا بوسہ لیا اور آہستہ سے کرسی پر

بٹھا دیا۔

” لے زرا وہاں بیٹھو۔ میری نسبت نہ پریشان ہو اور نہ کچھ خوف کرو۔ میں خود

احرار ہی ہوں۔ میں نے تمہارے والد سے بھی کہدیا ہے۔ ممکن ہے کہ میں ان سے
 بہتر ہوں اس لئے مجھے کوئی پارسانہ سمجھو۔ ممکن ہے کہ اس قدر معلوم ہونے کے بعد
 تم خود ہی مجھ سے نفرت کرنے لگی ہو۔ “

”تم سے اور نفرت۔ جب تک بدن میں جان ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے سنا ہے اور حکموں میں احرازی بننے میں کوئی قباحت نہیں۔ اس لئے میں تم کو برا کیوں سمجھوں۔ لیکن اگر تم احرازی ہو تو جا کر میک گنٹی سے دوستی کیوں نہیں پیدا کر لیتے جیک جاؤ جلدی جاؤ۔ پہلے تم ہی پھنچو ورنہ وہ کتے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے“

”میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا“ میک مردو نے کہا ”میں ابھی جا کے درست کئے لیتا ہوں۔ تم اپنے والد سے کہنا کہ آج رات تو میں ہیں لیٹوں گا۔ لیکن کل صبح دوسرا مکان تلاش کروں گا“

میک گنٹی کے شراب خانے کا کمرہ حسب معمول بھرا ہوا تھا۔ کیوں کہ جتنے بھی شہر میں اوباش تھے سب کا مچا وادی ہی مقام تھا۔ میک گنٹی ہر دل غریزی تھا کیونکہ وہ زرا خوش مزاج تھا جس کی وجہ سے اس کی اندرونی کیفیتوں پر پردہ پڑا رہتا تھا۔ لیکن علاوہ ہر دل غریزی کے شہر بھر اس سے خائف و ترساں رہتا تھا۔ بلکہ اس وادی میں تیس تیس میل تک اوبہاڑوں کے اس پار تک بھی اس کے نام کا اتنا خوف تھا کہ شراب خانہ بھرا رہتا۔ کیوں کہ ہر شخص اس کی نظر عنایت کا متمنی تھا۔

علاوہ ان پوشیدہ طاقتوں کے جن کو وہ نہایت ہی بے دردی سے استعمال کیا کرتا تھا اس کو ایک خوف اس سے بھی تھا کہ وہ ایک اعلیٰ سپیک انسر بھی تھا یعنی مشیر بلدیہ اور ناظم شاہراہ۔ اس عہدے پر وہ ان ہی بد معاشوں کے بل بوتے پر پہنچا تھا جو اس سے رعایت اور عنایت کے متمنی رہا کرتے تھے۔ محاصل جنگی وغیرہ نہایت ہی زیادہ تھے، امور عامہ کس مہر سی کی حالت میں تھے اور محاسبوں کو رشوت دے دے کے حسابات میں تصرفات کئے جاتے تھے۔ اور ہر شریف آدمی کو ڈرا دھمکا کر چوٹ وصول کیا جاتا اور مزید عذاب سے بچنے کے لئے اس کو زبان بند کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سال بہ سال میک گنٹی کے ہیرے کے ٹن بڑھتے جاتے

تھے، اس کی سونے کی زنجیر بھاری ہوتی جاتی تھی اور پھر بدن نے بھی پھیننے کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ اور اب شراب خانہ بڑھتے بڑھتے قریب تھا کہ سڑک کے اس سرے سے اُس سرے تک وسیع ہو جائے۔

میک مردو شراب خانے کا دروازہ کھول اندر آدمیوں میں جا ملا۔ وہاں مٹا کو اور شراب ہی شراب کی بو آتی تھی۔ روشنی بہت کافی تھی اور دیواروں پر جو بڑے بڑے مٹا آئینے لگے تھے ان کی وجہ سے اور بھی چمک دمک بڑھ گئی تھی۔ بہت سے پیش دست ساتی قمیص پہنے کٹھرے کے اندر اپنے کام میں مصروف تھے اور جام بھر کر مے نوشوں کو دے رہے تھے۔ کٹھرے کے دوسرے کنارے پر کٹھرے کا سہارے اور مٹھ میں ایک طرف سگار دباٹے ایک طویل القامت، قوی الجثہ اور نجیم شمیم شخص کھڑا جو سوائے مشہور و معروف میک گنٹی کے دوسرا نہ ہو سکتا تھا۔ آدمی کیا تھا دیو تھا۔ داڑھی ٹھوری تک تھی اور سیاہ سیاہ بال کا ذمے تک لٹکتے تھے۔ اس کا رنگ بہت گندمی تھا۔ آنکھیں بالکل سیاہ تھیں اور وہ کسی قدر احوں بھی تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ اور بھی مہیب ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی اس میں تھا یعنی تناسب اعضاء خوش وضعی اور بے تکلفی، یہ سب اس کی خوش مزاجی کے موافق تھیں۔ صورت دیکھ کر ہر شخص یہی کہتا کہ اگر یہ اس کا ظاہر کسی قدر درست ہے تاہم باطن اچھا ہوگا۔ لیکن جب وہ خوف ناک سیاہ اندر گھسی ہوئی آنکھیں، جن میں رحم نام کو بھی نہ تھا، کسی آدمی پر جم جاتیں تو اس کا خون خشک ہو جاتا اور اس کو محسوس ہوتا کہ وہ شریح مجسم کے سامنے ہے جس کو جرأت اور چالاکی نے اور بھی المصاعف کر دیا تھا۔ اس شخص کو ایک نظر بھر دیکھ لینے کے بعد میک مردو لوگوں کو ہٹاتا بچاتا آگے بڑھا اور وہاں پہنچ گیا۔ جہاں چند گرگے اپنے سالار کو حلقے میں لٹے ہوئے اس کی درباری کر رہے تھے اور اس کے ذرا ذرا سے مذاق پر تمقہ مار کر ہنس رہے تھے۔ اس نوجوان کی آنکھیں ان سیاہ

اور خوف ناک آنکھوں کا جواب اس پر گڑھی ہوئی تھیں۔ نہایت بے خونی سے مہتابہ کر رہی تھیں۔

”ارے میاں جو ان! مجھے تمہاری صورت یاد نہیں پڑتی“

”مسٹر میک گنٹی! میں نو وارد ہوں“

”ایسے نو وارد تو نہیں ہو کہ کسی شریف آدمی کا نام بھی نہ لے سکو“

”ارے میاں۔ آپ کونسلر میک گنٹی ہیں؟“ کسی نے مجمع میں سے کہا۔

”کونسلر صاحب! معاف کیجئے گا۔ مجھے یہاں کے قواعد معلوم نہ تھے۔ لیکن

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مجھ سے کہا گیا تھا“

”تو تم حاضر تو ہو گئے۔ لو میں موجود ہوں۔ تباؤ مچلو کیسا سمجھتے ہو؟“

”ابھی تو قبل از وقت ہے۔ لیکن اگر آپ کا دل بھی ایسا ہی بڑا ہے جیسا کہ آپ کا

جسم اور آپ کا ضمیر بھی ایسا ہی روشن ہے جیسا آپ کا چہرہ تو میں اس سے زیادہ کا

طلب گار نہیں“

”ایں۔ یہ تو اٹرنسٹانی زبان تمہارے دہن میں ہے۔“ سالار نے کہا۔ وہ اس

نش و پنج میں تھا کہ آیا اس نو وارد کی ہاں میں ہاں ملائے یا اپنے رتبہ کا لحاظ رکھے۔

”تو بالآخر تم میری نظروں میں بیچ گئے“

”بے شک“

”اور تم سے میرے پاس آنے کے لئے کہا گیا تھا“

”جی ہاں“

”کس نے کہا؟“

”ورمیا لاج ۳۲۱ کے برادر اسکین لین نے۔ جناب کونسلر میں آپ کا اور

بیز اس ملاقات کا جام صحت پیتا ہوں“

اس کے سامنے جو جام رکھا گیا تھا اس کو اس نے اٹھایا اور لبوں تک لے جا کر پیتے وقت چھنگلیا اور اٹھا دی۔

میک گنٹی جو اس کو نہایت ہی غور سے دیکھ رہا تھا فوراً چونکا ہوا اور کہنے لگا۔
”یہ معاملہ ہے۔ تو مجھ کو زرا غور سے کام لینا پڑے گا۔ مسٹر —
میک مردو“

”زرا غور سے مسٹر میک مردو۔ کیوں کہ ان اطراف میں ہم محض زبان پر اعتبار نہیں کرتے اور جو کچھ سنتے ہیں اس سب پر یقین کرتے ہیں۔ آؤ زرا ادھر کھڑے کے پیچھے آؤ“

پیچھے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں خم رکھے ہوئے تھے۔ میک گنٹی نے احتیاط سے کمرہ بند کیا اور پھر ایک خم پر بیٹھ کے، اپنا ساگر کرنے لگا اور اپنے ساتھی کو نہایت ہی غور سے دیکھنے لگا۔ کوئی دو منٹ تک بالکل خاموش بیٹھا رہا۔
میک مردو اس امتحان میں پورا اُترتا۔ ایک ہاتھ کوٹا کی جبب میں ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے مویچھوں پر تاؤ دے رہا تھا۔ کہ اتنے میں میک گنٹی نے جھک کے ایک مہیب سا پیچہ نکالا۔ کہنے لگا:

”دیکھو میاں! اگر میں سمجھا کہ تم میرے ساتھ دعا سے کام لے رہے ہو تو فوراً“

تمہارا کام تمام کر دیتا“

”یہ تو عجیب استنبال ہے“ میک مردو نے زرا متانت سے کہا ”جو احرار کے

ایک سالار کی طرف سے ایک اجنبی برادر کے ساتھ عمل میں آیا“

”لیکن یہی تو تمہیں ثابت کرنا ہے اور خدا ہی تمہارا حافظ اگر تم پورے نہ اُترے

تم کہاں داخل ہوئے تھے“

”لاج ۲۹ شکاگو میں“

”و کب؟“

”جون ۲۲ ۱۸۶۲ء“

”سالار کا نام“

”جہیس ایچ اسکاٹ“

”تمہارا افسر ضلع کون؟“

”بارتھولوسن“

”ہوں۔ تم نے جواب تو خوب دیتے۔ یہاں کیا کرتے ہو؟“

”جو آپ کا کام وہی میرا کام لیکن ایک درجہ گھٹ کے“

”بڑے حاضر جواب معلوم ہوتے ہو؟“

”ہاں زود کلام تو میں ہمیشہ سے ہوں“

”زود کلام بھی ہو؟“

”میرے ہم نشین تو مجھ کو ایسا ہی سمجھتے تھے“

”تو تم کو تمہاری آزمائش کا موقع غالباً جلد ملے گا۔ ان اطراف میں لالچ کی

نسبت بھی کچھ سنا“

”میں نے سنا ہے کہ اوہر لوگوں کو برادر بناتے ہیں“

”تمہارے لئے تو صحیح ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے شرکا کو کیوں چھوڑا؟“

”دو بتادوں تو پھانسی پاؤں“

”میک گنٹی نے آنکھیں پھیلا دیں۔ وہ اس طرح کے جواب سننے کا عادی

نہ تھا۔ اس لئے اسے زرا عطف آیا۔“

”آخر مجھے کیوں نہیں بتاتے؟“

”اس لئے کہ ایک برادر دوسرے سے جھوٹ نہیں بولتا“

”تو حقیقت ناگفتہ بہ ہے“

”آپ ایسا ہی سمجھ لیجئے“

”سنو میاں۔ تم مجھ سے یہ اُمید نہیں کر سکتے کہ بحیثیت سالار کے میں لالچ میں ایسے شخص کو داخل ہونے دوں گا جس کے ماضی سے میں بالکل بے خبر ہوں“

میک مردو زرا پریشان سا ہوا۔ پھر اس نے اپنی جیب سے ایک بوسیدہ جبار کا پرزہ نکالا۔ کہنے لگا:

”آپ مجھری تو نہیں کر دیں گے“

”اب کے اگر ایسے الفاظ کہے تو ایک تھپڑ رسید کروں گا“ میک گنٹی نے رما کے کہا۔

”ٹھیک کہا آپ نے“ میک مردو نے کہا ”معذرت قبول کیجئے۔ میں نے اسوچے کہہ دیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے ہاتھوں میں میں بالکل محفوظ ہوں میں پرزہ کو بلا خطہ کیجئے“

میک گنٹی نے دیکھا تو اس میں ۱۸۶۴ء کے نوروزی ہفتہ میں شرکا گو کی مارکٹ ٹریڈ کے مکان ’لیک سیلون‘ میں جو ناس پنٹو نامی ایک شخص کے قتل کا واقعہ راج تھا۔

”یہ تم نے کیا؟“ اس نے پرزہ واپس دیتے وقت پوچھا۔

میک مردو نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

”تم نے اُسے کیوں قتل کیا؟“

”میں چچا سام کو ڈال رہا تھا۔ میں مدد دے رہا تھا۔ ممکن ہے کہ میرے ڈال رہنے کے لحاظ سے اُس جیسے نہ ہوں، لیکن صورت میں تو ویسے ہی تھے اور بنانے ہستے۔ یہ شخص ٹپو مجھ کو رواں کرنے میں مدد دیتا تھا۔“

”کیا کرنے میں ہے؟“

”مطلب یہ کہ ڈالروں کو بازار میں ہی چلاتا تھا۔ تب وہ کہتے لگا کہ میں الگ ہوا جاتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ علیحدہ ہو گیا ہو۔ میں نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ میں نے فوراً اس کے گولی مار دی اور ان اطراف میں چلا آیا۔“

”ان ہی اطراف میں کیوں؟“

”اس لئے کہ میں نے سنا تھا کہ ادھر لوگ کچھ سخت گیر نہیں ہیں۔“

میک گنٹی ہنس پڑا۔

”تم پہلے جعلی کے ساز تھے، پھر قاتل بنے اور پھر یہاں چلے آئے یہ سمجھ کے کہ یہاں آؤ بھگت ہوگی؟“

”جی ہاں۔ کچھ یوں ہی سمجھئے۔“

”میری دانست میں تم بہت عروج پاؤ گے۔ اچھا کہ وہ ڈالر اب بھی بنا سکتے ہو؟“

میک مرڈونے کوئی نصف درجن ڈالر اپنی جیب سے نکالے۔

”یہ لیجئے۔ انہوں نے واشنگٹن کے ڈالر الضرب کی کبھی صورت نہیں دیکھی۔“

”کیا واقعی؟“ میک گنٹی نے اپنے کشادہ ہاتھ میں وہ ڈالر لئے اور دیکھ کر

کہنے لگا۔

”میں تو ان میں کوئی فرق نہیں پاتا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ تم بہت ہی کارآمد رادرن ثابت ہو گے۔ ہم ایسے دو ایک آدمیوں کو اپنے میں شامل کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ لڑو وقت ایسا آ کے پڑتا ہے کہ ہم کو خود ہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے اور جو لوگ ہم کو دبانے چلے آ رہے ہیں اگر ان کا مقابلہ نہ کریں تو وہ تو ہمارا خاتمہ ہی کر دیں۔“

”مجھے امید ہے کہ اس مقابلے میں دوسرے جوانوں کی طرح میں بھی حصہ لوں گا۔“

”تم زرا دلیر معلوم ہوتے ہو۔ جیب میں نے یہ پستول تمہارے اوپر لگایا تو تم

جھکے نہیں۔“

”سندھ میں تھوڑے ہی خطرے میں تھا؟“

”تو پھر کون تھا؟“

”آپ تھے“ میک مرڈون نے ایک بھرا پستول اپنی چورجیب سے نکالا۔ ”میں برابر

آپ کو زد میں لے ہوئے تھا۔ میرا نشانہ بھی آپ کے نشانہ کی طرح تیز ہوتا۔“

میک گنٹی پہلے تو سرخ انگارا ہو گیا اور پھر قہقہہ مار کے زور سے ہنس پڑا کہنے لگا

”واللہ۔ مدتوں سے ایسے مقدس خوف کا سامنا نہیں ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ لاج

کو تم پر فخر و ناز ہوگا۔ ہاں تو تم کیا چاہتے ہو۔ کسی شریف آدمی سے کیا میں پانچ منٹ

تک بھی باتیں نہیں کر سکتا کہ تمہارا در آنا ضرور۔“

ساتی بے چارہ گھبرا گیا۔

”معاف کیجئے میرا کار۔ لیکن مسٹر ڈی بالڈون صاحب آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ

آپ سے اسی وقت ملنا ضرور ہے۔“

اس پیغام کی ضرورت ہی نہ رہی کیوں کہ وہ مہیب چہرہ شخص خود ہی ساتی کے

پچھے موجود تھا۔ اس نے ساتی کو باہر کر کے دروازہ بند کر لیا۔

”اچھا“ میک مرڈون پر نگاہ قہر کی ڈال کے اس نے کہا ”تو آپ یہاں مجھ سے

پہلے آئیے۔ جناب کونسلر صاحب مجھے ان بزرگ کی نسبت آپ سے کچھ کہنا ہے۔“

”تو اسی وقت اور میں میرے سامنے کہو۔“ میک مرڈون نے کہا

”اپنا موقع دیکھ کے جس طرح جی میں آئے گا کہوں گا۔“

”اوٹھ۔ اوٹھ۔“ میک گنٹی خم ہر سے اتر پڑا۔ ”اس سے کام نہیں چلے گا۔

بالڈون یہ ہمارے نئے برادر ہیں اور اس طرح استقبال کرنا ہمارے لئے مناسب

نہیں۔ لو ہاتھ اٹھاؤ اور درگزر کرو۔“

”کبھی نہیں“ بالڈون نے غصہ میں کہا۔ ”میں نے ان سے لڑنے کا اقرار کیا ہے، اگر ان کی دانست میں میں نے ان کے ساتھ کوئی بُرائی کی ہو“

میک مردو نے کہا۔

”میں لگوں تے لڑنے کے لئے تیار ہوں اور اگر اس پر یہ راضی نہیں ہوتے تو جس طرح کہیں اُس طرح لڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اب جناب کونسلر صاحب میں نے آپ پر چھوڑ دیا۔ آپ بحیثیت سالار جس طرح چاہیں فیصلہ کر دیں“

”تو قصہ کیا ہے؟“

”ایک نوجوان خاتون ہے۔ اس کو اپنی پسند کا اختیار ہے یا نہیں؟“

”اختیار ہے؟“ بالڈون نے چلا کر کہا

”جہاں تک لاج کے دو برادرین کا تعلق ہے میں تو کہوں گا کہ اس کو اختیار حاصل ہے“

”تو یہ آپ کا فیصلہ ہے کیوں جناب؟“

”ہاں یہ میرا فیصلہ ہے اور بالڈون کیا تم کو اس میں کلام ہے؟“ میک گنٹی نے تیوری چڑھا کے کہا۔

”تو آپ ایک ایسے شخص کے مقابلے میں جس کو آپ نے اس سے پہلے نہیں دیکھا ایک شخص کو چھوڑ دیں گے جو پانچ برس سے آپ کا ساتھی ہے؟ لیکن جناب جبک میک گنٹی صاحب آپ عمر بھر کے لئے سالار تو ہیں نہیں اور شتم خدا کی اب کی اگر رائے دینے کی نوبت چھینچی تو۔۔۔“

کونسلر اس پر مثل شیر کے جھپٹ پڑا۔ ہاتھ سے اس کی گردن دہالی اور ایک خم کے اوپر زور سے دے مارا۔ اپنے اس جوش میں وہ اس کی جان ہی لے لیتا اگر میک مردو بیچ میں نہ پڑتا۔

”جانے دیجئے کونسا صاحب خدا کے واسطے جانے دیجئے“

میک گنٹی نے اپنی گرفت چھوڑ دی۔ بالڈون خوف زدہ، لرزاں اور ترساں، ہانپتا ہوا، گویا کہ موت کے پنجے سے چھوٹا ہے۔ اسی خم پر بیٹھ گیا جس پر وہ پھنکا گیا تھا۔ ”ڈی بالڈون! تم مدت سے اس کے خواہاں تھے۔ لو اب تمہاری مراد پوری ہوئی“

میک گنٹی نے چلا کر کہا۔ اس کا چوڑا سینہ تنفس سے ابھرتا بیٹھتا تھا۔ ”مکن ہے کہ تم اس خیال ہو کہ اگر میں سالار نہ رہا تو تم میری جگہ لے لو گے۔ خیر یہ تو لاج کے فیصلہ کرنے کی بات ہے لیکن جب تک میں سردار ہوں اس وقت میرے یا میرے فیصلوں کے خلاف کسی شخص کی آواز نہیں اٹھ سکتی“

”اب آپ سے کوئی شکایت نہیں“ بالڈون نے گردن پر ہاتھ پھیر کے کہا۔

”تو خیر ہم سب پھر دوست ہیں۔ اور لویہ معاملہ ختم“

اس نے الماری سے ایک بوتل شراب اتاری اور ڈاٹ کھولی۔

”لو دیکھو“ تین گلاسوں میں شراب بھرتے وقت اس نے کہا ”آؤ لاج کے اس قضیہ کا جام صحت پیئیں۔ اس کے بعد جیسا تم کو معلوم ہے کوئی خاصیت نہیں رہ سکتی اچھا تو بایاں ہاتھ میری گردن کے غدد پر۔ ڈی بالڈون میں تم سے کہتا ہوں کہ تصور کیا ہے؟“

”ابر علیظ ہے“ بالڈون نے جواب دیا

”لیکن مطلع ہمیشہ حکم دار ہو جائے گا“

”اور میں اس کی قسم کھاتا ہوں“

انہوں نے اب جام پیئے اور پھر بھی سوال و جواب بالڈون اور میک مرڈو

میں ہوئے۔

”لو“ میک گنٹی نے ہاتھ مل کر کہا ”لو اب اس قضیہ کو تہ کر کے رکھو۔ اس سے

آگے بڑھے تو لاج کے قوانین کی زد میں آجاؤ گے۔ اور جیسا کہ برادر بالڈون کو معلوم اور برادر میک مردو تم چاہو گے تو تم کو بھی جلد معلوم ہو جائے گا کہ ان اطراف میں لاج کی گرفت بہت سخت ہے۔“

”میں کیوں چاہتے لگا۔“ میک مردو نے کہا اور اپنا ہاتھ بالڈون کی طرف بڑھایا۔
 ”میں زود رنج ہوں تو زود فراموش بھی ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ میرے گرم آئرش خون کا نتیجہ ہے۔ لیکن اب میں نے سب کچھ درگزر کیا اور مجھے اب کوئی عناد نہیں۔“
 بالڈون کو بھی مجبوراً ہاتھ بڑھانا پڑا کیوں کہ بائس کی خوں خوار آنکھیں ابھی تک اس پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن اس کے اترے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ نے اس پر بہت ہی کم اثر پیدا کیا ہے۔

میک گنٹی نے ان دونوں کو تھکی دی۔ کہنے لگا۔

”اونٹھ۔ ان لڑکیوں کو دیکھو۔ تعجب کہ ایک ہی سایہ میرے دو برادروں کے بیچ میں آجائے۔ یہ شیطان کی کارستانی ہے۔ اس کا فیصلہ ان کے اندر کا دل ہی کر لے گا۔ الحمد للہ کہ سالار کے اختیارات سے یہ باہر ہے۔ بغیر ان عورتوں کے ہی ہمارے اور پرکافی بار ہے۔ برادر میک مردو لاج ۳۴۱ میں شرمک ہونا پڑے گا۔ شکاگو سے ہمارے طور طریقے مختلف ہیں۔ ہفتہ کے روز شب کو ہمارا اجلاس ہے اور تم اس وقت آؤ تو ہم تم کو ہمیشہ کے لئے وادی درسیا کا حرن بادیں گے۔“

تیسرا باب

لاج ۳۴۱ وریسا



جس رات ایسے فتنہ انگیز واقعات رونما ہوئے تھے اس کے دوسرے دن میک مردو نعقوب شیف ٹر کے یہاں سے نقل مکان کر کے بیوہ مکینا مارا کے یہاں آ رہا تھا جو شہر کے بالکل ہی کنارے پر تھا۔ اسکی لین بھی جس سے اول اول ریل میں ملاقات ہوئی تھی، تھوڑے ہی عرصہ بعد بہ مجبوری وریسا میں آگیا تھا اور اس لئے اب یہ دونوں ایک جا رہتے تھے۔ ان کے علاوہ اس سر میں اور کوئی نہ تھا۔ سرائے والی ایک سیڑھی سادھی بڑھی عورت تھی جو ان کے نقل و حرکت میں بہت ہی کم دخل دیتی تھی، اس کی وجہ سے ان دونوں کے کام کاج اور بات چیت میں کوئی روک نہ تھی۔ جسے دو ہمارے ہمیشہ پسند کرتے ہیں۔ شیف ٹرنے اتنی رعایت تو رکھی کہ میک مردو کو کھانا کھانے کے لئے اپنے یہاں آنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس وجہ سے ایسی سے ترک ملاقات کی نوبت نہ آئی۔ بلکہ روز بروز ملاقات بڑھتی گئی اور تعلقات رازدارانہ ہونے لگے اپنی اس نئی قیام گاہ میں اور پھر خاص خواب گاہ میں بٹھکر میک مردو جعلی سکے بنانے کے آلات میں کوئی قباحت نہ سمجھتا تھا۔ اور بہت کچھ اٹھا کی قسمیں دلا دلا کر لاج کے کئی ممبروں کو آکر دیکھنے کی اجازت بھی دیدیتا تھا۔ ہر ممبر جاتے وقت اپنی جیب میں جعلی سکے لے جاتا۔ جو کچھ اس طرح صفائی سے بنائے تھے کہ ان کے چلانے میں مطلق کسی قسم کی دقت یا اندیشہ نہ تھا۔ جب میک مردو کے ہاتھ میں ایسا زبردست ہنر

تھا تو لوگ ہمیشہ تعجب کرتے تھے کہ وہ آخر کسب کیوں کرتا ہے جس کا جواب وہ یہ دیا کرتا تھا کہ اگر بغیر ظاہری کسب معاش کے وہ زندگی بسر کرے گا تو فوراً وہ پولس کے پھندوں میں پھنس جائے گا۔

فی الحقیقت ایک پولس کا جوان اس کی فکر میں تھا، لیکن خوش قسمتی سے اس واقعہ نے میک مرڈو کو بجائے نقصان کے نفع پھینچایا۔ پہلے تعارف کے بعد شاید ہی کوئی شام ایسی ہوتی کہ وہ میک گنٹی کے مے خانے میں نہ جاتا اور وہاں اپنے ٹھہروں سے تعلقات نہ بڑھاتا۔ اسی خطاب سے اس خوف ناک جماعت کے ممبر ایک دوسرے کو یاد کرتے تھے۔ اس کے تھوڑا اور تقریر کی بے باکی نے ان کے دلوں میں اس کی قدر پیدا کر دی تھی۔ اور جس سرعت اور کمال کے ساتھ وہ میخانے میں اپنے حرفیوں کو براہ راست لکھتا تھا اس نے اور بھی ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔ لیکن ایک واقعہ ایسا ہوا جس نے اور بھی اس کی عزت کو دو بالا کر دیا۔

ایک رات جب میخانہ بالکل بھرا ہوا تھا تو دروازہ کھلا اور ایک شخص داخل ہوا جس کے سر پر لوہا کوئلہ، پولس کی نوک دار بوٹی اور بدن پر وردی تھی۔ ریلوے اور کان کن کمپنیوں نے معمولی پولس کی امداد کے لئے یہ پولس علیحدہ مقرر کی تھی اور اس ضلع میں ان تاجداروں نے جو ادھم مچا رکھا تھا اس سے مقامی معمولی پولس بالکل عاجز تھی۔ اس پولس کے انسر کے داخل ہوتے ہی کسی قدر خاموشی ہو گئی اور بہت سی ٹیڑھی ترچھی نظریں اس پر پڑنے لگیں۔ لیکن ان اطراف میں پولس اور مجرموں کے تعلقات بھی عجیب تھے۔ چنانچہ جب انسپکٹر پولس نے کچھ فرمائش کی تو خود میک گنٹی نے بھی جو کھڑے کے پیچھے کھڑا تھا کسی قسم کا اظہار تعجب نہ کیا۔

”اچھی دہسکی دو۔ کیوں کہ رات بہت سرد ہے۔ کونسلر صاحب غالباً آپ سے

پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہے“

”آپ نئے کپتان معلوم ہوتے ہیں؟“ میک گنٹی نے کہا
 ”جی ہاں۔ جناب ہم آپ سے اور آپ جیسے دوسرے لوگوں سے توقع رکھتے
 ہیں کہ اس شہر میں کہ اس امن و امان کے برقرار رکھنے میں آپ کما حقہ ہماری مدد
 فرمائیں گے۔ میرا نام کپتان مارون ہے اور میں لوہا کوئلہ پولس کا افسر ہوں۔“
 ”ہم بغیر جناب کی مدد کے اپنا کام کر سکتے ہیں۔“ میک گنٹی نے سرد مہری سے
 کہا ”کیوں کہ اس شہر میں خود ہماری پولس موجود ہے اور اس لئے باہر سے کسی کے
 بلانے کی ضرورت نہیں۔ آپ لوگ ہیں ہی کیا۔ سوائے اس کے نہیں کہ آپ سرمایہ داروں
 کے ہاتھ میں آ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے ایما پر آپ اپنے عزیز بھائیوں پر
 دھڑے بجاتے ہیں یا گولیاں چلاتے ہیں؟“

”خیر۔ خیر ہم اس پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔“ افسر پولس نے خوش مزاجی سے
 کہا ”مجھے امید ہے کہ ہم سب اپنی دانست میں اپنا فرض کما حقہ انجام دیتے ہیں۔
 فرق صرف یہ ہے کہ ہم سب کی نظر ایک سی نہیں۔“ وہ اپنا گلاس پی کے چلنے والا
 تھا کہ اس کی نظر جب میک مردو کے چہرے پر پڑی جو ناک بھوں چڑھائے اس کے
 پاس کھڑا تھا۔ انسپکٹر نے اس کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور چلا کر کہا ”اے یہاں تو
 ایک پرانے ملاقاتی نکلے۔“

میک مردو اس کے پاس سے ہٹ گیا۔ کہنے لگا۔

”میں عمر بھر تم اور تم جیسے دوسرے لوگوں کا میں کبھی دوست نہ تھا۔“

”ملاقاتی ہمیشہ دوست کب ہوتا ہے۔“ افسر پولس نے دانت پیس کے کہا۔ ”تم
 شکاگو کے جبک میک مردو ہو اور تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔“
 میک مردو نے شانے ہلائے۔ کہنے لگا۔

”میں انکار کب کر رہا ہوں۔ کیا تمہارے خیال میں مجھے اپنے نام سے شرم آتی ہے۔“

”آنا تو چاہیے“

”کیا کہا پھر تو کہنا“ گھونسا تان کے وہ چلا آیا۔

”نہیں۔ نہیں جیک۔ اس شیخی بازی سے کام نہیں چلے گا۔ اس منحوس کو سال
میں آنے سے پہلے میں شکاگو میں بھی افسر رہ چکا ہوں اور شکاگو کے غنڈوں کو تو میں
دیکھ کے پہچان لیتا ہوں“

میک مردو کا چہرہ اتر گیا۔ کہنے لگا

”تو کہیں آپ شکاگو صدر کے مارون تو نہیں ہیں“

”جی ہاں وہی ٹیڈی مارون آپ کا خادم۔ ہم ابھی تک جوئاس پیٹو کے قتل کو نہیں

بھولے ہیں“

”میں نے نہیں قتل کیا“

”نہیں کیا؟ یہ تو کیسی بے لوث شہادت ہے۔ کیوں جناب۔ بہر حال اس کے قتل نے

آپ کو بہت پریشان کیا۔ یا پھر آپ سگہ سازی میں دھرے جاتے خمیر یہ تو گزشتہ
رہا آپ کا ہمارا معاملہ شاید اس کہنے میں اپنے فرائض منصبی سے تجاوز کر رہا ہوں
کہ آپ کے خلاف شہادت کافی نہ ہم پھینچ سکی۔ اس لئے شکاگو آپ کے لئے کھلا ہوا ہے“

”میں جہاں ہوں وہیں اچھا ہوں“

”میں نے آپ کے سامنے یہ صورت پیش کر دی ہے اور اگر میرا احسان نہ مانا تو آپ

بڑے ناشکرے ہونگے“

”خیر آپ کی نیت درست ہے اس لئے آپ کا ممنون ہوں“ میک مردو نے کسی قدر

ترشش روئی سے کہا۔

عہ کو سال = کوئلہ - سال - جگہ (وہ جگہ جہاں کوئلہ کا کام ہوتا ہے جیسے گھنڈ سال جہاں کھانڈ
تیار ہوتی ہے

”جب تک آپ اسی طرح سیدھے سیدھے رہیں گے میرے لب بند ہیں لیکن اگر خرابی نے اس کے بعد کجروی اختیار کی تو پھر قصہ دیگر ست۔ اچھا اب رخصت۔ شب بخیر۔ اور کونسلر صاحب

شب بخیر“

وہ شراب خانہ سے باہر چلا گیا لیکن جاتے ہوئے ایک سو رمانا بنا گیا۔ اس سے پشیم بھی دور دراز شکارگوں میں میک مردو نے جو کارنامے انجام دیئے تھے وہ یہاں مشہور ہو چکے تھے جب اس سے پوچھا جاتا تو ہمیشہ ہنس کر چپ ہو رہتا۔ گویا وہ نہیں چاہتا کہ عزت و عظمت اس کے سر تھوپی جائے۔ لیکن اب تو اس پر سرکاری مہر لگ گئی شراب خانے کے ننگے اب اس کے گرد جمع ہو کر خوب اس سے ہاتھ ملانے لگے۔ اس وقت سے اس جماعت میں وہ بالکل آزاد گردانا جانے لگا۔ جتنی چاہے شراب پی سکتا تھا اور چہرے پر بالکل اثر نہ ظاہر ہونے دیتا۔ لیکن اس رات کو اگر اس کا ساتھی اسکلین لین اس کی رہبری نہ کرتا تو اس خوش باش سو رما کو رات شراب خانہ ہی میں گزارنی پڑتی۔

ایک شنبہ کی شام کو میک مردو کا لاج میں داخلہ عمل میں آیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ چون کہ میں شکارگوں میں داخل ہو ہی چکا ہوں اس لئے یہاں بغیر رسم کے شامل کر لیا جاؤں گا لیکن وریسا کے روایات کسی قدر مختلف تھے جن پر وہاں والوں کو بہت ناز تھا اور بہر امید وار کو یہ ایسے ادا کرنی پڑتی تھیں جلسہ اس بڑے کمرے میں منعقد ہوا جو اس غرض کے لئے اتحاد گھر میں محفوظ تھا۔ اس وقت وریسا کے کوئی ساٹھ اراکین شریک تھے لیکن کسی طرح بھی یہ ان کی بری وقت نہ تھی۔ کیوں کہ اس وادی میں اس کے علاوہ اور بھی لاج تھے اور پہاڑیوں کے اس پار بھی یہی جماعتیں تھیں جو ایک دوسرے سے بوقت اشد ضرورت آدمیوں کا ناولہ کیا کرتی تھیں۔ تاکہ جس مقام پر کسی جرم کا ارتکاب ہو تو مرتکب اس مقام سے بالکل اواقف ہو۔ الغرض اس طرح کی تقریباً پانچ سو جماعتیں سارے خطے پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اجلاس خانے میں ایک بڑی سی میز کے گرد سب لوگ جمع تھے۔ ایک طرف ایک دوسری

میز رکھی تھی جس پر شیشے اور بوتلیں رکھی تھیں جن پر بعض ممبروں کی نگاہیں برابر پڑ رہی تھیں
 میک گنٹی صدر میں بیٹھا۔ اپنے لٹ دار سیاہ بالوں پر وہ ایک چمٹی سیاہ باناٹ کی ٹوپی پہنے
 ہوا تھا اور ایک رنگین ارغوانی سی دھاری اس کی گردن پر معلوم ہوتی تھی جس سے وہ
 ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک مہنت بیٹھا ہوا کسی شیطانی رسم کو ادا کر رہا ہے۔ اس کے
 دائیں بائیں لاج کے افسران اعلیٰ بیٹھے ہوئے تھے جن میں خونخوار لیکن خوب صورت بالڈ
 کا چہرہ بھی تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے سر پر ایک روماں یا تمغہ ساعمدہ کی پہچان کی غرض سے
 بندھا تھا۔ ان میں سے اکثر سن رسیدہ تھے لیکن بقیہ بچے میں تو اٹھارہ سے پچیس برس تک
 کے نوجوان تھے اور یہی جوان بزرگوں کے احکامات کی تعمیل بہت ہی مستعدی اور ہوشیاری
 سے کرتے تھے۔ بعض سن رسیدوں کی وضع قطع سے ظلم پسند اور بے روک طبیعتوں کا پتا
 چلتا تھا۔ لیکن باقی ماندہ افراد پر نظر ڈالنے سے یہ بہ مشکل یقین آسکتا تھا کہ یہ جوشیلے اور
 بھولی صورت والے نوجوان فی الواقع قاتلوں کی ایک خطرناک جماعت تھی جن کے دماغوں
 کی اخلاقی حالت اس قدر ردی ہو گئی تھی کہ قتل اور سفاکی پر ناز کرتے تھے اور اس
 شخص کی بڑی عزت کرتے تھے جو بقول ان کے ”ہاتھ کا صاف“ ہوتا۔ ان کی مسخ شدہ
 طبیعتوں کے لئے یہ ایک نہایت ہی دل چسپ مشغلہ تھا کہ وہ اپنی خدمات کسی ایسے شخص کے
 خلاف پیش کرے جس نے ان کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا اور بسا اوقات جس کو وہ اپنی عمر
 کبھی نہیں دیکھتے تھے۔ جب جرم کا ارتکاب ہو جاتا تو آپس میں یوں جھگڑتے کہ کس نے آخری
 وار کیا اور پھر شخص مقتول کی گریہ و بکا اور حالت زار کا نقشہ کھینچا رہی اور اپنی جماعت
 کے لئے دل بستگی کا سامان کرتے۔ پہلے پہل تو انتظامات کو پوشیدہ رکھتے تھے لیکن جس وقت
 کا یہ ذکر ہے اس وقت تو وہ کھلم کھلا اپنی کارروائیاں عمل میں لاتے۔ کیوں کہ قانون کی بار
 بار کی ناکامیوں سے ان پر یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ایک طرف تو کوئی شخص ان کے خلاف گواہی
 نہ دے گا اور دوسری طرف ان کے اپنے بہت سے ایسے پگے گواہ ہوتے جن پر انھیں

مل اعتبار ہوتا۔ اس کے علاوہ لاج کا بھر پور خزانہ ان کی لپیٹ پر تھا جس کے بل پر وہ بہتر سے بہتر وکیل مقرر کر سکتے تھے۔ دس برس کی طویل مدت میں کوئی بھی سزا یا بے نہ ہوا۔ اور اگر کوئی خطرہ ان دونوں کے لئے باقی تھا تو وہ خود ان کے مقتولین کا وجود رکھنا اور باوجود دھوکے اور تعداد کی زیادتی کے اپنے فالٹوں پر کچھ نہ کچھ نشان ضرور چھوڑ جائے۔ میک مردو کو اس امر سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ اس کے لئے ایک سخت آزمائش ہے۔ بن یہ کوئی نہ بتا تھا کہ وہ آزمائش کس قسم کی ہے۔ دو مہینے برادر اسے ایک بیرونی کمرے میں لے گئے۔ چوبی قفات میں سے اس کو جلسے کی گھاگھمی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ایک دن جب اس کو اپنا نام بھی سنائی دیا۔ جس سے وہ یہ سمجھا کہ اس کے داخلہ پر بحث ہو رہی ہے اس کے بعد اندرونی پرے دار داخل ہوا جس کے سینے پر سبز اور سنہری پٹی تھی۔ وہ کہنے لگا:

”سالار کا حکم ہے کہ یہ مشکیں کس کے، آنکھوں پر پٹی باندھ کے داخل کئے جائیں۔“ تب ان تینوں نے اس کا کوٹ اُتارا اور پھر رستی سے مشکیں کس دیں۔ اس کے بعد ایک موٹی سیاہ ٹوپی اس کے سر پر اور ہادی جس نے آدھا چہرہ ڈھانک دیا۔ جس کی وجہ سے بھی نظر نہ آتا تھا۔ اس کے بعد اس کو اجلاس میں لے گئے۔

اس ٹوپی کی وجہ سے گھٹا ٹوپی اندھیرا تھا اور اس کو تکلیف بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف لوگوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد میک گنٹی کی آواز سنائی دی جو کانوں کے ڈھکے ہونے کی وجہ سے دور کی اور دھیمی معلوم ہوتی تھی۔

آواز بولی۔ ”جان میک مردو! کیا تم قدیم سلسلہ احرار یہ کے ممبر ہو؟“

میک مردو نے سر جھکا کر اقرار کیا

”کیا حجاز لاج نمبر ۲۹ شکار گوبے؟“

س نے پھر گردن سے اقرار کیا
 ”تاریک راتیں ناگوار ہوتی ہیں“ آواز نے کہا
 ”ہاں مسافروں کو سفر میں“ اس نے جواب دیا
 ”ابر غلیظ میں؟“

”ہاں طوفان آنے کو ہے“
 ”کیا برادران کو تسفی ہو گئی؟“ سالار نے پوچھا۔
 خوشنودی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

”برادر، تمہاری علامت اور جوابی علامت سے ہمیں یقین ہو گیا کہ تم ہم میں سے
 لیکن ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس ضلع میں اور ان اطراف کے دیگر اضلاع میں ہماری ذ
 رسمیں اور خاص فرائض ہیں جن کے لئے معتبر آدمی کی ضرورت ہے کیا تم آزمائش کے
 تیار ہو؟“

”جی ہاں“

”کیا تم قوی دل ہو؟“

”جی ہاں“

”ایک قدم بڑھ کے ثابت کرو“

جیسے ہی یہ لفظ نکلے اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے دوسخت ٹوکیں محسوس کیں
 جو کچھ اس طرح دباؤ ڈال رہی تھیں کہ گویا بغیر آنکھوں کو نقصان پہنچائے وہ قدم آگے
 نہ بڑھا سکتا تھا۔ تاہم اس نے ہمت کر کے قدم آگے بڑھایا اور اس کے ساتھ وہ دباؤ بھی
 غائب ہو گیا۔ تحسین و آفرین کی دھیمی آوازیں سنائی دیں۔

”یہ قوی دل ہیں“ آواز نے کہا ”کیا تم تکلیف برداشت کر سکتے ہو؟“

”جی ہاں سب کی طرح میں بھی“

”انھیں آزماؤ“

وہ بہ مشکل تمام اپنے آپ کو چھینے سے باز رکھ سکا۔ کیوں کہ اس کے داہنے بازو پر ایک سخت تکلیف وہ درد محسوس ہوا۔ اس یکایک صدمہ سے وہ قریب قریب بے ہوش ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنی پریشانی چھپانے کے لئے ہونٹ چبانا اور مٹھی باندھنا شروع کر دی۔ کہنے لگا۔

”اس سے بھی زیادہ برداشت کر سکتا ہوں“

اس مرتبہ زور سے نعرہ تحسین بلند ہوا۔ لاج میں اس سے قبل پہلی مرتبہ کسی نے اتنی ہمت نہیں دکھلائی تھی۔ لوگوں نے پیٹھ ٹھونکی اور اس کے سر سے ٹوٹی آٹا رلی گئی وہ اپنے برادروں کے مبارکبادیوں میں آنکھیں ملتا اور ہنستا کھڑا تھا۔

”برادر میک مردو! ایک آخری بات کہنی ہے۔“ میک گنٹی نے کہا ”تم اخفاء اور وفاداری کی قسمیں کھا چکے ہونا اور تم کو معلوم ہے کہ نقص عمد کی سزا قطعی اور فوری موت ہے“

”جی ہاں معلوم ہے“ میک مردو نے کہا۔

”اور تم فی الوقت ہر طرح پر سارا کی حکومت تسلیم کرتے ہو“

”جی ہاں“

”تو من جانب لاج ۳۲۱ ورسیا میں تم کو اس کے اجلاسوں کی شرکت اور دیگر حقوق سے سرفراز کرتا ہوں۔ برادر اسکین لین میز پر شراب رکھ دو تاکہ اپنے لائق برادر کا جام صحت پیئیں“

میک مردو کا کوٹ اب اس کو داپس مل گیا تھا۔ لیکن پینتے سے پہلے اس نے اپنا دایاں بازو دکھا تو وہ ابھی تک درد کر رہا تھا۔ کیا دکھتا ہے کہ اس کے بازو پر ایک نہایت صاف دائرہ گدا ہوا ہے جس کے بیچ میں ایک مثلث ہے۔ یہ دائرہ گہرا اور سرخ

تھا۔ اس کے پاس کے دو ایک لوگوں نے اپنی اپنی آستینیں چڑھائیں اور لاج کا نشان دکھلایا۔ ان میں سے ایک کہنے لگا:

”ہم سب اس مرحلہ سے گزر چکے ہیں لیکن ایسی دلیری سے نہیں جیسی تم نے دکھائی۔“
”اوٹھ یہ تو کچھ بھبی نہ تھا“ اس نے جواب دیا۔

اگرچہ اس کی وجہ سے سوزش اور درد بہت زیادہ تھا۔

جب داخلہ کی رسوم کے بعد ساغزوں کا دور ختم ہو چکا تو لاج کا کام ہاتھ میں لیا گیا۔ میک مردوں نے شکاگو میں صرف انھیں رسوم کو دیکھا تھا اس لئے وہ کان کھول کر سننے لگا جو کچھ ہوا اس پر اسے تعجب ہوا۔ لیکن اس کا اظہار اس نے نہ ہونے دیا۔
میک گنتی نے کہا۔

”پہلا کام آج کی یادداشت میں یہ ہے کہ ضلع مرٹن کے لاج ۱۹۲۹ء کے افسر ونڈل کا خط پڑھ کے سنایا جائے۔ انھوں نے لکھا ہے:

”جناب عالی۔ اس نواح کی کوئلہ کمپنی رے اور اسٹرنش کے اینڈرورے کے ساتھ آج معاملہ ہونے والا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ آپ کا لاج ہمارا زیر بار ہے کیوں کہ گزشتہ ماہ میں ہرے کے معاملہ میں ہم دو برادروں کو بھیج چکے ہیں۔ آپ اگر دو اچھے برادروں کو روانہ کریں تو اس لاج کے خزانہ دار گلنسن جن کا پتا آپ کو معلوم ہے، ان کو اپنی نگرانی میں لے لیں گے۔ وہ ان کو معاملہ کا وقت اور مقام بتلا دیں گے۔“

آپ کا شریک خیریت

ونڈل افسر ضلع سلسلہ احراریہ قدیمہ

جب کبھی ہم نے ایک یا دو آدمیوں کو مانگا ہے تو ونڈل نے کبھی انکار نہیں کیا

اور اب ہمارا انکار کسی طرح مناسب نہیں

میک گنتی خاموش ہو گیا اور اپنی تیز آنکھوں سے جلسہ پر ایک نظر ڈالی۔

”اس کام کے لئے کون آگے آتا ہے؟“

کئی نوجوانوں نے اپنے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ سالار نے ان پر ایک نگاہ پسندیدگی

ڈالی۔

”دشیر کرناک، تم بہت موزوں ہو۔ اگر پچھلی بار جیسا اس مرتبہ بھی معاملہ کرو تو

تمہارے لئے بہت اچھا ہو اور ولسن تم“

ولسن جو ایک بالکل نوجوان تھا کہنے لگا:

”میرے پاس سپتول نہیں ہے“

”یہ تمہارا پہلا سابقہ ہے۔ کیوں ہے نا؟ آخر تمہیں بھی اس میں سمجھانا مقصود

تھا۔ تمہارے لئے تو یہ بڑا کارنامہ ہوگا۔ رہی سپتول تو اگر میں غلطی نہیں کرتا تو وہ تمہارا

منتظر ہے۔ اگر دو شبہ کے دن تم اپنی اطلاع کرو تو کافی وقت ملے گا اور واپسی پر

تمہارا خوب خیر مقدم کیا جائے گا“

”اس مرتبہ کوئی انعام“ کرناک نے پوچھا جو ایک دہرے بدن، گندم رنگ

اور خوف ناک چہرے والا نوجوان تھا جس کی سفاکی نے اس کو شیر کا نام دلا دیا تھا

”انعام کا خیال مت کرو۔ محض کام پر نظر رکھو۔ ممکن ہے کہ انجام پر چند سیکے تم کو

مل جائیں“

”اس شخص نے کیا کیا ہے“ ولسن نے پوچھا

”تم جیسیوں کے لئے یہ پوچھنا زیبا نہیں کہ اس شخص نے کیا کیا۔ وہاں اس پر فیصلہ

ہو چکا۔ ہم کو اس سے کیا غرض۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان کی درخواست پوری کر دیں

جیسے وہ ہماری درخواست پوری کر دیا کرتے ہیں۔ ہاں یاد آئی کہ اگلے ہفتے میں مرٹن

لایج سے دو برادر اس نواح میں کاروبار کے لئے آ رہے ہیں“

”وہ کون کون ہیں“ کسی نے پوچھا۔

”نہ پوچھنا ہی بہتر ہے۔ اگر تم نہ جانو گے تو تصدیق بھی نہ کر سکو گے اور پھر کوئی قصہ بھی نہ پیدا ہوگا۔ لیکن وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کسی کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو نہایت صفائی سے کرتے ہیں۔“

”اور وقت بھئی آ گیا ہے“ بالڈون نے زور سے کہا ”یہاں کے لوگ کچھ بے قابو ہوئے جاتے ہیں۔ پچھلے ہی ہفتہ بلے کرنے ہمارے تین آدمیوں کو نکال دیا۔ اس کا یہ قرضہ مدت سے چلا آتا ہے اور اب اس کو پورا پورا ملے گا۔“

”کیا ملے گا؟“ میک مردو نے اپنے پاس والے شخص سے پوچھا
 ”ایک چرند مار کارتوس کا نوک دار سرا“ اس شخص نے زور سے ہنسر جواب دیا
 ”کھو بھائی ہمارے طور طریقوں کو تم نے کیسا پسند کیا؟“
 ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میک مردو کی روح نے پہلے ہی سے اس مردم آزار جماعت کی خباثت کا اثر پورے طور سے لے لیا تھا۔ کہنے لگا۔

”میں نے خوب پسند کیا منگ بھرے دل کے لئے یہ بہت ہی مناسب جگہ ہے“
 اس کے چاروں طرف بیٹھنے والوں میں سے کئی ایک نے یہ الفاظ سنے اور آفریں کی
 ”کیا ہے؟“ میز کے اس پار سے سیاہ مو سالار نے پوچھا۔

”یہ ہمارے نئے بھائی ہیں جناب جنہیں ہمارے طریقے اچھے معلوم ہوتے ہیں“
 میک مردو ایک لمحہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔

”جہالت مآب سالار، عرض ہے کہ لاج کی مدد کے لئے کسی شخص کی ضرورت ہو تو
 بندہ حاضر ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف“

اس پر بہت کچھ تحسین و آفرین ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ افق پر ایک نیا سورج
 طلوع ہو رہا ہے۔ بعض سن رسیدوں کو یہ ترقی گریز یا معلوم ہوئی۔

”میں تحریک کرتا ہوں“ ہے رے رے نامی معتمد نے کہا جو ایک دراز ریش اور
 جہاں دیدہ شخص تھا اور صدر کے قریب بیٹھا تھا۔ ”برادر میک مردو کو اس وقت تک
 انتظار کرنا چاہیے۔ جب تک کہ خود لاج کی مرضی ان کی خدمت حاصل کرنے کی نہ ہوں۔“
 ”بے شک میرا بھی یہی مطلب تھا، میں کلینہ آپ کے مقصد میں ہوں“ میک مردو
 نے کہا۔

”برادر! تمہارا بھی وقت آئے گا“ صدر نشین نے کہا ”تمہارا ہم نے نام
 درج کر لیا اور ہمیں امید ہے کہ تم ان اطراف میں اچھا کام کر سکو گے۔ آج رات کو ایک
 چھوٹا سا معاملہ ہے جی چاہے تو تم تحریک ہو سکتے ہو۔“
 ”میں انتظار کروں گا تا آن کہ کسی قابل قدر کام کا موقع آئے۔“
 ”بہر حال آج رات تم شامل ہو سکتے ہو۔ اس سے تم کو تپا لگ جائے گا کہ اس فوج
 میں ہماری کیا حیثیت ہے۔ اعلان میں بعد میں کروں گا۔ فی الحال (ایجنڈا دیکھ کر)
 ایک دو امور جلسے کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے میں خزانہ دار سے پوچھوں گا
 کہ ہماری مالی حالت کیسی ہے۔ جم کر نادہی کی بیوہ کا وظیفہ دینا ہے۔ وہ بیچارہ لاج
 کا کام کرتے مارا گیا تھا اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی بیوہ کی خبر لیں۔“
 ”جم پھلے مہینے مارا گیا تھا۔ جب کہ مارنے کر تک چسٹرول کا کس کے مارنے کی کوشش
 کی گئی تھی“ میک مردو کے پاس والے نے تشریح کی۔

”مالی حالت اس وقت بہت اچھی ہے“ خزانہ دار نے کہا جس کے سامنے بنک
 کی کتاب رکھی تھی۔ ”کمپنیوں نے اس طرف فیاضی سے کام لیا ہے۔ میکس لنڈر کمپنی نے
 پانسواوا کئے تاکہ ان کو چھڑانہ جائے۔ واکر برادران نے سو بیٹھے لیکن میں خود اس کو
 لے کر گیا۔ اور واپس کر کے پانچ سو طلب کئے۔ اگر بدھ تک جواب نہ ملا تو ان کے
 پیٹے ناکارہ ہو جائیں گے۔ سال گزشتہ ان کے مکانات کو آگ لگانا پڑی تھی جب

کہیں وہ قائل ہوئے۔ علاوہ ازیں مغربی کونٹہ کمپنی نے اپنی سالانہ رقم ادا کر دی ہے اس لئے ہماری مالی حالت بہت اچھی ہے اور ہم ہر مطالبہ پورا کر سکتے ہیں۔“

”آرچی سون ڈن کا کیا حشر ہوا“ ایک نے پوچھا

”وہ سب کچھ فروخت کر کے اس ضلع سے چلا گیا۔ کم نخت ہم لوگوں کے لئے ایک رقعہ

چھوڑا گیا کہ نیویارک میں بھنگی بن کر رہنا اس کو پسند ہے لیکن ایسے باطل خوروں کے دباؤ میں رہ کر کسی کان کا مالک بننا پسند نہیں۔ غنیمت ہو کہ رقعہ پھینچنے سے پہلے وہ فرار ہو چکا تھا اور اب غالباً ان اطراف میں مٹنہ دکھانے کی ہمت اس کو نہ ہوگی۔“

صدر نشین کی مقابل میز کے اس پار سے ایک سن رسیدہ اور نیک مزاج شخص

اٹھا۔ اور پوچھنے لگا۔

”جناب خزانہ دار صاحب! کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ جس شخص کو ہم نے

یہاں سے بھگا دیا ہے اس کی املاک کس نے خریدیں۔“

”ہاں برادر مارس وہ املاک مرٹن ریلوے کمپنی نے خریدیں۔“

”اور ٹاڈمان اور آئی کی املاک جو اسی طرح سال گزشتہ بازار میں آئی تھیں کس نے

خریدیں؟“

”برادر مارس! اسی کمپنی نے۔“

”اور مین سن، شوہان، فان ڈاہر اور ایٹ وڈ کے لوہے کے کارخانے جو

حال ہی میں چھوڑے گئے تھے کس نے خریدے؟“

”ان سب کو مغربی گل مرٹن کمپنی نے خریدا۔“

”برادر مارس! میری سمجھ میں نہیں آتا“ صدر نشین نے کہا ”کہ ہمیں اس سے

کیا بحث کہ ان کو کون خریدا ہے۔ ضلع سے باہر تو یہ چیزیں جا نہیں سکتیں۔“

”جلالت تاب سالار، گستاخی معاف۔ میری حقیر رائے میں ہمیں اس سے بحث

ہے۔ یہ عمل دس برس کی طویل مدت سے برابر جاری ہے۔ ہم رفتہ رفتہ چھوٹے آدمیوں کو نکالتے جا رہے ہیں تو نتیجہ کیا ہوا؟ ان کی جگہ اب بڑی بڑی کمپنیاں مثل لوہا کمپنی اور ریلوڈ کمپنی قائم ہیں جن کے ڈائریکٹر نیویارک یا فلے ڈلفیا میں رہتے ہیں اور ہماری دھمکیوں کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ ہم ان کے نمائندوں سے تو بھگت سکتے ہیں لیکن پھر ان کی جگہ دوسرے آجاتے ہیں اور ہم اب اپنے لئے بھی خرابی پیدا کر رہے ہیں چھوٹے چھوٹے آدمی ہم کو نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ نہ ان کے پاس روپیہ تھا اور نہ طاقت جب ہم ان کو ایک معقول حد تک دباؤ میں لائے۔ لیکن اگر ان بڑی کمپنیوں کو یہ محسوس ہوا کہ ہم ان کے اور ان کے منافع کے درمیان حائل ہیں تو وہ کوئی دقیقہ یا کوئی تدبیر ہمارے پامال کرنے کی اور ہمارے اوپر مقدمہ چلانے کی نہ اٹھا رکھیں گے۔ ان منحوس الفاظ کو سن کر ایک سناٹا سا چھا گیا اور ہر چہرہ متفکر اور پریشان نظر آنے لگا۔ ان کی قوت اور طاقت اس قدر زبردست اور ان کی کارروائیاں اس قدر بے روک ہو گئیں تھیں کہ ان کے ذہن سے گویا یہ بات خارج ہو گئی تھی کہ وہ بھی قابل مواخذہ ہیں۔ اس پر بھی محض اس خیال سے بہت سے من چلوں کے دل بیٹھ گئے۔

”یہ میری رائے ہے“ مقرر نے یہ سلسلہ سابق کہا ”کہ ہم کو چھوٹے آدمیوں پر ذرا ہلکا ہاتھ رکھنا چاہیے۔ جس روز یہ لوگ سب کے سب نکل جائیں گے اسی روز اس جماعت کی طاقت ٹوٹ جائے گی“

الحق مگر مشہور ہے۔ چنانچہ جس وقت مقرر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تو غصے کی آوازیں آنے لگیں۔ میک گنٹی بھی ابرو کشیدہ اٹھا اور کہنے لگا۔

”برادر مائیس! تم ہمیشہ کے کل جیسے مشہور ہو۔ جب تک اس لاج کے جملہ ممبر ایک دوسرے کے ساتھ ہیں ممالک متحدہ کی کوئی طاقت ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی

کیا ہم اس کا تجربہ عدالتوں میں نہیں کر چکے ہیں؟ میری رائے میں تو بڑی کمپنیاں مقابلہ کی بجائے چھوٹی کمپنیوں کی طرح رقم دنیا پسند کرنگی۔ یہاں میک گنٹی نے اپنی سیاہ مٹھی ٹوٹی اور اپنا ببادہ اُتارا۔ آج کا کام تو لاج نے ختم کر لیا۔ صرف ایک بات رہ گئی ہے جس کا تذکرہ جلسہ برخواست ہونے سے پہلے ہونا چاہیے یعنی اب وقت آ گیا ہے کہ برادرانہ تفریح کی جائے اور اس سے لطف اندوز ہو جائے۔“

واقعی فطرت انسانی بھی عجیب ہے۔ یہاں ایسے لوگ جمع تھے جن کے لئے قتل ایک معمولی سی بات تھی۔ انہوں نے بارہا کسی خاندان کے باپ کو قتل کیا تھا جس کے ساتھ ان کو کوئی ذاتی کدورت نہ تھی اور جس کی بیوی اور بے یار بچوں کے لئے ان کے دلوں میں رحم کا شاہدہ تک بھی نہ گزرتا تھا تاہم نعمتہ درو سے وہ متاثر ہوئے اور کبھی کبھی شک بار بھی ہو جاتے تھے۔

میک مرڈو کی آواز بہت سرلی تھی اور اگر اس سے پیشتر لاج کی تحسین کا مستحق نہ رہا جب کہ اس نے چند غزلیں سنائیں تو وہ ہر طرح سے مستحق ہو گیا تھا۔ پہلی ہی رات اس نے رنگروٹا نے تمام ممبروں میں اپنی شہرت حاصل کر لی تھی گویا ترقی اور علی عمدوں کے لئے یہی شخص نافذ ہو گیا۔ لیکن ایک اچھے حربے کے لئے خوش جلسہ ہونے کے علاوہ دیگر اوصاف کی بھی ضرورت تھی اور جلسہ ختم ہونے سے پہلے ان اوصاف کی نوعیت کا بھی پتہ چل گیا۔ دھسکی کے کسی دور چل چکے تھے اور ہر شخص نشہ میں چور اور آمادہ بہ فتور تھا۔ اس وقت سالار اٹھا اور اس طرح تقریر شروع کی :-

”جو انو! اس شہر میں صرف ایک شخص ہے جس کے خبر لینے کی ضرورت ہے اور یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی خبر لو۔ میں اس وقت ہیرالڈ کے مدیر جمیں اس میں خبر کا ذکر کر رہا ہوں تم کو معلوم ہے کہ ہمارے خلاف اس نے کیا دریدہ دسی کی ہے“ اس کی تائید میں آوازیں اٹھیں اور بہتوں نے قسمیں بھی کھائیں۔ میک گنٹی نے

نے اپنی جیب سے ایک پرزہ کاغذ نکالا۔

”امن و قانون“ اُس نے یہ سرخی قرار دی ہے ’کوئلے اور لوہے کے ضلع میں دورِ دہشت‘ بارہ برس ہوئے کئی قتل ہوئے تھے جس سے ہمارے درمیان ایک ایک خفیہ انجمن کے وجود کا پتا چلا تھا۔ اس دن سے یہ وارداتیں برابر بڑھتی رہیں یہاں تک کہ آج اس حد کو پہنچ گئی ہیں کہ مذہب دنیا ہم کو نشانہ ملامت بناتی ہے۔ کیا اسی مقصد کے لئے ہمارا ملک اپنے دامن میں ان اجنبیوں کو پناہ دیتا ہے جو یورپ کی استبداد سے بھاگ کر یہاں آتے ہیں۔ کیا یہ اس لئے ہے کہ یہ اجنبی خود اپنے پناہ دینے والوں کے حق میں ظالم بن جائیں اور کیا یہ اس لئے ہے کہ اس متبرک لوہے کے حریت کے سایہ میں ایک دور بدامنی اور فلاکت قائم ہو جائے جس کو اگر ہم مشرق کی کمزور ترین حکمران کے عہد میں پڑھیں تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ آدمی معلوم ہیں۔ انجمن مشخص اور پبلک ہیں۔ کب تک ہم اس کو برداشت کریں۔ کیا ہم رہ سکتے ہیں.....“ میں نے اس خرافات سے بہت کچھ سنا دیا۔“ صدر نے کاغذ منیر پر پھینک کر کہا ”یہ ہے اس کی رائے ہماری نسبت۔ میں تم سے اب پوچھتا ہوں کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے؟“

”قتل کر دینا چاہیے“ دس بارہ خونخواروں نے کہا

”مجھے اس سے اختلاف ہے“ برادر مار اس نے کہا ”میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ہاتھ اس وادی میں بہت بھاری ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام لوگ اپنی اپنی حفاظت میں ہماری تباہی کے لئے متحد ہو جائیں گے۔ جیسے اس میں جبر ایک سن رسیدہ شخص ہے۔ شہر اور ضلع میں اس کی وقعت اور عزت ہے۔ اس کا اخبار وادی بھر میں پسند کیا جاتا ہے۔ اب اگر یہ شخص مارا گیا تو ضلع بھر میں بلبل پیدا ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ ہماری بربادی ہوگا“

”جناب پس قدم۔ ہم کو کس طرح برباد کر سکیں گے“ میک گنٹی نے زور سے کہا

”کیا پولس کے ذریعے سے؟ اونھ۔ آدھے ہم سے تنخواہ پاتے ہیں اور آدھے ہم سے ڈرتے ہیں۔ یا عدالتوں اور ججوں کے ذریعے سے؟ تو کیا اس سے پیشتر ہم نے اس کا تجربہ نہیں کیا اور نتیجہ کیا نکلا؟“

”ابھی جج لنش باقی ہیں شاید مقدمہ ان کے پاس پیش ہو“ برادر ماس نے کہا اس تجویز پر غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی

”انگلی اٹھانے کی دیر ہے“ میک گنٹی نے کہا ”اور میں شہر میں دو سو آدمی لاسکتا ہوں جو اس سرے سے اس سرے تک سب صاف کر دیں گے“ پھر دفعۃً اپنی آواز بلند کر کے اور ناک بھوں چڑھا کر کہنے لگا ”سنو برادر ماس! مدت سے میری نگاہ تم پر ہے۔ خود تم میں مہمت نہیں اور دوسروں کی مہمت پست کرنا چاہتے ہو برادر ماس تمہارے لئے وہ دن بہت بُرا ہوگا۔ جب کہ خود تمہارا نام ایجنڈا میں پیش ہو۔ اور میرے لئے وہی جگہ اس کے لئے زیادہ مناسب نظر آتی ہے“

سننے ہی ماس کا زنگ فٹ ہو گیا اور جس وقت کرسی پر بیٹھا تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ٹانگیں جو اب دے چکی ہیں۔ اپنے لرزتے ہاتھوں سے اس نے جام شراب اٹھا لیا اور جواب دینے سے پہلے پی گیا۔

”اگر میں نے ضرورت سے زائد کوئی بے جا الفاظ کہے تو میں جلالت مآب سالار آپ سے اور ہر برادر سے خواستگار معافی ہوں۔ میں ایک وفادار ممبر ہوں۔ آپ سب جانتے ہیں اور میرا یہ خوف کہ مبادا لاج پر کوئی مصیبت آئے، مجھ سے یہ الفاظ کہلواتا ہے۔ لیکن جلالت مآب سالار مجھے آپ کی فراست اور دانائی پر اپنے ننھو زیادہ اعتماد ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کروں گا“

ان نرم الفاظ کو سن کر سالار کا غصہ فرو ہو گیا۔ کہنے لگا:

”اچھا خیر۔ برادر ماس! خود مجھے افسوس ہوگا اگر تمہیں سبق دینے کی ضرورت

پیدا ہو لیکن جب تک میں صدر نشین ہوں میں قول اور فعل دونوں میں لالچ کو متحد رکھنا چاہتا ہوں۔ اچھا جوانو۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ اگر اس ٹین جبر کو پوری سزا دی گئی تو ہمارے لئے ضرورت سے زائد مشکل ہو جائے گی۔ یہ دیر ایک دوسرے کا بہت ساٹھ دیتے ہیں اور ملک بھر میں ہر اخبار پولس اور فوج کا مطالبہ کرنے لگے گا۔ لیکن میری رائے میں اس کی مرمت کافی ہو جانا چاہیے۔ برادر بالڈون کیا تم یہ کر سکتے ہو؟“

”یقیناً“ جوان نے خوشی سے کہا

”کتنے آدمی ساٹھ لوگے؟“

”کوئی نصف درجن۔ دو دروازے پر پیرہ دیں گے۔ گورنر تم چلو، مین سل تم بھی، اسکین لین اور دونوں ولابی بھی چلیں“

”میں نے نئے برادر سے وعدہ کیا تھا کہ ان کو بھی موقع دیا جائے“ صدر نے کہا

”ٹڈ بالڈون نے میک مردو پر جو نظر ڈالی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہ بھولا ہے اور نہ اُس نے معاف کیا ہے۔“

”خیر وہ اگر آنا چاہیں تو آئیں“ اس نے منہ بنا کر کہا ”اتنے کافی ہیں جتنی جلد کام شروع ہو بہتر ہے“

جلسہ شور و عمل کرتا، گانا بجاتا برخواست ہوا۔

می خانہ اب بھی مستوں سے بھرا تھا اور بہت سے برادر ٹھہر بھی گئے۔ جس گروہ کے ذمہ وہ کام کیا گیا تھا وہ دو دو اور تین تین کر کے خاموشی سے سڑک پر نکل گیا تاکہ کوئی دیکھے نہیں۔ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا تھا اور تاروں بھرے آسمان سے آدھا چاند اپنی روشنی ڈال رہا تھا۔ آدمی رک گئے اور ایک بلند عمارت کے سامنے والے صحن میں جمع ہو گئے۔ خوب روشن درجیوں کے درمیان سنہرے حرفوں میں ”ورمیا ہیرالڈ“ لکھا تھا اندر سے چھاپے کی کھٹا کھٹ سنائی دینی تھی۔

” دیکھو۔ ادھر“ بالڈون نے میک مردوس سے کہا ” تم یہاں نیچے دروازے کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھتے رہو۔ تاکہ سڑک ہمارے لئے صاف رہے۔ اور تھرولابی بھی تمہارے ساتھ رہیں گے۔ باقی سب تم میرے ساتھ آؤ۔ جو انو۔ ڈروست۔ اس وقت ہمارے پاس درجن بھر گواہ موجود ہیں کہ ہم اس وقت انجمن کے می خانہ میں ہیں۔“

وقت آدھی رات کا تھا اور سڑک خالی تھی سوائے دو ایک مستوں کے جو اپنے گھر واپس جا رہے تھے۔ اس جماعت نے سڑک کو پار کیا اور اخبار کے دفتر کا دروازہ کھول بالڈون اور اس کے ساتھی اندر داخل ہوئے اور سامنے والے زینے پر چڑھ دوڑے۔ میک مردو اور ایک اور نیچے رہ گئے۔ کمرے کے اندر سے ایک چیخ کی آواز آئی پھر مدد کی۔ اور بعد اس کے بھاگتے پیروں اور گرتی کرسیوں کی آواز آنے لگی۔ ایک لمحہ بعد ایک سفید وارٹھی والا شخص صحن پر بھاگتا نظر آیا۔ بھاگنے نہ پایا تھا کہ کپڑا گیا اور اس کی عنیک میک مردو کے پیروں پر آگری۔ دھم کی آواز کے ساتھ ہائے کی آواز نکلی۔ وہ منہ کے بل گرا اور کوئی نصف درجن لکڑیاں اس پر پڑنے لگیں۔ وہ ایٹھنے لگا اور اس کے بازو ضربوں سے تھرانے لگے۔ دوسرے تو خیر رک گئے لیکن بالڈون جس کے چہرے پر ایک شیطانی تبسم تھا اس کے سر پر برابر ضربیں لگا رہا تھا اور وہ اپنے ہاتھوں سے بچانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کے سفید بالوں میں خون کے دبھے نظر آنے لگے۔ بالڈون اب بھی جھکا ہوا جہاں موقع پاتا اور کوئی حصہ نظر آتا فوراً ایک ضرب لگا دیتا تھا کہ اتنے میں میک مردو نے زینے پر چھپٹ کے اس کو پیچھے ہٹا دیا۔ کہنے لگا

” بس کرو۔ تم اُسے مار ڈالو گے“

بالڈون نے حیرت سے اس پر نظر ڈالی۔ بولا

” خدا غارت کرے تم کون ہو بیچ میں بولنے والے تم کہ لاج میں نئے داخل ہوئے ہو

پیچھے ہٹو“

یہ کہہ کر اس نے اپنی چھتری اٹھائی۔ لیکن میکم ڈو نے اپنی چوڑی جیب سے فوراً پستول نکال لیا کہنے لگا۔

”تم خود پیچھے مہٹو۔ اگر تم نے میرے اوپر زرا بھی ہاتھ ڈالا تو سزا ڈال دوں گا۔ رہا لاج کا معاملہ تو کیا سارا رکابہ حکم نہ تھا کہ آدمی کو جان سے نہ مارا جائے اور تم جان سے نہیں مار رہے ہو تو کیا کر رہے ہو؟“

”واقعی انہوں نے سچ کہا“ ان میں سے ایک نے کہا

”جلدی یہاں سے بھاگو“ نیچے والے آدمی نے کہا۔ ”دیر بچیاں سب روشن ہو گئی ہیں اور پانچ منٹ کے اندر سارا شہر ٹوٹ پڑے گا“

واقعی سڑک پر شور کی آواز آرہی تھی اور کمپوزٹر اور ٹاپ جمانے والے نیچے کے ہال میں جمع ہو رہے تھے اور عمل کے لئے تیار ہو رہے تھے، مدیر کے ضرب رسیدہ اور بے حرکت جسم کو زینے کے اوپر چھوڑ کے مجرین نیچے بھاگے اور جلدی سے سڑک پر ہوئے۔ اتحاد گھر پہنچنے کے بعض تو میک گنٹی کے مینجمنٹ کے مجمع میں جا ملے اور کانوں پر میک گنٹی کو خبر پہنچا دی کہ کام اچھی طرح سے انجام کو پہنچ گیا۔ دوسرے جن میں میکم ڈو بھی تھا بغلی سڑکوں پر ہوئے اور اس طرح پانچ راستوں سے اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

چوتھا باب

وادئ خوف

جب میکم ڈو دوسری صبح کو اٹھا تو لاج کے داخلہ کے یاد رکھنے کا کافی سبب موجود تھا۔ شراب کے اثر سے اس کا سر درد کر رہا تھا اور جہاں اس کا بازو داغا گیا تھا

وہاں سوزش اور آس تھا۔ چوں کہ اس کی آمدنی کا ذریعہ خاص تھا اس لئے اپنے کام سے وہ بہت بے پروا تھا۔ اس نے ناشتہ بھی دیر میں کیا اور پھر گھر ہی میں اپنے ایک دوست کو ایک طولانی خط لکھتا رہا۔ اس کے بعد ڈیلی ہیرالڈ پڑھا۔ ایک خاص کالم میں جو آخری وقت دہج کیا گیا تھا اس نے پڑھا "ہیرالڈ کے دفتر میں حادثہ۔ بد سخت زخمی" یہ ان واقعات کا مختصر سا خلاصہ تھا جس سے وہ بہ نسبت لکھنے والے کے زیادہ واقف تھا۔ یہ مضمون ذیل کے بیان پر ختم تھا :-

"معاہدہ اب پولس کے ہاتھوں میں ہی لیکن یہ مشکل امید کی جاسکتی ہے کہ ان کی کوششوں کے نتائج گزشتہ سے بہتر ہوں گے بعض آدمی بچانے بھی گئے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے کیفر کردا کو پھینچیں گے۔ اس واردات کی مرکب وہی منحوس جماعت ہے جس نے اس شہر کو اس قدر بار بار کھا ہی اور جس کے خیال ہیرالڈ نے نہایت ہی سخت رویہ اختیار کیا تھا۔ مسٹر اس مین جبر کے اکثر دوستوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اگرچہ وہ نہایت بے رحمی اور بے دردی سے زد و کوب کئے گئے جس سے

ان کے سخت چوڑے آئیں تاہم ان کی زندگی کے لئے کوئی فوری خطرہ نہیں ہے۔"

بچے یہ لکھا تھا کہ دفتر کی حفاظت کے لئے رائفلوں سے مسلح پولس کا ایک گارڈ طلب کیا گیا ہے۔

میک مرڈونے اجار رکھ دیا تھا اور اپنے پائپ کو ہاتھ سے جلا رہا تھا جو گزشتہ شب کے بے اعتدالیوں کی وجہ سے مرتعش تھا کہ باہر سے دشتک کی آواز آئی اور مکاندارنی نے لاکر ایک پڑزہ دیا جس کو ایک لونڈا ابھی دے گیا تھا۔ اس پر دستخط نہ تھے اور مضمون یہ تھا :-

"میں نے تم سے ملنا چاہتا ہوں لیکن تمہارے گھر میں نہیں۔ تم مجھ کو کوہ ملر پر جھنڈے کے پاس پاؤ گے۔ اگر تم اسی وقت وہاں چلے آئے تو چند باتیں ایسی ہیں کہ تمہارے لئے ان کا سننا ضروری ہے اور میرے لئے کہنا ہم۔"

میک مرڈونے اس تحریر کو تحریر کے ساتھ دوبار پڑھا تاہم اس کی سمجھ میں اس کا منشا بالکل نہ آیا لیکن میک مرڈو مقررہ مقام پر پہنچ گیا جہاں اس نے براور مارس کو کھڑا پایا۔

"مسٹر میک مرڈو آپ کی عنایت کہ آپ تشریف لائے (کچھ تذبذب کے ساتھ) میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

”آپ نے رقعہ میں اپنا کام کیوں نہ لکھا؟“
 ”جناب پھونک پھونک کے قدم رکھنا پڑتا ہے۔ ایسے پر آشوب زمانے میں نہ جانے
 کیا افتاد پڑے یہ بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ کس پر اعتماد کرے اور کس پر نہ کرے“
 ”لیکن برادران لاج پر تو اعتماد کیا جاسکتا ہے“

”نہیں ہمیشہ تو نہیں“ ماریس نے جوش میں کہا ”جو کچھ ہم کہتے ہیں حتیٰ کہ جو کچھ
 ہمارے ذہن میں بھی آتا ہے سب اس شخص میک گنٹی نامی تک پہنچ جاتا ہے“
 ”سنئے جناب“ میک مردونے زرا سختی سے کہا ”آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ
 گزشتہ شب ہی میں نے سالار کے سامنے وفاداری کی قسم کھائی ہے۔ تو کیا آپ کا
 نشاء ہے کہ میں اس قسم کو توڑ دوں“

”اگر آپ اس کو اس نظر سے دیکھتے ہیں“ ماریس نے رنج سے کہا ”تو میں یہ
 کہوں گا کہ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے آپ کو تکلیف دی۔ واقعی زمانہ کس قدر
 پر آشوب ہے کہ دو آزاد شہری اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے“
 ”میک مردونے جو اپنے ساتھی کو بہت ہی غور سے دیکھ رہا تھا، کسی قدر اپنی نظر ہلکی
 کر دی کہنے لگا۔“

”میں نے تو صرف اپنے لئے کہا تھا، آپ کو معلوم ہے کہ میں نو وارد ہوں اور بالکل
 ناواقف۔ پس جناب میرے لئے کب مناسب ہے کہ اپنی زبان کھولوں۔ آپ کو اگر کچھ کہنا ہے
 تو فرمائیے میں حاضر ہوں“

”تا کہ پھر میک گنٹی تک اس کو لے جائیں“ ماریس نے آزر دگی سے کہا۔
 ”واقعی یہاں آپ مجھ پر ظلم کرتے ہیں“ میک مردونے نے کہا ”جہاں تک میرا
 تعلق ہے نہیں لاج کا وفادار ہوں اور میں آپ سے صاف صاف کہنے دیتا ہوں، لیکن
 اگر آپ کی راز کی باتیں میں کسی دوسرے سے کہوں تو مجھ سے بڑھکر کوئی ردیل نہیں۔“

آپ سے ملنا چاہا۔

”تو فرمائیے؟“

”اگر آپ مجھے وغادیں تو جہنم نصیب ہو؟“

”ایں میں نے ابھی کہا کہ ایسا نہ ہوگا۔“

”تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس وقت شرکا گو میں آپ نے اس سلسلہٴ احرار میں

داخل ہوئے اور خیرات اور وفاداری کی قسم کھائی تو کیا آپ کے ذہن میں کبھی یہ خیال

بھی گزرا کہ اس کا انجام ظلم پر ہوگا؟“

”اگر آپ اس کو ظلم سمجھیں، میک مردوں نے جواب دیا

”ظلم سمجھیں، مارنے بھرائی آواز میں کہا ”تو آپ نے ابھی کچھ نہیں دیکھا

جو آپ سوائے اس کے کچھ اور سمجھیں کیا یہ ظلم نہ تھا کہ گزشتہ شب ایک شخص جو عمر میں

آپ کے باپ کی برابر ہوگا اس کو اس قدر زد و کوب کیا گیا کہ اس کے سفید بالوں سے

خون نکلنے لگا؟ کیا یہ ظلم نہ تھا؟ اگر نہ تھا تو پھر کہئے آپ کیا کہیں گے؟“

”بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ جنگ ہے، میک مردوں نے کہا ”وہ جانتے

کی جنگ، جس میں جس کو جہاں موقع ملا ایک وار کر دیا۔“

”تو کیا شرکا گو میں احرار یہ بنتے وقت آپ کے ذہن میں یہ بات تھی؟“

صاحب کھانے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفحہ کتب خانہ میں

اس میں کچھ اور ایسے کتابوں کو لکھ کر دیں
کہنے کو فریاد نہیں ہوتی

ست

ہوں۔ میں، سرس، ہوں۔ میں مجھ کو مقامی لاج
میں شامل ہونے پر مجبور کیا گیا ایسے ہی جیسے آپ گزشتہ شب شامل ہوئے میرے
ہاتھ پر بے حیائی کی علامت موجود ہے اور اس سے بدتر میرے قلب پر ہے۔ مجھے معلوم
ہوا کہ میں ایک سیاہ رو بد معاش کے نیچے میں ہوں اور ظلم و تعدی کے جال میں پھنس گیا
ہوں۔ میں کرسی کیا سکتا تھا؟ گزشتہ شب کی طرح اصلاح کے خیال سے میں ایک لفظ بھی
کہتا تھا تو وہ بے وفائی شمار کی جاتی۔ میں جا نہیں سکتا۔ اس لئے میری کل کائنات
یہی دوکان ہے۔ اگر میں انجمن سے الگ ہو جاؤں تو مجھے خوب معلوم ہے کہ میرا قتل لگتی
ہے۔ اور پھر خدا جلے میرے بیوی بچوں پر کیا افتاد پڑے۔ ارے میاں۔ یہ ایک درد نگر
عذاب ہے عذاب۔“

اس نے اپنا منہ ہاتھوں سے چھپا لیا اور اس کا سارا بدن سسکیوں سے لرز رہا تھا
میک مردوں نے اپنے شانے ہلائے۔ کہنے لگا
”آپ اس کام کے لئے بہت نرم ہیں۔ ایسے کام میں آپ لوگوں کو ہونا ہی نہیں
چاہئے۔“

”میں ضمیر رکھتا تھا اور مذہب بھی، لیکن انہوں نے مجھ کو بھی مجرم بنا دیا۔ میں
ایک کام کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ اگر میں پیچھے ہٹتا تو مجھے خوب معلوم تھا کہ میرا

حشر کیا ہوگا۔ ممکن ہے میں بزدل ہوں۔ ممکن ہے میری بیوی بچوں کے خیال نے مجھے ایسا بنا دیا ہو۔ بہر حال میں گیا ضرور۔ لیکن میری دانست میں یہ مجھے عمر بھر نہ بھولے گا وہ سامنے کی جانب یہاں سے بیس میل پر ایک ایکلا مکان تھا۔ میں آپ کی طرح دروازہ پر کھڑا کیا گیا تھا۔ خاص کام کے لئے وہ مجھ پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ دوسرے اندر گئے۔ جب وہ باہر نکلے تو ان کے ہاتھ کلائیوں تک خون آلود تھے۔ جب ہم چلنے لگے تو ایک بچہ ہمارے پیچھے گھر سے نکل کر چلا رہا تھا۔ وہ پانچ برس کا بچہ تھا جس نے اپنے باپ کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔ میں تو اس دردناک منظر کو دیکھا رہے ہوش سا ہو گیا اس پر بھی چہرے سے نسیم اور دلیری کا اظہار ضروری تھا۔ کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو دوسری مرتبہ وہ میرے مکان سے اسی طرح خون آلودہ نکلیں گے اور پھر میرا بچہ فریڈ اپنے باپ کے لئے روئے گا۔ لیکن میں اس وقت جرم کار تھا۔ اس قتل میں کچھ حصہ میرا بھی تھا۔ میری یہ دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی۔ میں پکا دیندار ہوں لیکن جب پادری کو یہ معلوم ہوا کہ میں دونہ ہوں تو اس نے بات کرنے سے بھی انکار کر دیا اور مجھ کو خارج المذہب قرار دیا۔

یہ ہے میری کہتا۔ اور میں آپ کو بھی اسی راستے پر جانا دیکھتا ہوں اور آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ کیا آپ بھی خونی قاتل بنا چاہتے ہیں یا اس کے روکنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں؟

”آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“ میک مردونے دفعہ پوچھا
 ”آپ مجھ سے تو نہ کریں گے؟“
 ”خدا نہ کرے“

مارس نے کہا ”اس خیال ہی کے عوض میری جان جانی رہے گی“
 ”یہ درست ہے“ میک مردونے کہا ”میرے خیال میں آپ ایک کمزور طبیعت

کے آدمی ہیں اور آپ اس سب کو مبالغہ کی نظر سے دیکھتے ہیں“

”مبالغہ کی نظر سے۔ اچھا تو آپ کچھ رہ لیجئے۔ آپ ہی تپا چل جائے گا۔ ذرا

اس وادی پر نظر ڈالئے۔ دیکھئے سیکڑوں چمنوں کا دھواں سایہ کئے ہوئے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قتل کا ابر اس سے غلیظ تر اور نزدیک تر ہے۔ یہ وادی خوف ہے بلکہ وادی موت۔ صبح سے شام تک لوگوں کے دلوں میں خوف بیٹھا رہتا ہے۔ اچھا آپ نوجوان ہیں تو تف کیجئے خود ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا“

”خیر جب مجھے تجربہ زیادہ ہو جائے گا تو میں اپنے خیالات آپ سے بیان کروں گا“
 میک مرد ڈونے بے پروایانہ انداز سے کہا۔ ”فی الحال یہ صاف طور سے واضح ہے کہ آپ اس مقام کے لئے موزوں نہیں اور جس قدر جلد آپ فروخت کر سکیں۔ چاہے آپ کو روپے کے عوض پیسہ ہی کیوں نہ ملے۔ اتنا ہی آپ کے لئے بہتر ہے۔ جو کچھ آپ نے مجھ سے کہا ہے میرے پاس محفوظ ہے۔ لیکن قسم بخدا اگر آپ مجر ہوئے ...“
 ”نہیں نہیں“ ماس نے حاجت سے کہا

”اچھا تو اس کو ہمیں تک رہنے دیجئے۔ میں ان باتوں کو ذہن میں رکھوں گا۔ ممکن ہے کسی روز مجھے اس کا موقع ملے۔ مجھے امید ہے کہ اس طرح گفتگو کرنے میں آپ کی نیت بخیر تھی۔ اب مجھے گھر جانا ہے“

”ایک بات اور سہی“ ماس نے کہا ”ممکن ہے کسی نے ہم کو بیک جا دیکھ لیا ہو ممکن ہے وہ پوچھیں کہ ہم کیا باتیں کر رہے تھے“
 ”ہاں یہ تو آپ نے خوب سوچا“

”میں آپ کو اپنی دکان میں ایک محری دنیا چاہتا ہوں“

”میں انکار کرتا ہوں۔ اچھا تو یوں معاملہ رہے۔ اچھا برادر ماس۔ خدا حافظ

خدا کرے آپ کا مستقبل آپ کے حق میں بہتر ہو“

اسی روز سہ پہر کو جب میک مرڈو اپنے کمرے میں آتش دان کے پاس بیٹھا، مصروف
تباہی و تباہی اور محو خیال تھا تو دروازے کے پیٹ کھلے اور دروازے میں سالار میک گنٹی کی
لچم لچم شکل دکھائی دی۔ اس نے مقررہ اشارے کئے اور پھر نوجوان کے سامنے بیٹھ کر
تھوڑی دیر کے لئے نظر جما دی جس کا جواب بھی ایسا ہی ملا۔ بالآخر سالار نے کہا
”برادر میک مرڈو! میں دوسروں کے پاس بہت کم جایا کرتا ہوں۔ میرے پاس
خود ہی اتنے زیادہ لوگ آتے ہیں کہ میں عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ لیکن مجھے خیال آیا کہ
تمہارے لئے اس کلمے کو نوٹ دوں اور تم سے تمہارے گھر ہی میں ملاقات کروں“
”جناب کونسلر! آپ کی بندہ نوازی ہے“ میک مرڈو نے جواب دیا۔ اور
توشہ خانے سے شراب کی بوتل اتار لی۔ یہ ایک عنایت غیر مترقبہ ہے۔“

”بازو کیسا ہے؟“ سالار نے پوچھا

میک مرڈو نے زرا منہ بنایا۔ جواب دیا

”میں اُسے بھولا نہیں ہوں اگر یہ ہے اسی قابل“

”ہاں اسی قابل ہے۔ صرف انھیں لوگوں کے لئے جو وفادار ہیں۔ اس کو برداشت
کرتے ہیں اور لاج کی مدد کرتے ہیں۔ آج صبح ملر ہل پر تم سے اور برادر مارس سے
کیا باتیں ہوئیں؟“

یہ سوال کچھ ایسا ایک بارگی کیا گیا کہ اس کا جواب پہلے ہی سوچ لینا بہت

غنیمت ہوا۔ وہ بہت زور سے ہنسا۔

”مارس کو یہ خبر نہ تھی کہ میں گھر بیٹھے کما سکتا ہوں اور نہ اس کو خبر ہوگی کیوں کہ

مجھ جیسے لوگوں کے سامنے وہ بہت ہی زرم دل ہے۔ لیکن وہ ایک نیک نیت

بھلا مانس ہے۔ اس کے خیال میں میں روزی سے تنگ تھا۔ اسی لئے اپنے وکان

میں ایک محرمی دنیا چاہی“

” اچھا تو یہ قصہ تھا “

” وہاں نہی تھا “

” اور تم نے انکار کر دیا “

” بے شک۔ کیا میں گھر بیٹھے چار گھنٹے کی محنت میں اس سے دس گنا زیادہ نہیں

کما سکتا ؟ “

” یہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں ماس سے زیادہ خلا ملانہ رکھنا “

” کیوں نہیں “

” خیر یہ تو میں نہیں بتاتا۔ میرا اتنا ہی کتنا بہتوں کے لئے ان اطراف میں کافی ہے “

” بہتوں کے لئے کافی ہو تو ہو لیکن کونسلر صاحب یہ میرے لئے کافی نہیں۔ اگر آپ

مردم شناس ہیں تو آپ جان جائیں گے “

اُس دیو سیاہ نے اپنی نظر اُس پر جا دی اور تھوڑی دیر کے لئے گلاس پر اس کی

گرفت مضبوط ہو گئی گویا وہ اپنے ساتھی پر پھینکنے ہی والا ہے۔ اس کی بعد وہ بہت زور

سے ہنس پڑا۔ کہنے لگا۔

” واقعی تم جیسیان ہو۔ اچھا خیر اگر تم سبب پوچھتے ہو تو میں بتاتا ہوں۔ کیا ماس

نے لاج کے خلاف بھی کچھ کہا “

” نہیں “

” اور نہ میرے خلاف “

” نہیں “

” تو یہ اس لئے کہ وہ تم پر اعتبار نہیں کرتا۔ لیکن دل میں وہ وفادار نہیں ہے۔ ہم

اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ اسی لئے اس پر نگاہ رکھتے ہیں اور فمائش کے لئے موقع

کی تلاش میں ہیں۔ میرے خیال میں وہ موقع قریب آرہا ہے۔ ہمارے گلے میں دغا باز

گی گنجائش نہیں لیکن اگر تم اس کے ساتھ اٹھو بیٹھو گے تو ہم سمجھیں گے کہ تم بھی وفاقاً نہیں ہو سنا۔“

”میرے اٹھنے بیٹھنے کی کوئی امید نہیں کیوں کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ رہا وفاقاً ہونا یا نہ ہونا تو اگر آپ کے سوائے دوسرا ہوتا تو دوبارہ اس لفظ کو استعمال کرنے کی اس کو جرات نہ پڑتی۔“

”خیر۔ اتنا ہی کافی ہے“ میک گنٹی نے جام انڈیل کر کہا ”میں تمہیں بروقت نصیحت کرنے آیا تھا۔ وہ کر چکا۔“

”میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے مار سے باتیں کیں“ میک گنٹی ہنسا۔ کہنے لگا۔

”یہی تو میرا کام ہے کہ جو کچھ اس شہر میں ہو اس کی خبر مجھ کو ہوتی رہے۔ اطمینان رکھو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ مجھ تک ضرور پہنچتا ہے۔ لو اب ختم ہو گیا اور اب میں۔۔۔“

لیکن اس کے رخصت ہونے میں ایک بالکل غیر متوقع طریقے سے خلل پڑ گیا۔ ایک بار گی زور سے دروازہ کھلا اور پولیس کی نوک دار ٹوٹی کے نیچے سے تین غصے سے بھرے چہرے اُن پر نظر جائے دکھائی دیئے۔ میک مردو اچھل پڑا اور اپنا پیچہ آدھا نکالا ہی تھا کہ اس کا ہاتھ بیچ میں رک گیا۔ کیوں کہ اس نے اپنے سر کو تین بندو قوتوں کی زد میں دیکھا۔ ایک شخص وردی پہنے، ایک چھ ضربی ہاتھ میں لٹے کمرے میں داخل ہوا یہ کپتان مارون تھا جو پہلے شکاگو میں تھا اور اب ان اضلاع کا پولیس افسر تھا۔ اس نے جب میک مردو کو دیکھا تو خذہ زیر لب کے ساتھ سر ہلایا اور کہا

خاب بانکے مرزا میک مردو شکاگو صاب۔ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ آپ کچھ نہ کچھ رنگ لائیں گے۔ کیا کریں آپ باز ہی نہیں رہ سکتے۔ اچھا ٹوپی پہنئے اور ہمارے ساتھ تشریف لائیے۔“

”میرے قیاس میں کپتان مارون صاحب آپ کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ نرا یہ تو بتائیے کہ اس طرح گھر میں گھس کر شریف اور امن پسند لوگوں کو پریشان کرنے والے آپ کون ہیں؟“ میک گنٹی نے کہا

”کونسلر میک گنٹی صاحب! آپ اس معاملہ سے الگ تھلگ ہیں۔“ پولس کپتان نے کہا ”ہم کو آپ سے بحث نہیں ہم تو اس شخص کے لئے آئے ہیں۔ ادائے فرض میں آپ کو ہمیں مدد دینا چاہیے نہ کہ مزاحم ہونا چاہیے۔“

”یہ میرے دوست ہیں اور میں ان کے چال چلن کا ہر طرح ضامن ہوں۔“ باس نے کہا ”مسٹر میک گنٹی۔ غالباً ایک نہ ایک دن خود آپ کو اپنے چلن کی جواب دہی کرنا پڑے گی۔“ پولس کپتان نے جواب دیا ”یہاں آنے سے پہلے یہ حضرت غنڈے رہ چکے تھے اور غنڈے یہ اب تک ہیں۔ جمعداران کو زد میں لے لو۔ میں ان کے ہتیار لیتا ہوں۔“

”یہ لیجے میرا ہسپتال ہے“ میک مردو نے متانت سے کہا ”اگر میں اور آپ اکیلے ہوتے تو جناب کپتان مارون صاحب آپ مجھے اس آسانی سے قابو میں نہ کر سکتے۔“ آپ کے پاس وارنٹ کہاں ہے“ میک گنٹی نے پوچھا ”والد آدمی کے لئے روس میں یا اور مسیا میں رہنا برابر ہے جب پولس کو چلانے والے آپ جیسے لوگ ہوں۔ یہ سرمایہ داروں کی زیادتی ہے اور دیکھئے اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔“

”مجھ پر الزام کیا ہے؟“ میک مردو نے پوچھا۔ ”یہ کہ ہیرالڈ کے دفتر میں مسن مدیر اس میں جبر کی زد کو بھینس آپ بھی شریک تھے۔ یہ آپ کا قصور نہیں ہے کہ یہ واردات قتل کی نہ ہو پائی۔“

”ارے اگر صرف یہ ہی الزام ان کے اوپر ہے“ میک گنٹی نے سنس کر کہا ”تو آپ اس قصے کو ہمیں رہنے دیں۔ آپ کی بہت محنت بیچ جائے گی۔ یہ تو میرے ساتھ گزشتہ شب آدھی رات تک بیٹھے تاش کھیلتے رہے۔ ایک درجن آدمی تو اس کے

گواہ ہوں گے“

”یہ آپ کا معاملہ ہے اور میرے قیاس میں آپ کل عدالت میں اس کا فیصلہ کر لیجئے گا
فی الحال میک مردو تم چلے آؤ اور اگر کوئی ضرب کھانا نہیں چاہتے تو خاموشی سے چلے آؤ
مسٹر میک گنٹی آپ الگ رہئے۔ میں آپ کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ فرائض کی انجام دہی میں
کسی کی بھی پروا نہیں کرتا“

کپتان کے چہرے سے اس قدر غم باخبرم ظاہر ہو رہا تھا کہ میک مردو اور اس کے
باس کے بنائے کچھ نہ بن پڑی۔ موخر الذکر نے قیدی سے چند باتیں کرنے کا موقع نکال
ہی لیا۔

”اس کی بابت کیا —“ اس نے اپنے انگوٹھے کو جھکا دے کر جعلی سکے کی
مشین کی طرف اشارہ کیا

”سب ٹھیک ہے“ میک مردو نے آہستہ سے کہا جس نے اس کے لئے ایک
محفوظ جگہ فرسٹ کے نیچے تلاش کر رکھی تھی۔

”اچھا میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں“ باس نے کہا ”میں ابھی ریلی وکیل
سے ملاقات کروں گا اور اس مقدمہ کی پروی اپنے ذمے لوں گا۔ لیٹین جانو کہ تم زیادہ
عرصے تک ان کے قبضے میں نہ رہو گے“

”میں اس پر شرط نہیں لگاتا۔ قیدی کی تم دونوں حفاظت کرو اور اگر زرا بھی
یہ کچھ تین پانچ کریں تو فوراً گولی مار دیتا۔ میں جانے سے پہلے خانہ تلاشی لوں گا“
چنانچہ مارون نے خانہ تلاشی لی لیکن بطور اس مشین کا کوئی پتا نہ چلا۔ جب وہ
نیچے اتر گیا تو وہ اور اس کے آدمی میک مردو کو زیر حراست صدر تھانہ پر لے گئے۔ تارکی
چھاگئی تھی اور ایک بہت تیز ہوائے سرد چل رہی تھی جس کی وجہ سے سڑکیں خالی
تھیں لیکن چند لفنگے ان کے پیچھے ہوئے اور اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر کبھی کبھی

قیدی پر کوئی فقرہ کس دیتے۔

”مارو اس منحوس دونڈے کو مارو“ وہ چلاتے تھے۔ جب وہ کو توالی میں داخل
کیا جانے لگا تو وہ لوگ ہنستے اور بولیاں بولتے تھے۔ جائزہ دار این کو توالی نے چند
سوالات کئے اور پھر اس کو حوالات میں بھیج دیا۔ یہاں اس کو بالڈون اور رات والے
یتن اور ساتھی ملے جو سب کے سب سہ پہر کو گرفتار ہوئے تھے اور دوسری صبح اپنی
پیشی کا انتظار کر رہے تھے۔

لیکن قانون کے اس اندرونی احاطہ کے اندر بھی احزاریوں کا دست و راز چھنچ جا
تھا۔ رات گئے ایک جیلر آیا جو اپنے ساتھ ان کے بستروں کے لئے پیال لایا جس میں
اس نے دو بوتل شراب، چند گلاس اور تاشس کی ایک گڈمی نکالی۔ ان لوگوں نے نہایت
ہی خوشی و خرمی کے ساتھ رات گزاری اور صبح کی پیشی کا انھوں نے خیال تک بھی نہ کیا۔
اور نہ ان کو ضرورت تھی جیسا کہ نتائج نے ثابت کیا۔ اس شہادت پر محبٹریٹ ان کو
شرابھی نہیں دے سکتا تھا کہ معاملہ عدالت بالا تک جاسکے۔ ایک طرف تو کمپوزٹر اور
مطبع والوں سے یہ اقرار کرایا گیا کہ روشنی کافی نہ تھی دوسرے وہ خود حواس باختہ تھے
اور ملزمین کی شناخت کرنا ان کے لئے بہت مشکل تھا۔ اگرچہ انھیں یقین تھا کہ ملزمین موجود
ضرور تھے۔

میک گنٹی نے جو کیل مقرر کیا تھا اس نے نہایت ہوشیاری سے جرح کی تو ان لوگوں
کی شہادت اور بھی بچ اور پوچ نکلی۔ شخص مجروح نے پہلے ہی یہ بیان دیدیا تھا کہ اس پر
کچھ اس طرح ایک بارگی حملہ کیا گیا کہ وہ سوائے اس کے کچھ نہ کہہ سکتا تھا کہ جس شخص نے
اس پر پہلے ہاتھ اٹھایا وہ مونچھوں والا تھا۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کو معلوم
تھا کہ وہ لوگ دونڈے ہیں کیوں کہ کسی اور شخص کو اس سے کوئی دشمنی نہ تھی
اور ان لوگوں نے اس کے لکھے ہوئے صاف صاف مضموں پر اکثر اس کو

دھکی دھی تھی۔ دوسری طرف میک گنٹی جیسے مغز افسر بلدیہ سمیت چھ شہریوں کی متحدہ اور صاف شہادت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ملزمین اتحاد گھر میں وقوع واردات سے ایک گھنٹہ بعد تک تاش کھیلتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب کے سب بری کر دیئے گئے اور جو کچھ ان کو تکلیف ہوئی تھی دیے الفاظ میں عدالت نے ان سے معافی بھی مانگی اور اس کے ساتھ کپتان مارون اور پولس کے اس جوش و خروش کو ناپسند کیا گیا۔ اس فیصلے کو اجلاس پر لوگوں نے نہایت خوشی سے سنا۔ جن میں میک مردو کو اکثر آشنا صورتیں نظر آئیں۔ ممبران لاج ہنستے تھے اور خوشی مناتے تھے۔ لیکن ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے جو ان لوگوں کے نکلنے پر ہونٹہ دبائے اور فکریں ڈوبے بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک پستہ قد، سیاہ ریش اور مستقل ارادہ شخص نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خیالات کو ان الفاظ میں ادا کیا۔

”ارے کم بخت خونبو! ایک نہ ایک روز تمہیں دھر ہی لیں گے۔“

پانچواں باب

سخت ترین وقت

اب بھی اگر جبیک میک مردو کی اپنے ساتھیوں میں شہرت میں کچھ کمی رہ گئی تھی تو وہ اس گرفتاری اور اس بریت سے پوری ہو گئی۔ اس انجمن کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ ایک شخص جس رات انجمن کا ممبر ہو ہی رات کو وہ ایسا کارنامہ کرے کہ اس کو مجسٹریٹ سے دوچار ہونا پڑے۔ پہلے ہی سے یہ مشہور ہو گیا تھا۔ وہ ایک خوش مذاق

ساتھی اور دل دادہ عیش ہے لیکن ساتھ ہی اس کے وہ تیز مزاج بھی ہے۔ یہاں تک کہ اس طاقت و برہاس سے بھی کوئی لفظ خلاف شان نہیں سن سکتا۔ مزید برآں اس نے اپنے ساتھیوں میں یہ خیال جما دیا کہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس سے زیادہ خوبی تجاویز پیش کر سکے یا اس سے زیادہ ہاتھ کا صاف ہو۔ ان میں سے جو خرائٹ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ

”صفائی سے کام کرنے کے لئے یہ جوان بہت موزوں ہے“ اور اس وقت کا انتظار دیکھتے تھے کہ جب اس کو اس کام پر لگا سکیں۔ میک گنٹی کے پاس اور بھی آلات تھے لیکن اس نے بھی تسلیم کیا کہ یہ نیا آلہ بہت ہی کارآمد ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ایک زبردست خونئی کتے کو زنجیر سے پکڑے ہوئے ہے۔ معمولی کام کرنے کے لئے اور بھی کتے تھے لیکن ایک نہ ایک دن آنے والا تھا کہ وہ اس کتے کو اپنے شکار پر چھوڑے گا۔ لاج کے چند ممبر جن میں بالڈون بھی تھا۔ اس اجنبی کی ایسی جلد ترنی سے ناراض سے تھے اسی وجہ سے وہ اس کے دشمن ہو گئے تھے لیکن وہ اس سے علیحدہ رہتے تھے کیوں کہ وہ لڑائی کے لئے ویسا ہی آمادہ رہتا تھا جیسا ہنسنے کے لئے۔

لیکن اگر وہ اپنے ساتھیوں کی نظروں میں اٹھا جاتا تھا تو ایک مقام ایسا تھا جو اس کے لئے بہت ہی اہم تھا۔ جہاں وہ نظروں سے گرتا بھی جاتا تھا۔ ایسی شیفت ٹرکے والے اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا اور اپنے گھر میں بھی آنے کی اجازت نہ دیتا تھا ایسی کو خود اپنی صحبت تھی کہ وہ اسے کلیتہً چھوڑ نہ سکتی تھی لیکن اس کا ذہن ایک ایسے شخص کے ساتھ جو خونئی اور جرم کا سمجھا جاتا ہو، شادی کرنے کے نتائج سے آگاہ کرتا رہتا تھا۔ ایک روز صبح جب کہ اس نے رات جاگ کر گزاری تھی، اس نے فیصلہ کیا اس سے ضرور ملاقات کرے۔ غالباً آخری مرتبہ ایک کوشش اور کرے گی کہ وہ ان صحبتوں اور

بد اثروں سے باز آجائے جو اس کو گھن کی طرح کھائے جا رہے تھے۔ چنانچہ وہ اس کے مکان پر گئی جب کہ وہ اکثر درخواست کیا کرتا تھا اور سیدھی اس کمرے میں گئی جس کو اس نے نشست گاہ قرار دے رکھا تھا۔ وہ اپنی پیٹھ کئے میز پر بیٹھا خط لکھ رہا تھا۔ دفعۃً اس کے ذہن میں بچوں کی طرح شرارت کا خیال آیا اور ابھی نام خدا تھی ہی انیس برس کی دو شیرازہ جب اس نے دروازہ کھولا تھا تو اس نے آواز نہ سنی تھی۔ اب وہ بچوں کے بل آگے بڑھی اور آہستہ سے اس کے جھکے کندھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

اگر وہ اس امید میں تھی کہ اس کو چونکا دے گی تو یقیناً اس کی امید پوری ہو گئی۔ لیکن اس طرح کہ خود چونکے اور گھبرائے۔ شیر کی طرح جھپٹ کر وہ اس پر آیا اور دائیں ہاتھ سے اس کا گلا ٹٹولنے لگا۔ اسی وقت دوسرے ہاتھ سے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذ کے پرزے کو مروڑ ڈالا۔ ایک لمحہ وہ کھڑا گھورتا رہا۔ پھر تعجب اور خوشی نے اس کو بخاری کی جگہ لے لی جس نے اس کے چہرے کو اتنا خوف ناک بنا دیا تھا۔ اور اس کو بخاری کی وجہ سے وہ دو شیرازہ کچھ اس طرح ہیبت کھا کے سچھے ہٹی گویا اس سے پہلے پر سکون زندگی میں اسے ایسی ہیبت سے سابقہ نہیں پڑا۔

”ارے تم ہو“ اس نے بہوں پر ہاتھ پھیر کر کہا ”زرا سوچو تو کہ تم میرے پاس آؤ۔ تم جو میری جان کی جان ہو۔ آؤ اور میرے پاس اس سے بہتر کچھ نہ ہو کہ تمہارا گلا گھونٹ دینا چاہوں۔ اچھا آؤ پیاری“ اس نے ہاتھ پھیلا دئے ”آؤ اس کا معاوضہ کروں۔“

لیکن اس نے جو اس آدمی کے چہرے پر مجرمانہ خوف و دہشت کے آثار پائے۔ تھے اس سے ابھی سمجھنے نہ پائی تھی۔ اس کی نسائی جبلت نے فوراً اسے بتلایا کہ یہ دہشت محض چونکنے سے نہیں پیدا ہوتی۔ بلکہ اس کا سبب جرم تھا۔ جرم اور خوف۔ چنانچہ کئے لگی ”جیک تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم مجھ سے ایسا ڈر کیوں گئے؟ واقعی اگر تمہارا ضمیر درست

وہاں تم مجھے اس طرح سے نہ دیکھتے،

”بات یہ ہے کہ جب تم اپنے ان پریوں کے سے پاؤں پر یہاں آئیں تو میں دوسری
باؤں کا خیال کر رہا تھا“

”نہیں نہیں جیک۔ اس کے علاوہ کچھ اور تھا“ پھر فوراً اس کے دل میں ایک
شہہ ہوا۔ ”اچھا دکھوں۔ تم اس خط میں کیا لکھ رہے تھے۔“

”نہیں پیاری ایشی! میں نہیں دکھلا سکتا“

اس کے شہات یقین سے بدل گئے۔ کہنے لگی

”معلوم ہو گیا۔ تم کسی دوسری عورت کو خط لکھ رہے ہو۔ ورنہ تم مجھ سے کیوں
چھپاتے۔ کیا تم اپنی بیوی کو خط لکھ رہے تھے۔ مجھے کیا معلوم کہ تم شادی شدہ ہو یا نہیں۔ تم
ایک اجنبی ہو جس کو کوئی نہیں جانتا۔“

”نہیں ایشی۔ میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ دیکھو میں قسم کھاتا ہوں۔ روئے زمین پر
عورت میرے لئے بس تمہیں ہو۔ مجھے اپنے دین و ایمان کی قسم ہے۔“

اس منات کے جوش میں اس کا چہرہ اتنا سفید ہو گیا کہ اس کو مانتے ہی بن پڑی کہنے لگی
”تو پھر خط کیوں نہیں دکھاتے؟“

”جان من۔ تبتلا تا ہوں۔ مجھے قسم لے لی گئی ہے کہ کسی کو نہ دکھاؤں گا اور جیسے

میں تم سے وعدہ خلافی نہیں کر سکتا اسی طرح دوسروں سے بھی عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ یہ
لاج کا کام ہے اور تم تک سے بھی پوشیدہ ہے۔ اور اگر تمہارے ہاتھ رکھنے سے میں اتنا
گھبرایا تھا تو کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ ممکن تھا وہ ہاتھ کسی سراغ رساں کا ہوتا۔“

اس نے اس بیان کی صداقت محسوس کی۔ اب اس نے اس دوشیزہ کو گود میں لے لیا
اور بوسے لے لے کر اس کے تمام شکوک و شبہات دفع کر دیئے۔

”لو یہاں میرے پاس بیٹھو۔ ایسی ملکہ کے لئے یہ ایک عجیب تخت ہے لیکن اس وقت

تمہارا عاشق اس سے بہتر مہیا نہیں کر سکتا۔ ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اس سے بہتر خدمت کر سکے گا۔ اچھا اب تو تمہیں اطمینان ہوا۔ کہو کیا حال ہے؟“

”جیک مجھے اطمینان کیسے ہو۔ جب کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تم بھی خونوں میں ایک خونی ہو۔ نہ جانے کس دن تمہیں بھی دھڑکھسیس۔ کل ہی ہمارے ایک میٹم نے تم کو میک ٹروڈو دوندہ کہہ کر یاد کیا تھا۔ میرے کلبجے میں تیر کی طرح چبھا۔“

”اوٹھ۔ سخت الفاظ نے کہیں ہڈیاں توڑی ہیں“

”لیکن تمھے تو صحیح“

”پیاری سنو۔ اس قدر حالت خراب نہیں ہے جیسا تم سمجھتی ہو۔ ہم لوگ غریب آدمی ہیں اور اپنے طریقے پر اپنے حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں“

اسی نے اپنے عاشق کی گردن میں اپنے بازو جمائل کر دیئے۔

”جیک پیارے۔ اسے چھوڑ دو۔ میرے واسطے۔ خدا کے واسطے اسے چھوڑ دو۔ میں آج یہی کہنے تمہارے پاس آئی ہوں۔ دیکھو جیک تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں تم اسے چھوڑ دو۔ تمہارے پاؤں پڑتی ہوں اسے ترک کر دو“

اس نے اس کو اٹھایا اور اپنا سر اس کے سینے پر رکھ کر اسے تسلی دینا چاہی۔

”نہیں پیاری تمہیں نہیں معلوم کہ تم کیا مانگ رہی ہو۔ میں کیسے چھوڑ دوں، مجھے اپنی قسم توڑنا پڑے گی اور اپنے ساتھیوں سے الگ ہو جاؤں گا۔ اگر تم میری حقیقت حال سے آگاہ ہوئیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کرئیں۔ علاوہ بریں اگر میں چھوڑنا بھی چاہوں تو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ تم اتنا تو سمجھ سکتی ہو کہ لاج والے کسی ایسے بھیدی شخص کو یوں ہی نہ نکل جانے دیں گے“

”جیک۔ میں اسے بھی سوچ چکی ہوں۔ میں نے اس کی بھی تیاری کر لی ہے۔ اب اسے کچھ روپیہ جمع کر لیا ہے۔ وہ اس جگہ سے تنگ آگئے ہیں۔ جہاں ان لوگوں کے ڈر سے خون

خشک ہوا جاتا ہے وہ چلنے پر تیار ہیں۔ ہم سب فلے ڈلفیا یا نیویارک بھاگ چلیں گے
جہاں ان لوگوں سے محفوظ رہیں گے؟
میک مردو ہنسنا۔

”لاج کا ہاتھ بہت دراز ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہاں سے فلے ڈلفیا یا نیویارک
تک نہیں پہنچ سکتا؟“

”تو پھر مغرب کی طرف یا انگلستان یا سویڈن جہاں سے آبا آئے تھے بھاگ چلیں
کہیں بھی چلو اس وادی خوف سے تو نکلو۔“

میک مردو کو اب برادر مارس کا خیال آیا۔
”یہ دوسری مرتبہ ہے کہ میں نے اس جگہ کا نام وادی خوف سنا ہے۔ تم لوگوں میں سے

بعضوں پر واقعی بہت خوف طاری ہے۔“

”سیر لٹھ ہماری زندگی خطرے میں ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ ڈبالبڈون نے ہمیں معاف
کر دیا۔ اگر تم سے ڈرتا نہ ہوتا تو تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا کیفیت ہوتی۔ کاش کہ جب اس نے
مجھ پر نظر ڈالی تھی تو تم اس کی ان تاریکی اور خونخوار آنکھوں کو دیکھتے۔“

”ایسا کرتے اب کی دیکھا تو بچا کے حواس درست کر دوں گا۔ لیکن مٹا سنو۔ میں
یہاں سے نہیں جاسکتا۔ ہمیشہ کے لئے مجھ سے سن رکھو۔ لیکن تم اگر مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو
تو میں کوشش کروں گا کہ اس مخلصہ سے ساتھ عزت کے نکلوں۔“

”ایسی حالتوں میں عزت کہاں“

”خیر یہ تو تمہارا نقطہ نظر ہے۔ لیکن اگر تم مجھے چھ مہینے کی مہلت دو تو میں ایسی تدبیر
کروں گا کہ میں یہاں سے دوسروں سے شرمائے بغیر جاسکوں۔“
لڑکی مارے خوشی کے ہنس پڑی۔

”چھ مہینے“ وہ چلائی ”اچھا وعدہ ہے؟“

” ممکن ہے کہ سات یا آٹھ مہینے لگ جائیں لیکن ایک برس کے اندر اندر ہم اس سادی کو چھوڑ دیں گے“

اس سے زیادہ ایسی اور کچھ نہ حاصل کر سکتی تھی۔ تاہم یہ بہت کچھ تھا۔ یہی ایک امید کی روشنی تھی جو اس کے مستقبل کی تاریکی کو دور کر سکتی تھی۔ وہ اپنے مکان پر واپس آئی تو جب سے کہ اُسے میک مرڈو سے سابقہ پڑا تھا وہ اسی سبک دل کبھی نہ تھی۔

ممكن ہے کہ یہ خیال کیا ہو کہ بہ حیثیت ممبر کے لاج کی جملہ کارروائی سے وہ آگاہ کر دیا جائے گا لیکن اس کو جلد معلوم ہو گیا کہ یہ جماعت سیدھے سادھے لاج سے وسیع تر اور پیچیدہ تر تھی۔ باس میک گنٹی تک کو بعض باتوں کی خبر نہ تھی، کیوں کہ باسن بیچ پر ایک عمدہ دار بنام نمائندہ ضلع رہتا تھا جس کو کئی لاجوں پر اختیار حاصل تھا جن کو وہ نہایت آزادی سے استعمال کرتا تھا۔ میک مرڈو نے اسے صرف ایک مرتبہ دیکھا تھا کہ ایک مکار پستہ قد، سفید مو شخص تھا چلنے میں زرا ایک طرف جھکتا تھا، اکثر کنگیوں سے دیکھتا جس سے غماظ ظاہر ہوتا تھا۔ نام اس کا ایون پاٹ تھا اور ورہیسا کا باس بھی اس سے نفرت کرتا کرتا تھا۔

ایک دن اسکین لین کے پاس جو میک مرڈو کے ساتھ رہتا تھا۔ میک گنٹی کا ایک رقعہ پھونچا جس میں ایون پاٹ کی طرف سے بھی ایک رقعہ تھا کہ وہ لائر اور انڈر ورنامی دو بھلے مانسوں کو بھیج رہا ہے، جن کو ہدایت کی گئی ہے کہ قرب و جوار میں ایک معاملہ کو انجام دیں۔ جس کی تفصیلات کی اشاعت معاملہ کے حق میں مضر سمجھی گئی ہے۔ سالار سے درخواست تھی کہ تا آغاز کار وہ ان دونوں کی رہائش اور آسائش کا بندوبست کر دے۔ میک مرڈو نے اس پر یہ اضافہ کر دیا تھا کہ اتحاد گھر میں رہ کر کسی کا پوشیدہ رہنا امر محال ہے۔ لہذا میک مرڈو اور اسکین لین اگر چند دن کے واسطے اپنے پاس ٹھہریں تو احسان ہوگا۔

اسی شام وہ دونوں آدمی اپنی اپنی خورجیاں لئے آئے۔ لاکر ایک سن رسیدہ ہوشیار، خاموش اور متین شخص تھا۔ ایک پرانا کالا لمبا کوٹ پہنے تھا، ٹوپی نرم باناٹ کی تھی، دائرہ صی بگھری ہوئی اور پریشان جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جگہ جگہ پھرنے والا واقعہ ہے۔ اس کا ساتھی انڈر ویز جچہ ہی سا تھا۔ چہرے سے اخلاص اور سرور نمایاں۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیر و تفریح کے لئے اس کو چھٹی ملی ہے اور وہ ہر لحظہ اسی میں گزارنا چاہتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی نے نوش نہ تھا اور ان کا برتاؤ ہر طرح جماعت کے لئے نمونہ تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ ایسے خونی تھے کہ بارہا اس انجمن قتل کے لئے اپنے آپ کو نہایت مفید اور کارآمد ثابت کر چکے تھے۔ لالرنے اس قسم کی چودہ مہیں سر کی تھیں اور انڈر ویز نے تین۔

وہ اپنے ماضی کے کارناموں کی بابت گفتگو کرنے کے لئے بہت تیار تھے جیسا کہ میک مرڈونے بھی معلوم کر لیا اور وہ اس انداز و فخر سے بیان کرتے تھے کہ گویا انھوں نے جماعت کے لئے نہایت عمدہ اور بے غرضانہ خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن موجودہ مہم کی نسبت ان کے لب بند تھے۔

لاکرنے یوں لب کشائی کی۔

”آٹھوں نے ہم دونوں کو اسی واسطے منتخب کیا کہ ہم میں سے کوئی بھی شراب نہیں پیتا۔ ان کو اعتبار ہے کہ ضرورت سے زیادہ ہم ایک لفظ بھی نہ کہیں گے۔ آپ برا نہ مانئے۔ لیکن یہ نماندہ ضلع کے احکامات ہیں جن کی ہم تعمیل کر رہے ہیں۔“

”لیکن ہم سب ایک ہی تھیلی میں ہیں۔“

میک مرڈونے کے ساتھی اسکین لین نے کہا جب کہ وہ سب کھانا کھانے بیٹھے۔

”یہ بالکل صحیح ہے اور ہم بھی شارلی ولیم یا سائی من برڈ یا کسی اور گزشتہ مہم کا خوب ذکر کریں گے۔ لیکن جب تک ہماری یہ مہم سر نہیں ہو سکتی ہم کچھ نہ کہیں گے۔“

میک مرڈونے قسم کھا کر کہا

”اس نواح میں کوئی درجن بھر ایسے ہونگے کہ مجھے ان سے سمجھنا ہے۔ میرے خیال میں آپ آرن ہل کے جیک ناکس کی فکر میں تو نہیں ہیں۔ اس کو اپنے انجام کو پہنچنے دیکھنے کے لئے میں بھی آرزو مند ہوں۔“

”نہیں۔ ابھی اس کی باری نہیں آئی۔“

”یا ہیرمان اسٹر اس کی فکر میں؟“

”نہیں۔ ابھی وہ بھی نہیں۔“

”خیر آپ نہیں بتلاتے تو ہم آپ سے کھلو ابھی نہیں سکتے۔ لیکن معلوم ہو جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔“

لاار نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ وہ ایسی باتوں میں آنے والا نہ تھا۔

باوجود اپنے مہانوں کی کم گوئی کے اسکین لین اور میک مرڈو دونوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس تماشے کو وہ بھی دیکھیں گے۔ چنانچہ ایک دن علی الصباح جو میک مرڈو نے ان کو زینے پر سے اترتے سنا تو اس نے اسکین لین کو جگایا اور دونوں نے جلدی سے کپڑے پہنے۔ جب وہ کپڑے پہن چکے تو دیکھا کہ وہ دونوں دروازہ کھلا چھوڑ نکل گئے ہیں ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ لیکن چراغوں کی روشنی میں انہوں نے سڑک پر کچھ فاصلے سے دو آدمیوں کو دیکھا۔ وہ ان کے پیچھے بے پاؤں اور گہرے برف پر آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے۔

اقامت خانہ شہر کے کنارے تھا اور تھوڑی دیر میں وہ اس چوراہے پر آگئے جہاں شہر کی حد ختم ہوتی ہے۔ وہاں تین آدمی انتظار میں تھے۔ جن سے لاار اور اندروژ تھوڑی دیر گرم سخن رہے۔ اس سے پتا چلتا تھا کہ واقعی کام ایسا ہے جس میں زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ یہاں سے مختلف کانوں کو بہت سے راستے گئے تھے۔ ان اجنبیوں نے وہ راستہ اختیار کیا جو کراڈ ہل جاتا تھا۔ جہاں ایک بڑا کارخانہ زبردست ہاتھوں میں

تھا اور اس کا رخانے کے مستعد اور بے خوف نوانگلستانی مینجر جو شیڈن کی کوششوں کا بیجہ تھا کہ وہ اس دورِ دہشت میں اس کے یہاں کا شیرازہ بندھا ہوا تھا۔
 دن طلوع ہو رہا تھا اور مزدور ایک قطار میں آہستہ آہستہ ایک ایک یا کئی مل کے اس کے سیاہ راستے پر جا رہے تھے۔

میک مردو اور اسکین لین دوسروں میں مل گئے لیکن ان آدمیوں پر نظر لگائے ہوئے تھے جن کے پیچھے وہ آئے تھے۔ ایک گہرا گہر سب کو گھیرنے ہوئے تھا اس کے بیچ میں سے دفعۃً انجن کی سیٹی کی چیخ سنائی دی۔ کھٹولوں کے نیچے اترنے اور دن کا کام شروع کرنے سے دس منٹ پہلے کی یہ گھنٹی تھی۔

جب وہ کان کے دہانہ کے گرد کھلے میدان میں پہنچے تو کوئی سوکان کن انتظار میں کھڑے اپنے پردے دے مارتے تھے یا انگلیاں پھونکتے تھے کیونکہ جاڑا کڑا کے کا تھا انجن گھر کی آڑ بکڑ کے اجنبی کھڑے ہو گئے۔ اسکین لین اور میک مردو دھاتی میل کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے جہاں سے سارا منظر ان کے سامنے تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ کان انجن جو مین ریس نامی ایک دراز ریش اور جسم اسکاچ تھا۔ انجن گھر سے نکلا اور سیٹی بجائی تاکہ کھٹولے کان میں اتارے جائیں۔ اسی وقت ایک دراز فرد، چھریے بدن کا نوجوان دہانہ کی طرف تیزی سے بڑھا۔ جب وہ آگے بڑھا تو اس کی نظر انجن گھر کی آڑ میں اس خاموش اور بے حرکت ٹوپی پر پڑی۔ مٹھ چھپانے کے لئے ان لوگوں نے اپنی ٹوپیاں نیچے تک منڈھلی تھیں اور کالر اور چڑھائے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے مینجر کے دل پر موت کا خوف طاری ہو گیا، لیکن فوراً ہی اس نے اس کو دور کر دیا اور اپنے فرض کی انجام دہی مقدم سمجھی۔

”تم کون لوگ ہو؟“ اس نے آگے بڑھ کر پوچھا ”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“
 جواب تو کوئی نہ ملا۔ لیکن بجائے جواب کے اندر روز آگے بڑھا اور اس کے پیٹ

میں ایک گولی مار دی۔ وہ سو کے سواکان کن کچھ اس طرح بے بس اور بے حرکت کھڑے تھے کہ گویا سانس سونگھ گیا ہے۔ میجر نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا اور تیار کر لیا۔ اس کے بعد وہ افغان و خیزان چلنے لگا، لیکن ایک دوسرے حملہ آور نے گولی مار دی کہ وہ ہیلو کے بل گر لیا اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔ من زلیں مارے غصے کے زور سے چھا او ایک لوہے کا دستہ لے کر قاتلوں پر بڑھا لیکن اس بے چارے کے چہرے پر دو گولیاں لگیں اور وہ وہیں گر کر مر گیا۔ کچھ کان کن غصے اور بے بسی کی آوازوں کے ساتھ ہمت کر کے آگے نکلے۔ لیکن انہوں نے دوڑنے اپنے چھ ضرعی ہو میں ان کے سروں پر فیر کئے جس سے وہ مجمع منتشر ہو گیا۔ یہاں تک کہ بعض درمیاں تک اپنے گھروں میں بھاگ گئے جب چند دلیر جمع ہوئے اور کان پر واپس آئے تو صبح کے کمر میں وہ قاتل فرار ہو چکے تھے۔ اور اب کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا کہ جو ان کو شناخت کر سکتا اور گواہی دیتا کہ ہاں انہوں نے سوا آدمیوں کے سامنے ان کی آن میں دو قتل کئے۔

اسکین لین اور میک مردو اپنے گھر واپس آ گئے۔ اسکین لین کا جوش سرد ہو گیا تھا۔ کیوں کہ یہ پہلا قتل کا واقعہ تھا جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ تماشاً ایسا دل چسپ نہیں ہے جیسا کہ نظر آتا تھا۔ واپسی کے وقت ان کو میجر متونی کے بیوی بچوں کے نالہ و شیون کی آواز سنائی دیتی تھی۔ میک مردو خیالات میں غرق اور خاموش تھا۔ لیکن اس نے اپنے ساتھی کے خیالات سے ہمدردی کا اظہار نہ کیا۔

”اونٹہ۔ یہ تو ایک جنگ ہے“ وہ کتا ”ہمارے اور ان کے درمیان جنگ نہیں تو

اور کیا ہے؟ اور جب ہمارا بس چلتا ہے تو ہم بھی اپنا پورا بدلہ لیتے ہیں۔“

اس روز رات کو لاج کے کمرے میں خوب رنگ رلیاں منائی گئیں۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ کروہل کے میجر اور انجنیر کو قتل کیا تھا جس سے اس کمپنی کا دوسری ہیبت اور چوتھ دہندہ کمپنیوں کے زمرے میں آنا یقینی تھا، بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ایک دو

دراز مقام پر بھی لاج کہ خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب نمائندہ
 ضلع نے ورسیا میں پانچ مشورہ آدمی کا ربر آری کے لئے بھیجے تھے تو اس نے مطالبہ کیا
 تھا کہ ورسیا سے بھی تین آدمی خفیہ منتخب کئے جائیں اور اسٹیک رائل کے ولیم ہیلنس کے
 قتل کے واسطے بھیجے جائیں۔ یہ ولیم ہیلنس گل مرین ضلع میں نہایت مشہور اور ہر دل غریزہ
 کان دار تھا۔ اس کی نسبت خیال تھا کہ دنیا بھر میں اس کا کوئی دشمن نہیں ہے کیوں کہ
 وہ ہر طرح سے ایک بہترین کان دار تھا۔ تاہم وہ اپنے کام لینے میں زرا سخت تھا اور سہا
 وجہ سے چندے نوش اور کاہل ملازموں کو اس نے علیحدہ کر دیا تھا جو سب کے سب
 اس طاقتور جماعت کے رکن تھے۔ اس کان دار کے مکان پر گننام دھمکی کے شہادت
 آویزاں ہوتے لیکن اس کے ارادے میں ضعف نہ آیا۔ اس طرح ایک آزاد مہذب ملک
 میں یہ بے چارہ موت کا مستحق قرار دیا گیا۔

یہ ہم خاطر خواہ انجام کو پھونچی تھی۔ اس جماعت کا سرگروہ ڈب بالڈون تھا جو سال
 کے بعد ہی والی مغز جگہ پر بیٹھا تھا۔ اس کے اترے چہرے اور چمیلی اور خونگوں آنکھوں
 سے مے نوشی اور بے خوابی پائی جاتی تھی۔ گزشتہ رات اس نے اور اس کے ساتھیوں
 نے پہاڑوں میں گزاری تھی۔ وہ کثیف اور سال خورد تھے۔ لیکن کسی بہادر کا بھی اتنا
 پر جوش خیر مقدم نہ کیا گیا ہوگا جتنا کہ ان تینوں کا ان کے ساتھیوں نے کیا۔
 انہوں نے بار بار قصہ دہرایا، لوگ سن کر ہنستے اور خوش ہوتے قصہ یہ تھا کہ
 وہ اپنے شکار کی گھات میں لگے تھے جب کہ وہ رات کے وقت مکان واپس جا رہا تھا۔
 یہ تینوں ایک ڈھلوان پہاڑی کی چوٹی پر جا بیٹھے تھے جہاں اس کا گھوڑا مجبوراً قدم قدم
 چلنا۔ وہ سردی سے بچنے کے لئے اس قدر ملبوس تھا کہ اپنا پسٹول نہ نکال سکا۔ انہوں
 نے اس کو کھینچ گولیوں پر گولیاں رسید کیں۔
 اس شخص سے ان میں کا کوئی آدمی بھی واقف نہ تھا لیکن نفس قتل ہی میں ان کے لئے

ہمیشہ کی دل آویزی تھی۔ اب انہوں نے گل مرٹن کے دونوں بریتا بت کر دیا تھا کہ
 درمیا کے آدمی بھی بھروسہ کے قابل ہیں۔ صرف ایک امران کے ناگوار خاطر سپینس
 آیا یعنی جب کہ وہ اس بے جان جسم میں اپنے پیچھے سر کر رہے تھے۔ تو ایک بے چارہ
 دہقانہ قسمت کا مارا اپنی زوجہ کے ساتھ ادھر آ نکلا۔ پہلے تو کسی نے کہا کہ ان دونوں
 کو بھی گولی سے اڑا دینا چاہئے لیکن جوں کہ وہ بے ضرر لوگ تھے اور ان کا کوئی تعلق
 کانوں سے نہ تھا اس لئے ان کو نہایت سختی سے ڈانٹ دیا گیا کہ خاموشی سے چل جاؤ
 اور زبان بند رکھو ورنہ تمہاری بھی تیر نہیں۔ اس طرح وہ خون آلودہ جسم چھوڑ دیا گیا۔
 تاکہ دوسرے کان دار اس سے عبرت حاصل کریں اور یہ تینوں شریف منتقم ہاڑوں میں
 جا چھپے۔

دونوں کے لئے یہ دن بہت ہی مبارک تھا۔ وادی پران کا سکہ خوب بٹھا ہوا
 تھا۔ لیکن جس طرح ایک ہوشیار خیر نفع کے لئے ایسا موقع تلاش کرتا ہے کہ اس وقت
 کی کوشش اور محنت سے دشمن کو سنبھلے تک کا بھی موقع نہ دے۔ اسی طرح باس
 میک گنٹی نے بھی اپنی پرکینہ آنکھوں سے اپنے میدان کارزار پر نظر ڈالی اور اس نے
 حریفوں پر حملہ کرنے کی ایک نئی تدبیر نکالی۔ اسی رات جب وہ نیم مست مجمع منتشر ہو گیا
 تو اس نے میک مرد کا بازو پکڑا اور اس کو کمرے میں لے گیا۔ جہاں اس سے پہلے
 ملاقات کی تھی۔ کہنے لگا۔

” عزیز من، دیکھو میں نے بالآخر تمہارے لائق ایک کام ڈھونڈا ہے ہی نکالا

اس کا کرنا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے“

” اس کے سننے سے مجھے بہت فخر حاصل ہوا“ میک مرد نے جواب دیا

” تم اپنے ساتھ دو آدمیوں، مین ڈرس اور ریلی کو لے جاؤ۔ ان کو تیار رہنے
 کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ ان اطراف میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے جب تک چسپٹر

رنگا کس کی فریاد سنی جائے اور اگر تم سے زیر کر سکو تو ان اضلاع کے ہر لاج پر احسان
رہے گا۔“

”میں اپنے امکان بھر کوشش کروں گا۔ وہ کون ہے اور کہاں ملے گا؟“
میک گنٹی نے اپنا ہمیشہ کا ساتھی ادھ چبا ادھ دھنلا سگار اپنے منہ کے گوشے
سے نکالا اور اپنی باض سے ایک ورق پھاڑا اس پر ایک شکل سی کھینچنے لگا۔
”وہ آئرن ڈائنگ کمپنی کا جمعدار ہے وہ بڑا گھاگ ہے اور جنگ کے زمانے کا
تجربہ کار۔ اس کے بدن کا رویاں رویاں پختہ کاری کا ثبوت ہے۔ ہم نے دو مرتبہ
اس پر ہاتھ چلایا لیکن قسمت نے یاوری نہ کی اور جم کارناوے کی توجان ہی اس کے
نذر ہوئی۔ اب اس کا بدلہ لینا تمہارے ذمے ہے۔ یہ مکان ہے؛ آئرن ڈائنگ چوراہے
پر بس یہی اکیلا مکان ہے جیسا میں نے اس نقشے میں بنایا ہے اور اس کے آس پاس
کوئی مکان بھی نہیں ہے۔ دن کے وقت جانا تو فضول ہے۔ وہ ہر وقت مسلح رہتا ہے۔
نشانے کا تیز اور جلد باز ہے۔ سوال تک بھی نہیں کرتا۔ لیکن رات کے وقت — تو
وہاں وہ رہتا ہے، اس کی بیوی تین بچے اور ایک نشانہ باز ملازم ہے۔ تم کو انتخاب
کرنے کا موقع نہیں ہے تو سب نہیں تو ایک بھی نہیں۔ اب اگر تم گلے دروازے پر
ایک بورا بارود رکھو اور اس میں ایک دیر کار فٹیلہ لگا دو تو —“

”اس شخص نے کیا کیا ہے؟“

”اسی۔ ارے میں نے کہا نہیں کہ جم کارناوے کو اس نے قتل کیا۔“

”اس کو کیوں قتل کیا؟“

”تمہاری بلا سے۔ تمہیں اس سے کیا غرض۔ کارناوے رات کو اس کے مکان

کے پاس گیا تھا اور اس نے اس کے گولی مار دی۔ بس میرے تمہارے لئے اتنا ہی
کافی ہے۔ اب اس کا عوض لینا تمہارا کام ہے۔“

”دو عورتیں اور بچے بھی تو ہیں؟ کیا ان کا بھی یہی حشر ہوگا“

”ہاں ان کا بھی، ورنہ اس تک کیسے پھونچیں گے؟“

”ان بے چاروں نے کیا کیا ہے ان پر تو یہ زیادتی ہوگی۔“

”ارے تم کسی باتیں کرتے ہو؟ تو کیا تم کو اس کام سے انکار ہے“

”قصور معاف۔ میں نے اب تک ایسی کوئی بات کی ہے یا کہی ہے جس سے آپ کو

یہ خیال ہوا کہ میں اپنے ہی لاج کے سالار کے حکم سے سرتابی کروں گا۔ اگر صحیح ہے تو اوہ غلط ہے تو یہ آپ کے فیصلہ کرنے کی بات ہے“

”تو تم اسے انجام دو گے؟“

”میں ضرور انجام دوں گا“

”کب؟“

”مجھے ایک رات یا دو رات کی مہلت دیجئے تاکہ اپنی تدابیر مکمل کر لوں تب...“

”اچھا“ میک گنٹی نے اس کا ساتھ ہلا کر کہا ”یہ میں نے تمہارے اوپر چھوڑا،

جس دن اس کی خبر لاؤ گے وہ دن بہت ہی مبارک ہوگا۔ بس یہ آخری ضرب ہے جس سے سب کے حواس درست ہو جائیں گے“

میک مردو نے اس بارگی سپرد کردہ مہم پر بہت غور و خوض کیا۔ وہ اکیلا

مکان جس میں چسٹر ولکا کس رہتا تھا، ایک قریب کی واوی میں تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔ اسی رات وہ تنہا اس کوشش کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ جب دیکھ بھال

کے بعد لوٹا تو صبح ہو چکی تھی۔ دوسرے دن اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ڈرس

ایلی سے ملاقات کی۔ یہ دونوں نوخیز تھے اور اس مہم سے خوش تھے کہ گویا ان کے لئے ہرن کا شکار ہاتھ آیا۔ دو رات بعد وہ شہر کے باہر ملے، تینوں مسلح تھے اور ایک ان میں وہ بورا لے ہوئے تھا جو سنگی چٹان کے اڑانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ جب وہ

اس اکیلے مکان تک پہنچے تو رات کے دو بج چکے تھے۔ رات بھی عجیب تھی کہ بادل کے ٹکڑے چاند پر سے جلد جلد گزر رہے تھے۔ ان کو اطلاع مل چکی تھی کہ محافظ کتوں سے اندیشہ ہے اس لئے وہ بہت ہی ہونگ ہونگ کے قدم بڑھا رہے تھے۔ لپستوں ان کے ہاتھوں میں تیار تھے لیکن سوائے ہوا کی سائیں سائیں کے دوسری آواز نہ تھی اور شاخوں کے ہلنے کے علاوہ دوسری حرکت تک نہ تھی۔ میک مردو نے اس اکیلے مکان کے دروازے پر جا کر سنا تو اندر سناٹا پایا۔ تب اس نے بارود کا تھیلہ رکھ دیا، اپنے چاقو سے اس میں ایک سوراخ کر دیا۔ اور فٹیلہ لگا دیا جب وہ سلگنے لگا تو وہ اور اس کے دونوں ساتھی بھاگ نکلے اور کچھ دور جا کر ایک خندق میں پناہ گزیں ہوئے کہ اتنے میں بڑے زور کا دھماکا ہوا۔ جس کے ساتھ عمارت کے گرنے کی سرسراہٹ بھی سنائی دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کا کام پورا ہو گیا۔ اس الجھن کے تمام کارناموں میں ایسا صاف ہاتھ کسی نے بھی نہ چلایا تھا۔ لیکن افسوس کہ اس قدر اہتمام اور انتظام سے جس کا بندوبست کیا گیا اس کا انجام کچھ بھی نہ نکلا۔ دوسرے لوگوں کے حشر سے آگاہ ہو کر اور نیز یہ سمجھ کر کہ اس پر بھی نظر ہے، چیٹر و لکاس ایک روز پہلے ہی اپنے بیوی بچوں سمیت ایک غیر معروف لیکن محفوظ مکان میں منتقل ہو گیا۔ جہاں اس کی حفاظت کے لئے پولس کا ایک گارڈ بھی متعین تھا۔ بارود نے جس مکان کا کام تمام کیا وہ خالی مکان نکلا اور وہ بڑھا جنگی دفعتاً حسب دستور سابق انتظام اور انصرام میں مصروف تھا۔

”اُسے مجھی پر چھوڑ دو“ میک مردو نے کہا ”وہ میرا آدمی ہے اور میں اسے لے کے چھوڑوں گا۔ چاہے سال بھر تک انتظار کرنا پڑے“

بھرتے لاج میں میک مردو پر اعتماد کا ووٹ پاس کیا گیا اور اس وقت یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ چند ہفتے بعد جب یہ خبر اخباروں میں پھیلی کہ کسی کمین گاہ سے ولکاس پر حملہ کیا گیا تھا تو سب سمجھ گئے کہ میک مردو ابھی تک اپنے نامکمل کام کی تکمیل میں

مصروف ہے۔

انجمن احرار کے یہ طور طریقے تھے اور دونوں کے یہ کارنامے تھے جنہوں نے اس بڑے اور زرخیز ضلع پر ایک دور خون و دہشت کا طاری کر رکھا تھا۔ کیا فائدہ کہ ان کے کارناموں سے یہ اوراق سیاہ کئے جائیں؟ کیا اب تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ ان آدمیوں اور ان کے طریقوں کو تیلانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہ کارنامے اب صفحات تاریخ میں درج ہیں اور جوان کی ورق گردانی کرے گا اس کو پوری پوری تفصیل ملے گی۔ اس سے پتا لگے گا کہ پولس کے دو جوان ہینٹ اور ایونسن کس طرح قتل کئے گئے۔ ان بے چاروں نے انجمن کے دو اراکین کو گرفتار کرنے کی ہمت کی تھی بس پھر کیا تھا۔ درسیا لاج میں معاملہ سخت و بڑا ہوا اور نہایت بے دردی سے انجام دیا گیا۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مسز لاربی کیسے قتل ہوئی۔ اس بے چاری کے شوہر کو باس میگ گنٹی کے حکم سے اٹا مارا گیا تھا کہ وہ بے دم ہو گیا تھا۔ وہ بے چاری اس کی تیمارداری کر رہی تھی کہ اس کو بھی بندوق کا نشانہ بنا دیا۔ جنکین کبیر کا قتل اور اس کے بعد ہی اس کے بھائی کا قتل، جیمس مرڈاک کے ناک کان کاٹ جانے قبیلہ اسٹاف ہاؤس کا اڑا دیا جانا اور اسٹڈالون کا قتل یہ سب واقعات ایک ہی سرما میں ظہور میں آئے حقیقتاً اس وادی پر خوف پر ایک نحوست چھائی ہوئی تھی۔ بہار کے زمانے میں چشمے بہتے تھے اور پھول کھلتے تھے۔ غرض کہ فطرت کی ہر شے کے لئے امن و سکون تھا لیکن اگر نہ تھا تو ان مردوں اور عورتوں کے لئے جو اس ظلم اور تعدی کی وجہ سے پسے جاتے تھے۔ ان بے چاروں پر اس سے بڑھ کر کبھی نحوست نہیں طاری ہوئی تھی جیسی کہ ۱۸۴۵ء کے گرما کے اوائل میں۔

چھاباب

خطرہ

۔۔۔

جور و جفا کا یہ دور اب اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ میک مرد و اب تک معین اول بن چکا تھا اور ایک دن اُمید کی جاتی تھی کہ وہ میک گنٹی کے بعد سالار ہو جائے گا۔ انجمن کے جلسوں اور مشوروں میں میک مرد و کا وجود اب اتنا ضروری ہو گیا تھا کہ کوئی کام بغیر اس کی اعانت اور مشورے کے انجام نہ پاتا تھا۔ جتنا وہ احرار میں ہر دل عزیز ہو گیا۔ اتنا ہی ورسیا کی گلیوں میں اس پر گالیوں کی پوچھا زیادہ پڑنے لگی۔ باوجود دہشت زدہ ہونے کے شہر والے ان ظالموں کے مقابلے کے لئے ہمت کر رہے تھے۔ لاج تک بھی یہ خبر پھینچی تھی کہ ہیر لڈ کے دفتر میں خفیہ جلسے منعقد ہوئے ہیں اور یہ کہ امن پسند شہریوں میں ہتھیار بھی تقسیم کئے گئے ہیں۔ لیکن میک گنٹی اور اس کے آدمی ایسی خبروں کو خاطر میں بھی نہ لاتے تھے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، ارادے کے وہ پکے تھے اور ہتھیار بھی خوب رکھتے تھے۔ برخلاف اس کے ان کے حریف جدا جدا اور بے بس تھے۔ اس سب کا انجام ہی ہو گا کہ گزشتہ کی طرح یہ سب تدبیریں پادر ہوا ثابت ہوں گی بہت سے بہت چند گرفتاریاں عمل میں آجائیں گی۔ اس طرح میک گنٹی اور دوسرے من چلے اپنے دلوں کو سمجھاتے تھے۔

مٹی کا مہینہ تھا، ہفتہ کی شام تھی۔ لاج کے جلسوں کے لئے ہفتہ ہی مقرر تھا۔ میک مرد و اپنے گھر سے نکل ادھر جا ہی رہا تھا کہ ماس نامی حُر جو سب میں کمزور و طبع

طبع تھا اس سے ملنے آیا۔ اس کے بشرے سے پریشانی رہویدیا تھی۔ چہرہ آترا ہوا تھا۔
 ”مسٹر میک مرڈو کیا آزادانہ گفتگو کا موقع ہے؟“

”یقیناً“

”مجھے اب تک یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے راز کی باتیں کی تھیں اور آپ نے
 اب تک ان کو اپنے سے نہ بڑھنے دیا۔ اگرچہ خود باس آپ سے پوچھنے آیا تھا۔
 ”جب آپ نے مجھ پر اعتبار کیا تو اس کے سوا میں اور کیا کرتا؟ اس کے یہ معنی
 نہ تھے کہ میں آپ کے قول سے متفق تھا۔“

”میں اسے بخوبی جانتا ہوں۔ لیکن آپ ہی ایسے ہیں کہ آپ سے راز کی باتیں کہنے پر
 بھی میں محفوظ رہ سکتا ہوں۔ میرے دل میں ایک راز ہے (اس نے اپنے سینہ پر ہاتھ
 رکھا) جس کی وجہ سے میرے تن بدن میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔ کاش کہ میرے سوا
 آپ میں سے کسی تک یہ راز پھنچتا۔ اگر میں کمروں تو یقین ہے کہ اس کا انجام میری موت
 ہوگا۔ اگر نہ کمروں تو ہم سب کا خاتمہ یقینی ہے۔ خدا پناہ میں رکھے۔ میرے تو ہوش گم ہیں۔“
 میک مرڈو نے اب اس پر ایک نظر ڈالی۔ اس کا عضو عضو کانپ رہا تھا۔ اس نے
 ایک جام بھرا اور اس کو دیا۔ کہنے لگا۔

”لیجئے۔ آپ جیوں کے لئے یہ آکسیر ہے۔ اب سنائیے کیا قصہ ہے؟“
 ماس نے وہ جام پی لیا اور اب اس کے سفید چہرے پر کچھ رنگت سی آگئی۔ کہنے لگا۔
 ”لیجئے بس ایک ہی جملہ میں آپ سے کہے دیتا ہوں۔ ایک سراغ رساں ہمارے فکر
 میں ہے۔“

میک مرڈو نے تعجب سے اس پر نظریں جمادیں۔ جواب دیا۔

”اجی حضرت، آپ کے تو جو اس باختہ ہیں۔ کیا یہ مقام سراغ رساںوں اور پوس
 کے جوانوں سے بھرا ہوا نہیں ہے۔ انھوں نے اب تک ہم کو کیا نقصان پہنچایا؟“

نہیں ہیں۔ یہ کوئی دلہنی آدمی نہیں ہے۔ بقول آپ کے ہم ان سے واقف ہیں اور وہ کم کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے بن کرٹن کا نام سنا ہے؟“

”میں نے اس نام کے شخص کا کہیں ذکر پڑھا ہے۔“

”تو آپ میری بات کا اعتبار کیجئے کہ اگر اس کا کوئی آدمی ہماری پیچھے لگ گیا تو ہمارا دل خیر نہیں۔ یہ کوئی ایسا ویسا سرکاری معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ نہایت مصمم ارادہ کے ساتھ یہ معاملہ اٹھایا گیا ہے۔ جس کو انجام تک پھینچنا ہے اور جب تک انجام حاصل نہ ہو جائے خواہ کسی طرح بھی ہو کوشش برابر جاری رہے گی۔ اگر نگرٹن کا آدمی پیچھے پڑ گیا تو ہم سب کا فائدہ ہے۔“

”ہم اسے بھی قتل کر دیں گے۔“

”ہاں۔ آپ کے ذہن میں یہی خیال سب سے پہلے آیا۔ یہ کیفیت لاج میں بھی ہو گی میں کہتا نہ تھا کہ اس کا انجام قتل ہو گا۔“

”لیکن قتل ہے کیا؟ ان اطراف میں یہ جنس تو بہت ارزاں ہے۔“

”بے شک ہے، لیکن یہ میرا کام نہیں کہ میں مقتول کو بھی مشخص کر دوں۔ میری تو زندگی و باں ہو جائے گی، لیکن ممکن ہے کہ آفت ہماری ہی گردنوں پر آئے۔ خدا کے واسطے تباہی میں کیا کروں۔“ وہ اس تذبذب میں کانپنے لگا۔

لیکن میک مرڈو پر بھی اس کے الفاظ نے کافی اثر پیدا کر دیا تھا۔ اتنا تو معلوم ہوتا تھا کہ خطرہ کو وہ بھی اہم سمجھتا ہے اور اس کے تدارک کے لئے تدابیر کو ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس نے ماس کے گدھے پر ہاتھ رکھا اور نہایت متانت سے اس کو ہلایا۔ جوشِ فکر میں الفاظ زبیا چا کر کہنے لگا۔

”سنئے حضرت۔ یہاں بیٹھ کے عورتوں کی طرح رونے کے تو کوئی معنی نہیں۔ اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہم کو واقعات تباہی سے وہ شخص کون ہے؟ کہا

رہتا ہے؟ آپ نے اس کا ذکر کیسے سنا؟ آپ میرے پاس کیوں آئے؟
 ”میں آپ کے پاس اس لئے آیا کہ آپ کے علاوہ مجھے اصلاح مشورہ دینے والا کوئی
 نہیں ہے۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہاں آنے سے پہلے میرا یورپ میں ایک کام تھا
 تھا۔ میں نے اپنے پیچھے اچھے دوست چھوڑے تھے جن میں سے ایک تارکھدر میں ملازم ہے
 یہ دیکھنے کل ہی ایک خط ان کے پاس سے آیا ہے شروع میں بھی لکھا ہے۔ آپ خود اسے
 پڑھ سکتے ہیں۔“

میک مرڈونے جو کچھ پڑھا وہ حسب ذیل ہے :-
 ”آپ کی طرف دونوں کا کیا حال ہے؟ ہم تو اخباروں میں بہت کچھ ان کے
 متعلق پڑھتے ہیں۔ آپس میں تو میں آپ سے مفصل کیفیت سننے کا متوقع
 ہوں۔ پانچ بڑی بلدیوں اور دو کمپنیوں نے اس معاملہ کے سرانجام کا بیڑا
 اٹھایا ہے۔ ان کا ارادہ مصمم ہے اور آپ یقین جانیئے وہ انجام تک پہنچنے کے
 رہیں گے۔ اس کی انہوں نے قسم ہی کھالی ہے۔ ان کے ایما سے نگرٹن نے
 اس کام کو ہاتھ میں لیا ہے اور اس کا بہترین کارکن برڈی ایڈورڈس اس پر
 مامور کیا گیا ہے۔ اب وقت ہے کہ معاملہ کو فوراً روک دیا جائے۔“
 ”اب زرا پس نوشتہ بھی پڑھئے۔“

”لیکن یہ جو کچھ میں نے اطلاع دی یہ سرکاری طور پر سرانجامی فرائض میں
 مجھ کو معلوم ہوا، آگے کا پتا نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ دن بھر بیانات بھیجتے
 رہو اور یہ پتا تک نہ لگے کہ ان کا مطلب کیا ہے۔“
 میک مرڈو خط ہاتھ میں لئے تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا۔ گویا اس کے سامنے سے پردہ
 اٹھ گیا تھا اور اب اس کو قعر عمیق نظر آتا تھا۔ پوچھنے لگا۔
 ”کسی اور کو بھی اس کی اطلاع ہے؟“

”میں نے تو کسی سے نہیں کہا“

”لیکن یہ حضرت آپ کے دوست کیا ممکن ہے کہ لسی اور کو بھی انہوں نے اسی

”کہا ہو“

”ہاں جہاں تک مجھے معلوم ہے ان کی ایک یا دو لوگوں سے اور ملاقات ہے“

”لاج والوں سے؟“

”غالباً“

”میں نے اس لئے پوچھا کہ شاید اس نے برڈی ایڈورڈس کا حلیہ کہیں لکھا ہو۔ پھر

ہم اس کا سراغ لگا سکیں گے“

”ہاں ممکن ہے۔ لیکن میں نہیں خیال کرتا کہ وہ اس کو جانتے بھی ہوں گے۔

انہوں نے تو محض وہ خبر دے دی جو سرکاری حیثیت سے ان کو معلوم ہوئی۔ ان کو کیا

معلوم کہ یہ نیکرٹن والا آدمی کون ہے“

”میک مرڈو چونک پڑا۔ چلا کر کہا:“

”بس پالیا۔ میں بھی کیا بے وقوف تھا کہ اب تک نہ پہچانا۔ واللہ ہم بھی خوش قسمت

ہیں۔ اس کے نقصان پھنچانے سے پہلے ہم اس کو لے ڈالیں گے۔ سنئے حضرت کیا آپ

اس معاملہ کو میرے ہاتھوں میں چھوڑتے ہیں؟“

”بے شک میرے ہاتھوں سے تو نکال ہی لیجئے۔“

”یہی کرتا ہوں۔ آپ پس پردہ ہی رہیں اور مجھے سب کچھ کرنے دیجئے۔ آپ کا

نام تک بھی نہ آئے گا۔ میں سب کچھ اپنے اوپر لے لوں گا۔ گویا یہ خط میرے ہی پاس آیا ہے

آپ اس سے خوش ہیں؟“

”یہی میری تمنا تھی۔“

”تو بس اس کو ہیں تک رہنے دیجئے اور اپنی زبان بند رکھئے۔ اب میں لاج جاتا

ہوں اور فوراً حضرت نیکرٹن کا بندوبست کرتا ہوں وہ مجھ کو کیا یاد کریں گے؟
 ”آپ اس کو قتل تو نہ کریں گے؟“

”جناب آپ کو جتنا کم معلوم ہو اتنا ہی آپ کے نفس کے لئے بہتر اور اسی قدر آرام سے
 آپ سو سکیں گے۔ کچھ پوچھتے مت، معللے کو اب چلنے دیجئے۔ اب میں نے اپنے ہاتھوں
 میں لے لیا ہے۔“

مارس نے چلتے وقت انسر دگی سے سر ہلایا۔ رنجیدہ ہو کر کہا:-

”مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خون میری گردن پر ہے۔“

”کچھ ہو حفاظت نفس کا نام تو قتل نہیں ہے۔“ میک مروڈ نے مسکرا کر کہا ”یا تو وہ

نہیں یا ہم نہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس وادی میں ہم نے اگر زیادہ عرصے تک اس کو
 رہنے دیا تو وہ ہم سب کو تباہ کر دے گا۔ اجی حضرت اجی مارس صاحب آپ کو تو سالار
 بنانا چاہیے۔ آپ نے تو آج لاج کو بچا لیا۔“

تاہم اس کی حرکات و سکنات سے پتا چلتا تھا کہ اس نئے واقعہ نے اس پر اس سے
 زیادہ اثر کیا ہے جتنا کہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ اس کے مجرمانہ ضمیر
 کی طرف سے ہو یا نیکرٹن کے انتظامات نے یہ اثر پیدا کیا ہو یا یہ خیال آیا ہو کہ دونوں
 کے نیست و نابود کرنے کی بڑی دولت مند کمپنیوں نے ٹھان لی ہے۔ بہر حال اسباب
 کچھ بھی ہوں۔ اس کے حرکات ایسے تھے کہ گویا وہ سخت ترین آفت کے لئے تیاری کر رہا ہے
 گھر سے جانے سے پہلے اس نے ہر وہ کاغذ دیا جس سے اس پر حرف آتا۔ اس کے بعد
 اطمینان سے اس نے ایک گہرا سانس لیا کیونکہ اب وہ سمجھتا تھا کہ وہ بالکل محفوظ ہے تاہم
 اس پر خطرے کا اتنا اثر ضرور تھا کہ لاج جاتے وقت وہ بڑھے شیف رٹ کے یہاں بھی گیا۔
 اس مکان میں اس کا داخلہ ممنوع تھا لیکن جب اس نے کھڑکی پر دستک دی تو اسی فوراً
 نکل آئی۔ اس کے عاشق کی نگاہوں میں اب وہ پہلی سی رونق اور تکنت نہ تھی۔ اس کے

بڑے سے اس نے پچھانا کہ وہ خطرے میں ہے۔ چنانچہ کہنے لگی۔
 ”کوئی مصیبت آپری ہے پیارے جبکہ تم خطرے میں معلوم ہوتے ہو“
 ”نہیں پیاری ابھی کچھ گزرا نہیں ہے لیکن پیش تر اس کے کہ صورت بد سے بدتر
 ہو جائے ہم کو نکل چلنا چاہیے“
 ”نکل چلنا چاہیے!“

”ہاں میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ایک نہ ایک دن ہم چل نکلیں گے۔ میں سمجھتا
 ہوں کہ وہ وقت قریب آگیا ہے۔ آج رات مجھے خبر ملی اور بہت بڑی خبر۔ اور اب مصیبت
 آتی معلوم ہوتی ہے“
 ”پولس کی؟“

”نہیں۔ پکڑن کی۔ لیکن پیاری دل بر تم یقیناً اس سے کچھ نہ سمجھی ہونگی اور نہ تم کو
 یہ اندازہ ہوا ہوگا۔ کہ مجھ جیسے لوگوں کے لئے اس کے کیا معنی ہیں۔ میں اس معاملہ میں ہمہ
 پھنسا ہوا ہوں۔ لیکن ممکن ہے کہ مجھے اس سے جلد نکلنا پڑے۔ تم نے کہا تھا کہ اگر میں چلا
 تو تم بھی میرے ساتھ چلو گی“

”ہاں پیارے جبکہ! تمھاری تو اس میں نجات ہو جائے گی“
 ”ایسی ستوں میں ایک حد تک صاف گو اور دیانت دار آدمی ہوں۔ میں دنیا کی دد پلٹ
 لات مار دوں گا۔ لیکن تمھارے نازک سر کا ایک بال تک نہ بیکا ہونے دوں گا۔ اور نہ میں
 تم کو اس آسمانی تخت سے ذرہ بھر بھی اتاروں گا۔ جہاں اپنے خیال میں میں ہمیشہ تم کو
 بیٹھا دیکھتا ہوں۔ اچھا کہو مجھ پر بھروسہ کرو گی؟“
 اس نے بلا کچھ کہے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

”اچھا تو جو میں کہوں اسے سنو اور جیسا میں حکم دوں اس پر عمل کرو۔ کیوں کہ سوائے
 اس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ میرا رویاں رویاں گواہی دے رہا ہے کہ اس وادی

میں کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ ہم میں سے بہتوں کو اپنی خیر منانی پڑے گی۔ کم از کم مجھ کو تو ضرور
اگر میں جاؤں خواہ رات کے وقت یا دن کے وقت تو تم کو میرے ساتھ چلنا چاہیے۔
”میں تمہارے بعد آؤں گی“

”نہیں۔ نہیں تم کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اگر یہ وادی مجھ پر تنگ کر دی گئی اور میں
پھر کبھی نہ آسکا۔ تو میں تم کو کیسے چھپے چھوڑ سکتا ہوں۔ میرا تو یہ حال ہوگا کہ پولس سے
روپوش ہوتا پھروں گا اور پھر سپاٹیم تک بھجنے کا موقع نہ ملے گا۔ میرے ساتھ ہی تم کو
بھی چلنا ہوگا۔ جہاں سے میں آیا ہوں وہاں ایک اچھی عورت میری دوست رہتی ہے اور
شادی ہونے تک میں تم کو اسی کے پاس رکھوں گا۔ تو کیا تم چلو گی؟“
”ہاں پیارے میں چلوں گی۔“

”خدا تمہیں مجھ پر بھروسا کرنے کا اجر دے۔ اگر میں اس سے ناجائز فائدہ اٹھاؤں
تو بے شک میں دوزخ کا کندہ ہوں گا۔ اچھا ایسی سنو، میں صرف ایک لفظ کہلا بیجوں گا
اور جب وہ تمہارے پاس پہنچے تو تم ہر چیز کو چھوڑ کے فوراً ڈپو کے کمرے میں چلی جانا اور
میرے آنے تک وہیں بیٹھنا۔“

”پیارے رات ہو یا دن میں اس لفظ پر فوراً چلی آؤں گی۔“
اب جب کہ اس نے اپنے بچاؤ کی تدابیر اتنی کر لی تھیں اسے کسی قدر اطمینان ہوا
اور وہ اب لاج کی جانب چلا۔ جلسہ پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ نہایت پیچیدہ فرقہ
اور رفر رفر کے تیلانے پر وہ بیرونی اور اندرونی پہروں سے گزر سکا۔ جیسے ہی داخل
ہوا خوشنودی اور مرجبا کی صداؤں نے خیر مقدم کیا۔

وہ وسیع کمرہ اس وقت بھرا ہوا تھا اور تبا کو کے دھوئیں میں سے اس کو وہ سیاہ
سہارا نظر آیا، بالڈون کا ظالمانہ اور غیر دوستانہ بشرہ دکھائی دیا، معتمد ہیروے کی
کرگسی صورت نظر آئی اور درجن بھر اور لوگ نظر آئے۔ بولاج کے عمائد میں شمار ہونے

کے۔ اسے کس ہونے کا اس کی خبر پر غور و مشورہ کرنے کے لئے سب کے سب وہاں
موجود تھے۔

برادر ہم محارے اے سے بہت خوش ہوئے " صدر نشین نے کہا " آج
ایک ایسا معاملہ درپیش ہے جس کے لئے سلیمان صفت شخص کی ضرورت ہے "
جب وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تو اس کے برابر والے نے کہا:

" وہ معاملہ لینڈر اور ایگن کا ہے۔ دونوں اس رقم کے دعوے دار ہیں جو لاج نے
اسٹائل ٹاون میں گریب نامی ایک شخص کے قتل کرنے پر دنیا منظور کی تھی۔ اب سوال
یہ ہے کہ گولی کس نے ماری۔ "

میک مردو اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اس کے چہرے کا رنگ دھلکھک
سب کا خون خشک ہو گیا۔ یک بارگی توقع کے ساتھ خاموشی چھا گئی۔ جلالت مآب سالار
اس نے نہایت میتن آواز سے کہا " میں طالب تقدم ہوں۔ "

" برادر میک مردو طالب تقدم ہیں " میک گنٹی نے کہا " یہ ایسی طلب ہے کہ
حسب قواعد لاج اسی کو تفوق حاصل ہے۔ اچھا برادر اب ہم ہمہ تن گوش ہیں۔ "
میک مردو نے جیب سے خط نکالا۔ کہنے لگا۔

" جلالت مآب سالار اور برادران، آج کے دن میں بڑی خبر لایا ہوں، لیکن بہتر
یہی ہے کہ ہم کو معلوم ہو جائے اور ہم اس بحث کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں ہم پر
کوئی ضرب کاری لگے جو ہم سب کا خاتمہ کر دے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس ریاست کی
سب سے طاقتور اور دولت مند جماعت نے ہم کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ بلکہ
اس وقت پنکٹن کا ایک سراغ رساں برڈی ایڈورڈس نامی اس وادی میں مشغول
کار ہے اور شہادت جمع کر رہا ہے جس سے ہم میں سے بہتوں کے گلے میں رسی پڑ جائیگی
اور قید کوٹھری میں تو ہم میں سے ہر شخص پھینچ جائے گا۔ یہ ہے وہ کیفیت جس کے لئے

میں تقدم کا طالب تھا“

کمرے پر اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔ صدر نے اس کو توڑا۔ پوچھا

”برادر میک مردو تمہارے پاس اس کا ثبوت کیا ہے؟“

”اس خط میں ہے جو مجھ تک پہنچا ہے“ میک مردو نے کہا اور خط زور سے پڑھا

”میں اس خط کے متعلق مزید تفصیلات نہیں بیان کر سکتا اور نہ آپ کے ہاتھوں میں

دے سکتا ہوں، اس میں میری عزت کا سوال ہے، لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں

سوائے اس کے اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو لاج کے منافع کے خلاف ہو۔ صورت حالات

جیسا مجھ تک پہنچی۔ میں نے پیش کر دی۔“

”جناب صدر مجھے یہ کہنے دیجئے کہ میں نے برڈی ایڈورڈس کا تذکرہ سنا ہے اور

مشہور ہے کہ نگرٹن کے جملہ آدمیوں میں وہ بہترین ہے“ ایک بزرگ برادر نے کہا۔

”کوئی اُسے پہچانتا بھی ہے،“ میک گنٹی نے پوچھا۔

”ہاں میں پہچانتا ہوں“ میک مردو نے کہا

مجلس میں حیرت و استعجاب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میک مردو نے مسکراتے ہوئے

سلسلہ سخن یوں جاری رکھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ ہماری مٹھی میں ہے اگر ہم جلدی اور ہوشیاری سے کام لیں

تو اس معاملہ کی جڑ ہمیں سے کاٹ سکتے ہیں۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کریں اور میری مدد کریں

تو پھر کسی بات کا ڈر نہیں“

”لیکن ہمیں ڈر ہو ہی کس بات کا سکتا ہے۔ اس کو ہمارے معاملات کی کیا خبر؟“

”جناب کونسلر۔ آپ کا فرمانا بجا ہے بشرطیکہ سب آپ ہی کی طرح وفادار ہوں۔ اس

شخص کی پشت پناہی کے لئے سرمایہ داروں کا کروڑوں کا سرمایہ ہے تو کیا آپ کے

خیال میں اس لاج میں کوئی ایسا برادر نہیں جو توڑا نہ جاسکے؟ وہ ہمارے رازوں تک

”مگر اسے کہہ دینا کہ اس نے ہائے ہوں۔ اس کا بس ایک ہی یقینی علاج ہے“
”کہ وہ اس دوا سے نہ بچنے پائے“ بالڈون نے کہا۔

میک مرڈون نے سر ہلایا کہنے لگا۔

”برادر بالڈون خوب کہا مجھ میں اور آپ میں اختلافات رہے ہیں لیکن آج آپ نے
بالکل صحیح کہا ہے“

”اچھا تو وہ ہے کہاں؟ اور ہم اس کو کیسے جانیں؟“

”جلالت ماب سالار“ میک مرڈون نے نہایت متانت سے کہا ”میں یہ عرض
کروں گا کہ یہ معاملہ ایسا نازک ہے کہ بھرے لاج میں اس پر بحث نہیں کی جاسکتی۔ حاشا وکلا
اس سے میرا منشا یہ نہیں کہ میں یہاں کسی کو مشہتہ سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر وہ شخص اڑتی سی
تیر بھی سن پائے گا تو پھر اس پر قابو پانے کا کوئی موقع نہ رہے گا، پس میں یہ درخواست
کروں گا کہ لاج ایک معتبر کمیٹی منتخب کرے جس میں جناب صدر آپ ہوں، اگر مجھے تجویزی
اجازت ہو، اور برادر بالڈون ہوں، ان کے علاوہ پانچ اور ہوں۔ اس وقت جو کچھ مجھے
معلوم ہے سب کچھ بیان کر دوں گا اور یہ بھی عرض کروں گا کہ میری ناقص رائے میں
کیا تدابیر اختیار کرنا چاہئے“

یہ تجویز فوراً منظور ہو گئی اور کمیٹی منتخب ہو گئی۔ صدر نشین اور بالڈون کے علاوہ
گرگس صورت معتمد ہیروے، نوجوان ظالم خونی نیشتر کرماک، خزانچی کارٹر اور دونوں
بھائی ولابی بھی تھے جن کی صفت یہ تھی کہ بالکل نڈر اور کسی بات سے رکنے والے نہ تھے۔
لاج کی حسب معمول رنگ رلیاں آج مختصر اور خاموش سی تھیں، کیوں کہ لوگوں کے
دلوں پر ایک ابر چھایا معلوم ہوتا تھا اور ان میں سے اکثروں کے ذہن میں تو یہ خیال
پہلی مرتبہ آیا کہ وہ مطلع جس کے زیر سایہ وہ اس قدر زمانے تک اطمینان سے بسر کر رہے
تھے، اب قانونی انتقام کے امکان سے ابراؤد ہو رہا ہے۔ جن عذابوں اور مصیبتوں

میں وہ اب تک دوسروں کو متلا کرتے رہے تھے وہ ان کی زندگی کا ایسا جزو بن گیا جس میں
کہ ان کے نزدیک مکافات عمل کا خیال بعید از قیاس ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے اب اور بھی
نہایت ناک معلوم ہوتا تھا کہ اس قدر قریب اور جلد آ گیا۔ چنانچہ وہ جلد منتشر ہو گئے اور اپنے
سرغنون کو مشورے کے لئے چھوڑ دیا۔

”اچھا اب کہو، میک مرڈو“ میک گنٹی نے کہا۔ ساتوں آدمی اپنی اپنی نشستوں
پر گویا بت بنے بیٹھے تھے۔

میک مرڈو نے یوں تشریح کرنا شروع کی۔

”میں نے ابھی کہا تھا کہ میں اس بڑی ایڈورڈس کو جانتا ہوں۔ اس کے تیلنے کی
غالباً ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس نام سے یہاں نہیں رہتا۔ میں بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا
ہوں کہ وہ بڑا دلیر آدمی ہے لیکن خردماغ نہیں ہے۔ اس نے اپنا نام یہاں اسٹیوڈسن
رکھا ہے اور ہابسن گلی میں رہتا ہے“
”تم کو کیسے معلوم ہوا؟“

”میں نے اس سے باتیں کی ہیں۔ اس وقت تو مجھے کچھ خیال بھی نہ ہوا اور اگر یہ خط
نہ آتا تو دوبارہ میں اس کی فکر بھی نہ کرتا، لیکن اب مجھے یقین ہے کہ یہ وہی شخص ہے۔
جب بدھ کے دن میں وادی میں گیا تھا تو ریل پر اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ہے
بڑی ٹیڑھی کھیر، مجھے کتا تھا کہ میں اخبار کا نمائندہ ہوں۔ اس وقت میں نے یقین کر لیا
چاہتا تھا کہ اپنے اخبار نیویارک پریس کے لئے دو دنوں اور ان کی وارٹوں کے
متعلق جو معلوم ہو سکے حاصل کرے۔ چنانچہ مجھ سے طرح طرح کے سوال کئے تاکہ اپنے اخبار
کو کچھ بھیج سکے۔ آپ شرط لگا سکتے ہیں جو میں نے کچھ بھی بتایا ہو۔ مجھے کہنے لگا، اگر مجھے
ایسا مواد مل جائے جو میرے ایڈیٹر کے پسند ہو تو میں اس کا معاوضہ دوں گا اور جو
دونگا۔ میں نے بھی اس کے خوش کرنے کو ادھر ادھر کی باتیں تبادلیں اور اس نے

کہ جس شخص کا زبیر سے حوالہ کر دیا۔ کہنے لگا اگر جو کچھ میں چاہتا ہوں سب تم مجھے

دے دو گے اس سے دین گنا اور دوں؟

”وہ تم سے آئے کیا کیا سب لیا۔“

”اور تم بڑی میں آیا کہہ دیا۔“

”تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ اخبار کا آدمی نہیں ہے؟“

”میرا بھی تھلا تا ہوں۔ وہ ہالسن گلی میں اتر اٹھا۔ میں بھی وہیں اتر گیا۔ اتفاق سے میں تار کا ٹکڑا نظر آگیا تھا اور وہ وہاں سے آ رہا تھا۔ اس کے جانے کے بعد تار نشی نے مجھ سے کہا دیکھئے حضرت میری رائے میں تو اس پر دو نام حصول لگانا چاہیے، میں نے کہا کہ مری بھی یہی رائے ہے، میں نے جو دیکھا تو اس نے تار کیا لکھا تھا عجیب جناتی تار تھا کہ ہماری آپ کی سمجھ سے مطلقاً باہر تھا۔ نشی کہنے لگا۔ روزانہ وہ اسی طرح یک ورق تار پر دوڑاتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں اس کے اخبار کے لئے تار ہیں اور وہ چاہتا یہ ہے کہ کسی اور کو یہ خبریں نہ معلوم ہونے پائیں۔ نشی کا اس وقت یہی خیال تھا اور میں نے بھی یہی سمجھا۔ لیکن اب میں کچھ اور سمجھتا ہوں۔“

”واللہ جو کچھ کہتے ہو ٹھیک معلوم ہوتا ہے“ میک گنٹی نے کہا ”لیکن یہ تو بتاؤ کہ

تمہاری رائے میں کیا کرنا چاہیے؟“

”اسی وقت جا کے اس کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتے“ ایک نے کہا۔ جتنا جلد ہو

اتنا اچھا۔“

”میں تو اسی وقت روانہ ہو جاؤں اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ ملے گا کہاں“ میک مرڈو

نے کہا۔ ”وہ رہتا تو ہالسن گلی میں ہے مگر میں مکان نہیں جانتا۔ لیکن اگر آپ میری رائے

پر عمل کریں تو ایک تدبیر ذہن میں آتی ہے۔“

”وہ کیا تدبیر ہے؟“

”میں کل صبح اس گلی میں جاؤں گا۔ منشی کے ذریعے سے اس کا پتہ لگا لوں گا۔ یقین ہے کہ منشی نشان وہی کرے گا۔ تو اس سے مل کے میں یہ کہوں گا کہ میں خود ایک امراتی ہوں۔ میں ایک رقم کے عوض اس کو لالچ کے سارے راز بنا دینے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔ یقین مانئے وہ ضرور اس جھانسنے میں آجائے گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ کاغذات میرے مکان پر ہیں اور یہ صاف ظاہر ہے کہ دن دھاڑے رستہ چلتے اس مقصد کے لئے میں اُسے کیسے بلا سکتا ہوں۔ وہ بھی سمجھے گا کہ یہ تو ایک بدیہی بات ہے۔ بس میں آسے رات کے دس بجے بلاؤں گا اور اس وقت وہ سارے کاغذات دیکھ لے گا، یقین ہے کہ اس کی وجہ سے وہ کھینچا چلا آئے گا۔“

”پھر“

”باقی اس تدبیر کی تکمیل آپ کے ذمے۔ بوہ میک نامارا کا مکان کچھ اکیلا اکیلا سا ہے وہ خود مثل فولاد کے معتبر ہے اور مثل ستون کے بہری ہے۔ اس مکان میں بس میں اوڑھ سکیں لن ہیں۔ اگر اس نے وعدہ کر لیا اور میں آپ کو اس کی اطلاع ضرور کروں گا، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ساتوں حضرات نوبے میرے مکان پر پہنچ جائیں۔ اندر تو آستے ہم داخل کر لیں گے لیکن اگر وہ زندہ باہر نکل سکا تو خیر عمر بھر برڈی ایڈورڈس کی خوش قسمتی کا ذکر کرتا رہے گا۔“

”میں غلطی نہیں کرتا تو پنکڑن کے یہاں ایک جگہ ضرور خالی ہونے والی ہے“

میگ گنٹی نے کہا ”اچھا میگ مردو اب اس کو میں ختم کر دو۔ کل رات ۹ بجے ہم ضرور تمہارے ساتھ ہوں گے۔ ایک مرتبہ اس کو اندر بلا کے دروازہ بند کر لو اور پھر باقی ہم پر

چھوڑ دو۔“

ساتواں باب

برڈمی ایڈورڈس کا دام میں گرفتار ہونا

جیسا کہ میک مردونے کہا تھا وہ مکان جس میں وہ رہتا تھا فی الحقیقت تنہا مکان تھا اور ایسے جرم کے لئے جس کی تجویز انہوں نے کی تھی بہت موزوں تھا۔ وہ شہر کے بالکل کنارے پر تھا اور سڑک سے ذرا ہٹ کر واقع تھا۔ کوئی اور معاملہ ہوتا تو یہ سازشی جیسا بارہا اس سے پہلے کر چکے تھے، اُس اجل گرفتہ کو بلاتے اور اپنے سپتوں اس کے بدن پر خالی کر دیتے، لیکن اس صورت میں یہ ضروری تھا کہ یہ دریافت کیا جائے کہ اس کو کتنا معلوم ہے، کیسے معلوم ہوا اور یہ کہ اُس نے اپنے آقاؤں کو کیا کیا لکھ بھیجا ہے۔ ممکن تھا کہ ان لوگوں کو بہت دیر میں خبر ہوئی ہو اور وہاں ساری کارروائی ختم ہو چکی ہو۔ اگر ایسا ہو چکا ہے تو وہ یقیناً اس شخص سے بدلہ لیں گے جس نے ان پر یہ آفت ڈھانی۔ لیکن ان کو یہ امید تھی کہ ابھی تک کوئی بات معرکے کی اس سراغ رساں کو معلوم ہونے نہیں پائی ہے۔ ورنہ ان کی رائے میں وہ یہ نہ کرتا کہ جو کچھ خرافات بقول میک مردونے کی تبتلائی گئی ہیں ان سب کو لکھتا اور بھجتا۔ بہر حال کچھ ٹھہری ہو۔ یہ سب کچھ وہ اسی کی زبان سے سُنا جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ ان کے قابو میں آجائے تو وہ اس سے سب کچھ قَبول لیں گے۔ یہ کوئی بہا موقع نہ تھا کہ انہیں نارضا مند شخص سے سابقہ پڑا ہو۔

حسب قرارداد میک مردو ہا بسن گلی میں گیا۔ اس روز پولس کو کبھی کچھ اس سے خصومت ہو گئی تھی۔ چنانچہ کپتان مارون نے جو اس کے ساتھ نٹرکا گو سے دوستی کا دشمنی

تھا۔ انبار خانے کے قریب انتظار کرتے وقت اس سے خطاب کیا لیکن میک مرڈو نے منہ پھیر لیا اور بات کرنے سے انکار کیا، شام کو جب اپنی مہم سے فارغ ہو کر پلٹا تو اتحاد گھر میں میک گنٹی سے ملا

”وہ آئے گا“ اس نے کہا

”اچھا ہوا“ میک گنٹی نے کہا۔

یہ قومی ہیکل شخص اس وقت قیصر پہنے ہوئے تھا جس کے اوپر ایک واسکٹ بھی جس پر زنجیریں اور مہرے چمک رہے تھے اور اس کی گھنٹی دارٹھی کے ایک درز میں سے ہیرا چمک رہا تھا۔ مے خوری اور سیاست نے باس کو دولت مند اور طاقتور بنا دیا تھا۔ اسی وجہ سے گزشتہ شب اس کی نظروں کے سامنے زندان خانہ یا پھانسی کا جو نقشہ قائم ہوا وہ اور بھی بہت ناک نظر آنے لگا۔

”تمہاری دانست میں اسے بہت کچھ معلوم ہے“ اس نے تردد سے پوچھا

میک مرڈو نے بھی تشویش سے سر ہلایا۔

”اس کو یہاں آئے کچھ عرصہ گزر چکا ہے کم از کم چھ ہفتے تو ہو چکے ہیں۔ میری دانست میں تو وہ محض جنیال سیر نہیں آیا۔ اگر میں کے کہیں کی ساری دولت اس کی پشت پر ہے اور یہ اب تک ہم میں ملا جلا رہا ہے تو مجھے تو یقین ہے کہ اس نے کچھ معلومات بہم پہنچائی ہیں اور ان کو ارسال کر دیا ہے“

”لاج میں تو کوئی کمزور آدمی نہیں ہے“ میک گنٹی نے کہا۔ ”ان میں سے ہر ایک مثل فولاد کے معتبر ہے، مگر ہاں وہ خبیث ماس بھی تو ہے اس کا کیا کریں۔ اگر کسی نے ہمارے ساتھ دغا کی تو وہی کرنے گا۔ میرے جی میں آتا ہے کہ شام سے پہلے دو نفر اس کے یہاں بھیج دوں کہ اس کی مرمت بھی کر دیں اور دیکھیں کہ اس سے کیا بتا لگتا ہے“

”بہتر ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں“ میک مرڈو نے جواب دیا ”مگر مجھے

اس سے انکار نہیں کہ میں مائس سے کسی قدر مانوس ہوں اور اگر اس کو کچھ گزند پہنچے تو مجھے افسوس ہوگا۔ ایک آدھ مرتبہ اس نے مجھ سے لاج کے متعلق گفتگو کی ہے۔ اگرچہ وہ میرا یا آپ کا ہم خیال نہیں تاہم وہ ایسا بھی نہیں جو پیچھے چلائے بایں ہمہ یہ میرا کام نہیں کہ آپ کے اور اس کے درمیان حائل ہوں۔“

”مجھ سے بچ کے جائے گا کہاں“ میک گنٹی نے کہا ”سال بھر سے میں اس پر نظر رکھتا ہوں“

”آپ اس کے متعلق بہتر جانتے ہیں“ میک مرڈونے جواب دیا ”لیکن آپ جو کچھ بھی کریں کل کریں کیوں کہ جب تک یہ نیگرٹن والا معاملہ طے نہ ہو جائے ہمیں سر نہ اٹھانا چاہیے۔ ہم یہ نہیں کر سکتے کہ سب دنوں کو چھوڑ کے آج ہی کے دن پوس کو گرفت کا موقع دیا۔“

”بیچ کتے ہو“ میک گنٹی نے کہا ”ہم خود برڈی ایڈورڈس سے ہی معلوم کر لیں گے کہ اس کو خبریں کہاں سے ملیں۔ چاہے اس کے لئے ہمیں اس کی گردن کاٹنا پڑے۔ اسے کچھ شبہ تو ظاہر نہیں کیا۔“

میک مرڈو بسنس پڑا۔ کہنے لگا۔

”میرا قیاس ہے کہ میں نے اس کے کمزور پہلو کو مایا اگر اسے دو دنوں کا پچھ مفید مطلب سراغ ملے تو وہ لہر تک اس کا پتھا کرنے کے لئے تیار ہے۔ میں نے اس سے روپیہ بھی لیا [یہاں میک مرڈونے نوٹوں کی ایک گڈی جیب سے نکالی] اور کاغذ دکھانے پر اتنے ہی کا اور وعدہ ہے۔“

”کون سے کاغذات؟“

”اوٹھ۔ کاغذات تو کوئی بھی نہیں ہیں لیکن میں نے اسے امید دلانی تھی کہ اغراض و مقاصد دینر قواعد کی کتابیں اور رکنیت کے فارم وغیرہ موجود ہیں۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہاں سے جانے سے پہلے وہ ہر چیز سے تہ تک پہنچ کے رہے گا۔“

ایم صفی خانی صاحبزادہ صاحبہ
رہنمائی اور انتظام کو ہی ہے۔
فنون
میں

ایک کہیں ہاگل آہنیں ہو گئی
جب یہی کہو یہ سائین کی ماہیں
کرنا ہے



نہج سنیل احمد قرآن صاحب
اسلام علیہ السلام

بڑا آتش دان تھا۔ باقی ہر طرف کھڑکیاں تھیں۔ ان میں گواڑباں نہ تھیں محض ہلکے پردے تھے جو اندر باہر کھینچے جاسکتے تھے۔ میک مردوں نے ان کو اچھی طرح سے دیکھا بھلا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے ذہن میں یہ آیا ہوگا کہ ایسے خفیہ معاملے کے لئے یہ کمرہ کسی قدر مخدوش تھا۔ تاہم ٹرک سے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے خدمتہ کم تھا بالآخر اس نے اپنے ساتھ رتنے والے سے اس معاملے پر گفتگو کی۔ اسکیں لن اگرچہ دو ذہن تھا لیکن بے ضرر آدمی تھا جس میں یہ کمزوری تھی کہ اپنے ساتھیوں کی رائے کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ بعض اوقات جن خونی کاموں میں اُسے مجبوراً حصہ لینا پڑتا، اس کو بہت افسوس اور بیچ ہوتا میک مردوں نے مختصر طور سے اُسے سمجھایا کہ کیا ہونے والا ہے کہنے لگا۔

اُسے میاں مارک اسکیں لن اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو میں رات بھر فائب ہوتا اور اس نقشے میں شریک ہی نہ ہوتا۔ یقین جانو کہ صبح سے پہلے پہلے خون ہونے والا ہے۔ ” بہتر ہے میک“ اسکیں لن نے جواب دیا۔

”مجھ میں ارادے کی کمی نہیں بلکہ ہمت کی کمی ہے۔ اس روز جب کان میں نیجر ڈن پر گولی چلی تو مجھ سے دیکھا نہ گیا۔ تمہاری یا میک گنہی کی طرح میں اس کام کے لئے موزوں نہیں ہوں۔ اگر لاج کو اس پر کچھ اعتراض نہ ہو تو میں تمہاری نصیحت پر عمل کروں گا۔ اور رات بھر تمہارے لئے چھوڑ جاؤں گا۔“

وہ لوگ جب قرار داد اچھے وقت سے آئے نہ ظاہر صورت سب کے سب خوش پوشاک، شائستہ اور مہذب شہری تھے لیکن ایک قیامت نے اس کو ان کے خشک پھروں اور بے رحم آنکھوں میں بڑی ایدورڈس کے لئے مشکل سے خیر نظر آسکتی تھی ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے پہلے اپنے ہاتھ بارہا خون میں نہ رنگے ہوں۔ بزقتاب کی طرح ان کے دل بھی انسانی مثل و خون کرتے کرتے سخت ہو گئے تھے صورت و سیرت دونوں میں ممتاز ان سب میں بلاشبہ وہ بے درمان باس ہی تھا

اس کے بعد معتمد میرے وے کا نمبر تھا جو طویل الاعضاء، نحیف الجثہ، دراز گردن اور ترش رو شخص تھا۔ جہاں تک اس سلسلے کی مالیات کا تعلق تھا وہ نہایت بے لاگ اور اورویانت دار تھا لیکن اس کے علاوہ انصاف یا دیانت داری کا خیال بھی کسی غیر کے لئے اس کے دل میں نہ پیدا ہوتا تھا۔ خزانچی کارٹر اڈھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ چہرے کا بھاری اور روکھا تھا۔ رنگت زردی مائل تھی۔ لیکن وہ نہایت زبردست منتظم تھا۔ اور تقریباً ہر ظلم و تعدی کی مہم کی تفصیلات اسی کے دماغ کے کاوشوں کا نتیجہ ہوتی تھیں۔ دونوں ولابی بڑے مستعد آدمی تھے۔ دونوں بے پھرتی اور عزم و ارادہ رکھنے والے جوان تھے۔ ان کا ساتھی تیر کرملک ایک بھاری گندم گوں نوجوان تھا اس کی تندرستی کی وجہ سے اس کے ساتھی بھی اس سے ڈرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس رات میک مردو کی چھت کے نیچے پنکڑوں کے سراغ رسان کے قتل کے لئے جمع ہوئے تھے۔

ان کے میزبان نے میز پر شراب کی بوتلیں رکھی تھیں۔ چنانچہ اپنے آپ کو گربانے کے لئے انھوں نے اس سے شغل شروع کر دیا۔ بالڈون اور کرامک تو دونوں مہوس ہو چکے تھے اور نشہ نے ان کی تمام بہیمیت آشکارا کر دی تھی۔ کرامک نے ذرا سی دیر کے لئے اپنا ہاتھ آتش دان پر رکھا کیوں کہ شدید سرا کی راتیں تھیں اور اس لئے آتش دان روشن تھا بقسم کھا کر کہنے لگا۔

”یہ کافی ہے“

بالڈون نے اس کا مطلب پا کر کہا:

”ہاں! اگر یہاں تک نوبت بھنجی تو سب ہی اس سے قبلو الیں گے“

”اطمینان رکھو۔ ہم ساری حقیقت اس سے معلوم کر لیں گے“ میک مردو نے کہا

یہ بھی عجیب ضابطہ آدمی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ فولاد کا بنا ہے کیوں کہ اگرچہ اس کے

سہریر اس مہم کا سارا دار و مدار تھا لیکن اس کے تیور زرا نہ بدلے تھے اور وہی مناسبت

اور بے نیازی اب بھی موجود تھی۔ دوسروں نے اسے محسوس کیا اور آفریں کی
 ” تم ہی اس کو قبضے میں لانے کے لئے بہت موزوں ہو“ باس نے تمہیں کے
 لہجہ میں کہا ” جب تک تمہارا ہاتھ اس کے گلے پر نہ چھنچ لے گا اسے خبر تک بھی نہ ہوگی۔
 انٹوسس ہے کہ کھڑکیوں میں کواڑیاں نہیں ہیں“

اس پر مہاک مردو نے ایک سا کھڑکی پر جا کر پردے کس دیئے۔
 ” اب غالباً کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ اب وہ وقت قریب آ گیا ہے“
 ” ممکن ہے کہ وہ نہ آئے۔ کیا عجب کہ آئے خطرہ کا سان گمان ہو جائے“ معتمد نے کہ
 ” گنبرائیے نہیں وہ ضرور آئے گا“ میک مردو نے جواب دیا ” وہ آنے کے
 اسی قدر بے تاب ہے جتنا آپ اس کے دیکھنے کے لئے ہیں لیجئے۔ وہ سنئے“
 وہ سب کے سب موم کی تصویر بن گئے۔ بعضوں کے جام لبوں تک پھینچنے سے پہلے
 بیچ ہی میں رہ گئے۔ کیونکہ دروازے پر تین زور کی دتکیں سنائی دیں۔
 ” خاموش“

میک مردو نے ہاتھ اٹھا کر خاموشی کا اشارہ کیا۔
 سب کے سب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہونے اور پوشیدہ ہتھیاروں پر ہاتھ
 اٹھنے لگے۔

” جان عزیز ہے تو آواز نہ نکلے“ میک مردو نے آہستگی سے سب سے کہا۔ یہ
 کہہ کے کمرے سے نکل اپنے پیچھے دروازہ ہوشیاری سے بند کر لیا۔
 وہ قاتلوں کا گروہ کان لگائے بیٹھا تھا۔ اپنے ساتھی کے نیچے اترتے وقت قدموں
 کو آنھوں نے شمار کیا۔ پھر بیرونی دروازہ کھولنے کی آواز سنی چند الفاظ سنائی دئے
 گویا کہ خیر مقدم کیا گیا۔ پھر انھیں اندر ایک نئے قدم کا احساس ہوا اور ایک غیر مانوس
 آواز سنائی دی۔ اس کے بعد ہی دروازہ بند ہوتا معلوم ہوا اور قفل بند کرنے کی آواز

آئی۔ اب ان کا شمار جال میں پھنس چکا تھا۔ پھر کراک کھلکھلانے لگا۔ چنانچہ باس میک گنٹی کو اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھنا پڑا۔ آہستہ سے کہنے لگا۔

”ارے بے وقوف، چپ رہ۔ کیا کرا یا سب برباد کر دو گے؟“

اب دوسرے کمرے سے گفتگو کی ہما ہی سنائی دی۔ وہ ختم ہونے ہی میں نہ آئی تھی۔ اس وقت دروازہ کھلا اور میک مرد ڈوانگشت بربل نمودار ہوا۔

وہ میز کے کنارے تک آیا اور اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ ایک عجیب تبدیلی اس میں پیدا ہو گئی تھی اس کے تپور اب ایسے تھے کہ گویا وہ ایک بڑا کام انجام دیتے ہوئے ہیں۔ اس کا غم مخم بن گیا تھا۔ عنک کے پیچھے سے اس کی آنکھیں جوش میں چمکتی تھیں۔ بین طور پر اس میں امارت آگئی تھی۔ سب کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن اس نے لب نہ کھولے اور اسی گاہ سحر انداز سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ بالآخر باس میک گنٹی نے پوچھا۔

”کو وہ بیاں آگیا۔ کیا برڈی ایڈورڈس یہاں آگیا؟“

”ہاں“ میک مرد ڈوانے نہایت سکون کے ساتھ جواب دیا۔ ”برڈی ایڈورڈس

آگیا۔ میں ہی برڈی ایڈورڈس ہوں“

اس مختصر سی تقریر کے دس منٹ تک اس قدر زبردست خاموشی طاری ہو گئی کہ معلوم ہونا تھا کہ گمرہ خالی ہے۔ یہاں تک کہ آتش دان پر ایک پتلی میں سے بھاپ نکلنے کی آواز بھی کانوں پر گراں تھی۔ بوجہ شدت خوف کے سات بے حس و حرکت آدمی چہرہ اٹھائے اس شخص کی طرف دیکھ رہے تھے جس نے ان پر قابو حاصل کر لیا تھا۔ پھر شیشوں کی یکایک لرز کے ساتھ چمکتی ہوئی بندوقوں کی نالیں ہر کھڑکی میں سے نمودار ہوئیں اور پردے پھٹ گئے۔ یہ دیکھ کر باس میک گنٹی زخم خوردہ خردوں کی طرح چلا اٹھا اور نیم باز دروازے کی طرف لپکا۔ ایک تناہوا تپنچہ اس کے راستے

میں حامل ہوا اور اس کے پیچھے سے کوئلہ اور لوہا پوس کے کپتان مارون کی زبردست
نگاہیں حکمتی نظر آئیں۔ باس پلٹا اور اپنی کرسی میں جا پڑا۔

”جناب کونسلر! آپ یہاں بالکل محفوظ ہیں“ اس شخص نے کہا جس کو وہ اب تک
میک مردو سمجھتے تھے ”اور بالڈون! تم نے اگر اپنا ہاتھ بندوق پرست نہ ہٹایا تو
بچارے جناد کو کف افسوس ملنا پڑے گا اسے الگ کر دینا تو قسم ہے..... ہاں
بس یہ ٹھیک ہے۔ اس مکان کے چاروں طرف چالیں مسلح آدمی موجود ہیں اب ہم
جو وہی سمجھ لو کہ کیا موقع ہے مارون ان کی بندوبست سے لو“

ان بندوقوں کی زد میں مقابلے کا امکان نہ تھا سب لوگوں سے ہتھیار لے
لئے گئے۔ اپنا سامنے لئے ابھگی ملی کی طرح ہجرت میں ڈوبے ابھی تک وہ میز کے گرد
بیٹھے تھے۔

جس شخص نے ان کو جاں میں پھانسا تھا اس نے کہا

”رخصت ہونے سے پہلے میں چند باتیں آپ لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ میرا مقنا
ہے کہ دو بارہ آپ سے اس وقت تک ملاقات نہ ہوگی جب تک آپ مجھے عدالت کے
کٹرے میں نہ دکھیں گے۔ اس وقت سے اس وقت تک غور کرنے کے لئے میں آپ کو
موقع دیتا ہوں۔ اب آپ جان گئے کہ میں کون ہوں۔ میں نیگرٹن کمپنی کا برڈی ایڈیٹر
ہوں۔ آپ کی جماعت منتشر کرنے کے لئے مجھے منتخب کیا گیا۔ مجھ کو بہت ہی خطرناک اور
زبردست بازی کھیلا پڑی۔ کسی فرد بزنس کو بھی حتیٰ کہ میرے عزیز ترین اور قریب ترین
کو بھی خبر نہ تھی کہ میں اس بازی کو کھیل رہا ہوں سوائے میرے آقاؤں اور کپتان مارون
کے دوسرا اس سے آگاہ نہ تھا لیکن آج رات کو وہ بازی ختم ہو گئی اور خدا کا شکر
کہ میں جیت گیا“

سات زرد رو اور سنگ دل شخصوں نے اس کی طرف دیکھا۔ ان

نگاہوں سے ایک ناقابل معافی نفرت ظاہر ہوتی تھی۔ وہ اس ظالمانہ دھمکی کو سمجھ گیا
کہنے لگا۔

ممكن ہے کہ یہ بازی ابھی نہ ختم ہوئی ہو۔ خیر میں اس کے لئے تیار ہوں۔ بہر حال
آپ سے بعض اس میں اب کوئی حصہ نہ لے سکیں گے اور آپ کے علاوہ ساٹھ آدمی
ہیں جن کو آج کی رات جیل خانہ نصیب ہوگا۔ اتنا آپ سے ضرور کہوں گا کہ جب میرے
شہر دینہ مہم کی گئی تھی تو اس وقت مجھے بالکل یقین نہ تھا کہ آپ جیسی بھی کوئی جماعت
ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ سب کاغذی گھوڑے ہیں اور میں سمجھتا تھا کہ اس کو میں یاد دہرا
ثابت کر سکوں گا۔ مجھے بتلایا گیا کہ احرار سے سابقہ بڑے گا۔ اس پر میں شرکا کو گیا اور
احرار میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد تو مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ یہ سب کاغذی باتیں
ہیں۔ کہوں کہ اس جماعت میں مجھے شہر نظر نہ آیا بلکہ ایک حد تک شہر نظر آیا تاہم مجھ کو یہ مہم
انجام دینی تھی۔ اس لئے میں اس وادی میں آیا۔ جب میں یہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا
کہ میں غلطی پر تھا اور یہ سب محض افسانہ نہیں ہے۔ بس میں اپنی نگاہوں سے تصدیق
کرنے کے لئے پھیر گیا۔ میں نے شرکا کو میں ایک آدمی تک بھی قتل نہیں کیا۔ اور نہ میں نے
اپنی عمر میں کبھی جلی سکے بنایا۔ جو میں نے آپ کو دیئے تھے وہ ایسے ہی کھرے تھے
جیسے اور ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے بہتر صرف کا مونس مجھے پشتر نہ ملا تھا۔ میں جانتا تھا
کہ آپ کی نظروں میں کس چیز کی قدر ہے۔ اس لئے میں نے یہ مشہور کیا کہ میں قانون کا
غزالی مجرم ہوں۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ میں سمجھتا تھا۔

پس میں آپ کے اس جہنی لاج میں داخل ہو گیا اور آپ کے مشوروں میں حصہ
لیتے لگا۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ میں بھی آپ کی طرح بہ ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے نہ
کہ جب تک آپ کو قابو میں نہ کر لوں اس وقت تک جو جس کا جی چاہے کہے۔
پہلے ۶ جن رات میں شامل ہوا اسی رات آپ نے بے چارے ضعیف

مارا پٹیا۔ میں اسے اطلاع نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وقت نہ تھا۔ لیکن بالادون تم کو یاد ہوگا کہ تم اسے مارے ہی ڈالتے تھے کہ میں نے تمہارا ہاتھ روک لیا اور اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لیے آپ لوگوں کو جو مشورے دیئے وہ وہی تھے جن کا میں توڑ کر سکتا تھا۔ میں دن اور من زلس کو نہ بچا سکا کیوں کہ میری معلومات کافی نہ تھیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا کہ ان کے قاتل پھانسی پائیں۔ میں نے چسٹروں کا کس کو آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ جب میں نے اس کا مکان آڑا یا تو وہ مع اہن و عیال ایک دوسری جگہ پوشیدہ ہو گئے تھے۔ بہت سے ایسے جرائم تھے جن کو میں روک نہ سکا۔ لیکن اگر آپ یاد کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کتنی مرتبہ آپ کا شکار دوسری ٹرک سے مکان واپس آیا یا شہر میں موجود تھا۔ جب کہ آپ اس کی فکر میں جاتے تھے بار بار ایسا ہوا کہ وہ مکان کے اندر رہا جب کہ آپ سمجھتے تھے کہ وہ باہر نکلے گا۔ ان سب میں آپ کو میرا ہاتھ نظر آئے گا۔

”ارے ناشدنی دغا باز“ میک گنٹی نے دانت پس کر کہا۔

”ہاں جان میک گنٹی اگر تمہاری تسلی ہوئی ہو تو مجھے اس نام سے پکار لو۔ ان اطراف میں تمہاری جمعیت اور تم خدا اور انسان دونوں کے دشمن رہے ہو۔ ان بچارے غریب مردوں اور عورتوں کو جن کو تم نے اپنے پیچھے میں کس رکھا تھا، چھڑانے کے لیے ایک آدمی ہی کی ضرورت تھی۔ یہ بھی ایک طریقہ کار تھا۔ چنانچہ میں نے اس پر عمل کیا۔ تم مجھے ”دغا باز“ کہتے ہو لیکن ہزاروں ہیں جو جھکوا ”نجات دہندہ“ کہیں گے جو ان کی خاطر خود دوزخ میں کود پڑا۔ مجھے تین مہینے اس سے سابقہ پڑا۔ لیکن اب اگر کوئی وائٹنگ کا سارا خزانہ ہی کیوں نہ مجھ پر کھول دے۔ میں ایک مہینہ سبھی گزارنے کا روادار نہیں محکموں میں اور جب تک ٹیڈنا پڑا جب تک کہ میں ہر شخص اور ہر راز سے واقف نہ ہو لیا۔ میں اور بھی ٹیڈنا اگر مجھے اس کا علم نہ ہو جاتا کہ میرا راز افشا ہونے کو ہے۔ شہر میں ایک خط ایسا آیا تھا جو تم سب کو ہوشیار کر دیتا۔ اس وقت مجھے اپنا وار کرنا تھا اور وہ بھی بہ سرعت تمام۔ اب

مجھے کچھ اور نہیں کہنا ہے سوائے اس کے کہ جب سیرا وقت آئے گا اور اس وادی کے کارکنے پر حجب نظر کروں گا تو میں بہ اطمینان تمام اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دوں گا۔ اچھا مارون میں نہیں زیادہ عرصہ تک روکنا نہیں چاہتا ہوں۔ لویہ بھارے سپرد ہیں انھیں لے جاؤ۔“

اب قصہ بہت ہی مختصر رہ گیا ہے۔ اس کین لین کو ایک سر بہ مہر نفاذ دیا گیا تھا کہ مس ایٹی شیف ٹر کے مکان پر ٹھنچا دے۔ یہ ایسا کام تھا جس کو اس نے دانشگری آریز قسم کے ساتھ قبول کیا۔ علی الصباح ایک خوبصورت عورت اور ایک نقاب پوش شخص ایک ”اسپیشل“ میں سوار ہوئے جو ان کے لئے ریلوے کمپنی کی طرف سے بھیجی گئی تھی۔ چنانچہ اس سرزمین پر نظر سے انھوں نے ایک تیز اور غیر منقطع سفر کیا اور اپنی اور اس کے عاشق کے لئے یہ آخری موقع تھا کہ انھوں نے وادی خوف میں قدم رکھا۔ دس دن بعد شکاگو میں ان کی شادی ہوئی۔ پیررد یعقوب شیف ٹر شادی کے وقت بطور گواہ کے موجود تھا۔

دونوں کا مقدمہ اس مقام سے بہت دور ہوا جہاں ان کے سپرد محافظین قابو نہ ڈرا سکتے تھے۔ اب ان کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ لالچ کا وہ روپیہ جو تمام ضلع بھر سے چوس چوس کے حاصل کیا گیا تھا ان کے بچانے کے لئے پانی کی طسج بہایا گیا لیکن سب بے کار۔ ان کے سپرد کارکن کی تمام جاہل بازیاں اس شخص کے صاف اور بے لاک بیان کو بالکل نہ توڑ سکیں جو ان کی زندگی، ان کی تنظیم اور ان کے جرائم کے ہر رخ سے واقف تھا۔ بالآخر اتنے برسوں کے بعد وہ پراگندہ اور منتشر کر دیئے گئے۔ اس وادی سے ہمیشہ کے لئے یہ عبا ر اٹھ گیا۔ میک گنٹی کو چھانسی ملی۔ آخری وقت اس نے بہت آہ و بکا کیا۔ اس کے آٹھ بڑے بڑے سرخوں کو بھی چھانسی ملی اور چھانسی کو مختلف قسم کی قیدیں بھگتنا پڑیں۔ برڈی ایڈورڈس کا کام پورا ہو گیا۔

اس پر بھی جیسا اس کا قیاس تھا۔ بازی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی
 کھیلنے کو باقی تھے۔ مثلاً ڈبلا ڈون پھالسنی سے بچ گیا تھا اسی طرح دلائی بھی
 تھے۔ اسی طرح اس گروہ کے چند بہائم اور بھی رہ گئے تھے۔ دس برس تک دنیا
 عالی رہی۔ لیکن بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ وہ پھر آزاد ہو گئے تھے۔ یہ دن ایسا
 ایڈورڈس جوان آدمیوں کی رگ رگ سے واقف تھا بخوبی سمجھتا تھا کہ اب اس
 دن دنیا سے امن اٹھ گیا۔ انہوں نے بھی قسم ہی کھالی تھی کہ اپنے ساتھیوں کے انیتھا
 میں اس کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اور اس قسم پر وہ قائم بھی رہے۔ شکاگو سے اس کا تعلق
 شروع ہوا۔ دو مرتبہ ان کی کوششیں کامیاب ہوتے ہوئے رہ گئیں اور یقین تھا کہ تیسری
 مرتبہ وہ ضرور کامیاب ہونگے۔ اس پر وہ بھی شکاگو سے نام بدل کر کیلے فورنیا گیا اور
 وہاں اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی کہ اس کی رفیق زندگی جینی ایسی سے داغ جدائی دیا۔
 ایک مرتبہ اور وہ قتل ہوتے ہوئے رہ گیا۔ پھر ایک مرتبہ اس نے اپنا نام ڈگلس رکھ
 ایک وردرا زکان میں کام کرنا شروع کیا اور وہاں بار کرنا می ایک انگریز کے ساتھ
 شریک ہو کر اس نے خاصی دولت جمع کر لی۔ بالآخر اس کو یہ اطلاع ملی کہ ایک مرتبہ پھر وہ
 بھڑپٹے اس کی فکر میں چلے ہیں۔ چنانچہ وہ عین وقت پر انگلستان روانہ ہو گیا اور وہاں
 جان ڈگلس نے آکر دوسری ایک شریف شریک زندگی سے عقد کیا اور سکس میں پانچ برس
 مثل ایک زمیندار کے زندگی بسر کی جو ان واقعات ہالہ پر ختم ہوئی جو ہم سن چکے ہیں

خاتمہ

جس عدالت فوجداری میں جان ڈگلس کا مقدمہ پیش تھا اس نے بیانات قلمبند
 کرنے کے بعد مقدمہ عدالت بالا کے سپرد کر دیا تھا۔ جہاں سے وہ بری کر دیا گیا کہ اس
 جو کچھ کیا تھا محض حماقت نفس کے لئے ہو مرنے اس کی بیوی کو لکھا کہ جس طرح بنے

ہے باہر لے جاؤ۔ یہاں ایسی قوتیں ہیں جو شاید ان سے زیادہ خطرناک
 رہا بھی نکلے ہیں۔ آپ کے شوہر کے لئے انگلستان مطلق محفوظ نہیں ہے۔
 پر دو مہینے گزر چکے تھے اور ہم اس قصے کو تقریباً بھلا چکے تھے۔ کہ ایک
 ہمارے صندوق خطوط اندازی میں ایک مہم آئین پرزہ ملا۔ ”غضب! ہونو!
 ” اس پرزے کی عبارت تھی۔ نہ العاب و آداب تھے اور نہ کسی کے دستخط
 تھے اس انوکھے پیام پر نہیں پڑا۔ لیکن ہومز نے خلاف معمول متانت کا اظہار کیا
 کہنے لگے۔

”شیطنت ہے واٹسن“

اس روز رات گئے ہماری مکاناتنی مسٹر ڈسٹن نے یہ پیغام سنایا کہ کوئی صاحب
 ہومز سے ملنا چاہتے ہیں اور معاملہ بہت اہم ہے۔ اپنے قاصد کے پیچھے پیچھے ہمارے
 خندق دار محل والے دوست مسٹر سسل بار کر بھی آئیے۔ ان کا چہرہ اترا ہوا تھا اور
 ہوا بیاں اڑ رہی تھیں کہنے لگے۔

”مسٹر ہومز! بہت بُری خبر بہت ہی بُری خبر جھکو ملی ہے“

”جھکو بھی ایسا ہی اندیشہ تھا“ ہومز نے کہا ”آپ کے پاس بحری تار تو نہیں آیا

تھا کیوں جناب؟“

”میرے پاس ایسے شخص سے اطلاع چھینچی جس کے پاس تار آیا تھا“

”بے چارے ڈگلس کی خبر ہے۔ رگ کہتے ہیں کہ ان کا نام اڈورڈس ہے۔ لیکن میرے

لئے تو وہ ہمیشہ بُنے نی ٹوٹ کے لی ان کے جیک ڈگلس ہی رہیں گے۔ میں نے آپ سے
 کہا تھا کہ وہ دونوں تین ہفتہ ہوئے ہمارا پامیرا میں جنوبی افریقہ روانہ ہو گئے۔“

”جی ہاں“

”ہمارا گزشتہ شب کیپ ٹاون چھینچا۔ آج صبح مسٹر ڈگلس کا یہ بحری پیغام چھینچا

وہاں نصیب!

